

تخلیق پاکستان

میں

علمائے اہلسنت کا کردار

تصنیف

حضرت علامہ مولانا شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی

حواشی

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کانڈی بازار، بیٹھادر، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب

تخلیق پاکستان میں علمائے اہلسنت کا کردار

تصنیف

حضرت علامہ مولانا شاہ تراب الحق قادری مدظلہ

تقدیم

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

حواشی

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

سن اشاعت

رجب المرجب ۱۴۲۸ھ - اگست ۲۰۰۷ء

تعداد اشاعت اول

۲۱۰۰

تعداد اشاعت دوم

۱۱۰۰

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کانڈی بازار، بیٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری نیہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۔	عرضِ ناشر	۷
۲۔	تقدیم	۹
۳۔	جن ہائے حنفی	۲۱
۴۔	تخلیق پاکستان میں علمائے اہلسنت کا کردار	۲۲
۵۔	پاکستان کیوں بنا؟	۲۲
۶۔	دین بھنی قانون	۲۳
۷۔	حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قصہ	۲۳
۸۔	جناب صاحب سے سوال کہ پاکستان میں کونسا قانون ہوگا؟	۲۶
۹۔	سلطان ٹیپو	۲۷
۱۰۔	علامہ فضل حق خیر آبادی	۳۰
۱۱۔	علامہ فضل حق کافوئی جہاد	۳۲
۱۲۔	اعلیٰ حضرت اور جنگ آزادی	۳۳
۱۳۔	مولانا تقی علی خان اور جنگ آزادی	۳۳
۱۴۔	مولانا رضا علی خان اور جنگ آزادی	۳۳
۱۵۔	انگریز کی مکارانہ چال	۳۳
۱۶۔	علامہ فضل امام خیر آبادی	۳۷
۱۷۔	مرزا غالب اور روقہ ہابیت	۳۷
۱۸۔	مسئلہ امتناع النظیر	۳۸

۱۹۔	سید احمد رائے بریلوی کا انگریز کی حمایت کرنا	۳۰
۲۰۔	مولوی اسماعیل دہلوی	۳۰
۲۱۔	اسماعیل دہلوی انگریز کے مفاد کے لئے کام کرتا تھا	۳۳
۲۲۔	مولوی رشید گنگوہی	۳۵
۲۳۔	گنگوہی اور ان کے ہم خیال علماء کا انگریز کے مفاد میں کام کرنا	۳۶
۲۴۔	گنگوہی صاحب انگریز کے وفادار تھے	۳۸
۲۵۔	مذکرۃ الرشید	۳۸
۲۶۔	جنگ آزادی اور اہلحدیث	۵۰
۲۷۔	مجاہد اعظم سید کفایت علی کافی اور جنگ آزادی	۵۱
۲۸۔	مولانا عہد الجلیل شہید علی گڑھی اور جنگ آزادی	۵۲
۲۹۔	مولانا احمد اللہ شاہ بدراسی شہید اور جنگ آزادی	۵۲
۳۰۔	مفتی صدر الدین آزرود	۵۳
۳۱۔	مولانا محمد علی جوہر	۵۳
۳۲۔	مولانا شوکت علی	۵۶
۳۳۔	مولانا عہد الباری فرنگی مہلی	۵۸
۳۴۔	مولانا ابوالکلام آزاد	۶۳
۳۵۔	۱۸۵۷ء میں اعلیٰ حضرت نے دوقومی نظریہ پیش کیا	۶۶
۳۶۔	علی برادران امام احمد رضا کی بارگاہ میں	۶۷
۳۷۔	امام اہلسنت دوقومی نظریہ کی اشاعت میں اقبال پر مقدم ہیں	۶۸
۳۸۔	آل انڈیا سنی کانفرنس کی تائیس	۷۰
۳۹۔	گروہ قادیان کی کارگزاریاں	۷۳

۳۰۔	اختیار دہ پبلسنڈری راپور	۷۶
۳۱۔	۱۹۳۶ء کی سنی کانفرنس بنارس کا تاریخی فیصلہ	۷۶
۳۲۔	محبت پکھوچھوی	۷۷
۳۳۔	امیر ملت سید جماعت علی شاہ	۷۸
۳۴۔	سنی کانفرنس	۸۲
۳۵۔	مولوی حسین احمد دینی دیوبندی کا فتویٰ	۸۷
۳۶۔	ڈاکٹر اقبال کا جواب	۸۷
۳۷۔	اہلسنت کا نظریہ	۸۸
۳۸۔	حسین احمد دینی اور نظریہ علی خاں	۸۸
۳۹۔	گاندھی کے مولانا	۸۹
۴۰۔	ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا تعارف	۸۹
۴۱۔	پاکستان اور پاکستان بنانے والوں کے نام و نشان	۹۵
۴۲۔	تاریخی ہدیہ دینی	۱۰۰
۴۳۔	مفتی محمود اور پاکستان	۱۰۱
۴۴۔	محمد علی جناح اور علمائے اہلسنت	۱۰۳
۴۵۔	مجاہد ملت عبدالحامد بدایونی	۱۰۴
۴۶۔	دیگر مراکز میں نظریہ پاکستان کا تعارف	۱۰۸
۴۷۔	سید اسلام علامہ عبدالحامد بدایونی	۱۰۹
۴۸۔	۱۹۳۶ء بنارس سنی کانفرنس اور علامہ عثمان	۱۱۱
۴۹۔	جنگ آزادی و قیام پاکستان اور شیعہ حضرات	۱۱۲
۵۰۔	علامہ ابوالبرکات	۱۱۳

۶۱۔	علامہ ابوالحسنات	۱۱۵
۶۲۔	خواجہ قمر الدین سیالوی	۱۱۶
۶۳۔	صدر الافاضل	۱۱۷
۶۴۔	مفتی اعظم ہند	۱۱۹
۶۵۔	صدر الشریعہ	۱۲۱
۶۶۔	مفتی برہان الحق	۱۲۲
۶۷۔	مفتی اعظم سرحد	۱۲۳
۶۸۔	پروفیسر آغا شریف	۱۲۵
۶۹۔	شیخ القرآن	۱۲۶
۷۰۔	پروفیسر زکوزی شریف	۱۲۸
۷۱۔	مولانا عہد الستار نیازی	۱۳۰
۷۲۔	اعتراف حقیقت	۱۳۲
۷۳۔	مولانا مودودی	۱۳۳
۷۴۔	جوکل مخالف تھے	۱۳۸
۷۵۔	دو چار کے علاوہ باقی دیوبندی علماء؟	۱۴۰
۷۶۔	کلمات طیبات	۱۴۱
۷۷۔	فتاویٰ	۱۴۲
۷۸۔	کیا پاکستان بنانا محاشی مسئلہ تھا؟	۱۴۷
۷۹۔	جناح صاحب سیکولرازم کے حامی نہیں تھے	۱۴۸
۸۰۔	محمد علی جناح اور فتاویٰ شریعت کا عزم	۱۴۸
۸۱۔	دعوت کوئی	۱۵۰

عرضِ ناشر

آزادی کا مہینہ اسلامی کیلنڈر کے مطابق ماہ رمضان ہے مگر حکومتی سطح پر شروع سے ہی ایسے عیسوی کیلنڈر کے مطابق منایا جاتا ہے اس لئے ہر سال جب اگست کا مہینہ آتا ہے تو اس مہینے کے آنے سے قبل ہر طرف جشنِ آزادی کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں، بچوں سے لے کر بڑوں تک تقریباً سبھی اس میں کسی نہ کسی طرح شریک رہتے ہیں، کچھ لوگ اس موقع پر متعدد منہیات اسلام کا ارتکاب کرتے ہیں، حالانکہ آزادی ایک نعمت ہے اور نعمت کا شکر معاصی کے ارتکاب سے نہیں ہونا بلکہ اوامر کے امتثال اور اعمالِ خیر کی بجاوری سے کیا جاتا ہے، اور چاہئے تو یہ تھا کہ اس دن قرآن شریف پڑھ، نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں درود و سلام پیش کر کے اور صدقات کر کے ان کا ثواب آزادی کے لئے قربانیاں دینے والوں، قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والوں، اس کے لئے اپنے مال، اولاد اور جانوں کے مزارعے پیش کرنے والوں کو ایصال کیا جاتا۔ اہل ہند کو انگریزوں کے ہتھیارِ استبداد سے آزاد کرنے اور قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والوں کا تذکرہ کیا جائے ان کے مساعی اور ان کی قربانیاں بیان کی جائیں اور پھر اس سال جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کو ڈیڑھ سو سال کا عرصہ پورا ہو، بس ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ادارے کے شعبہ نشر و اشاعت کی فیصلہ کمیٹی نے طے کیا کہ اس سال اگست میں جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں قربانیاں دینے والے اور قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والے علماء و مشائخِ اہلسنت اور آزادی و قیام کے حقیقی کرداروں سے عوام کو روشناس کرانے کا اہتمام کیا جائے، اس کمیٹی کے ایک

رکن نے ہماری توجہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید شاہ تراب الحق صاحب قادری مدظلہ العالی کی اس موضوع پر ایک تحریر کی طرف دلائی جو اس سے قبل ”ماہنامہ مصلح الدین“ میں چھپ چکی ہے، مفتی صاحب قبلہ نے اس پر ایک جامع مقدمہ اور مفید حواشی تحریر کر کے اشاعت کے لئے ”تخلیق پاکستان اور علماء اہلسنت“ کے نام سے پیش کیا اور ہم نے اسے جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کے سلسلہ اشاعت کے تحت 160 نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف محشی اور اس کی اشاعت تک تمام معاونین کی سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔

فقط

محمد عرفان ضیائی

خام جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

تقدیم

ہم اپنے اکابر کا ذکر اسی ہندو مت سے اس لئے کرتے ہیں کہ بقول اقبال ”تاریخ کسی قوم کا حافظہ ہوتی ہے“، یعنی جس طرح کوئی شخص اگر اپنی یادداشت کھو بیٹھے تو کیا وہ اپنی شناخت کھو بیٹھتا ہے، اسی طرح جو قوم اپنی تاریخ گنوا دے وہ اپنی شخص گنوا دیتی ہے، لہذا ہمیں شخص کو برقرار رکھنے کے لئے اپنے اکابر کا ذکر کرنا پڑتا ہے خصوصاً ان اکابر کا ذکر جنہوں نے مسلمانوں کو اکبری الحاد یا نصاریٰ کے جبر و استبداد کے زمانے میں اپنا شخص برقرار رکھے، پھر اہل ہند کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً نصاریٰ کی غلامی سے نجات دلانے اور پھر مسلمانان ہند کو الگ وطن دلانے کے لئے سعی کی، جانی و مالی قربانیاں دیں، اس راہ میں تکلیفیں اور اذیتیں برداشت کیں، میری مراد حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، سلطان ٹیپو شہید، علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ عنایت کا کوروی، امام اہلسنت امام احمد رضا، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مولانا عبدالحمید بدایونی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی جوہر، مولانا عبدالعلیم صدیقی، پیر آف ماکی شریف، پیر سید جماعت علی شاہ، مولانا عبدالستار خان نیازی، ڈاکٹر اقبال وغیرہم ہیں، یہ تاریخ ساز نام اور قد آور شخصیات ہیں، ان لوگوں نے مسلمانان ہند کو خواب غفلت سے جگانے اور ان کے اندر ایک فعال روح پیدا کرنے کے لئے اپنے شب و روز صرف کر دیئے اور مسلمانوں میں ایک ایسا پائیدار نصب العین متعین کیا جو حق پر مبنی اور سچائی کا آئینہ دار تھا، جو مسلمانوں کی دنیوی و اخروی فلاح کا ضامن تھا، جو بعد میں دوقوی نظریہ کی صورت میں مشہور اور مقبول ہوا۔ اور پھر اس نظریہ کی جس طرح وضاحت ہوتی چلی گئی، اسی طرح مسلمانوں میں علیحدہ وطن کی اُمتگ پر وان چڑھتی گئی۔“ (قائد اعظم کے ۷۷ سال، مؤلفہ خواجہ رضی حیدر)

پھر اگر برصغیر میں مسلمانوں کی آمد اور ان کے عروج و زوال کی تاریخ پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس خطے میں دوقوی نظریہ کی ابتداء مغلیہ شہنشاہ اکبر کے دور میں ہوئی، جب اکبر نے ہندوستان کی ہندو رعایا کو حکمران طبقہ سے قریب لانے کی غرض سے ”دین محمدی“ میں ترمیم اور ترمیم کرنے کی مذموم حرکت کی اور اس کا نام بدل کر ”دین الہی“ رکھ دیا تو اس وقت اسلام کے عظیم مجدد، مسلک اہلسنت اور حنفی مذہب کے ایک بڑے عالم، تصوف کے امام حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی نے اکبر کی اس ملحد اندجرات کو چیلنج کیا اور مسلمانوں کی ملی حیثیت کو باجگ ڈبل مشتہر کیا، آپ نے فرمایا کہ ”اس برصغیر میں دوقوی آباد ہیں، جو اپنے نظریات، دینی و ثقافتی روایات کی بنا پر ایک دوسرے کی ضد ہیں، اس لئے کہ کسی صورت میں ممکن نہیں کہ برصغیر میں ایک قومیت کی بات کی جائے۔“

”اور مشہور سیاح ابو رحمان البیرونی نے بھی اپنے سفر نامے میں بڑے واضح الفاظ میں یہ بات کہی ہے کہ ”برصغیر میں دو ایسے گروہ آباد ہیں جن کا مذہب، سیاست اور ثقافت، ایسے دوسرے سے قطعی مختلف ہیں“ لیکن ایک سیاح ہونے کی حیثیت سے البیرونی کی اس نشاندہی کو ایک مسافر کا مشاہدہ تو کہہ سکتے ہیں مگر اسے کسی نظریہ کی بنیاد قرار نہیں دے سکتے، جب کہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے یہ بات ہر طرح ثابت ہے کہ دو گروہوں کا تذکرہ آپ کی تحریروں میں ضمنی طور پر نہیں آیا جب کہ آپ شعوری طور پر مسلمانوں کی انفرادیت اور علیحدہ قومیت پر نہ صرف ایمان رکھتے تھے بلکہ ایک مضبوط تحریک کی صورت میں اسے فروغ دے رہے تھے، (قائد اعظم کے ۷۷ سال، عنوان مزید تفصیل، مؤلفہ خواجہ رضی حیدر) اور اس مشن میں آپ کی اولاد، آپ کے خلفاء سب آپ کے ساتھ شریک رہے اور آپ کے وصال کے بعد اس مشن کو یہ لوگ آگے بڑھاتے رہے، جوں جوں وقت گزرتا گیا اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا اور یہ

نظریہ لوگوں کے دلوں میں رائج ہوتا چلا گیا اور وہ اس تحریک کا حصہ بننے چلے گئے، اسی طرح ہر دور میں مسلمان علماء، فضلاء، ادباء، شعراء، مفکر، محقق، صاحبانِ طریقت و شریعت اور دانشور اس تحریک میں مسلمانوں کی رہنمائی کرتے رہے، جن میں حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، فضل امام خیر آبادی، اسلام عظیم مجاہد، علمی دنیا کے رشک آفتاب شعر کی ستارے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدر الدین آزاد، علامہ کفایت علی کافی شہید، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا احمد اللہ شاہ بدایونی، مولانا رضی الدین بدایونی، سید وہاب الدین مراد آبادی، مولانا امام بخش صہبائی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مفتی سعید احمد بدایونی، مولوی اشرف علی نقیس، شہداء اسلام میں سے ایک عظیم شہید سلطان ٹیپو، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اسلام اور آزادی کے لئے ۱۸۵۷ء یا اس سے قبل قربانیاں دیں، صرف ۱۸۵۷ء میں پچاسی پانے والے اور جلا وطن کئے جانے والے افراد کے متعلق جو اعداد و شمار بیان کئے گئے ہیں اس کے مطابق پانچ لاکھ مسلمانوں کو سزائے موت دی گئی اور تین ہزار مسلمانوں کو جزیہ اعدمان لے کر جا کر نظر بند کیا گیا۔ (مسلمانوں کی ڈیڑھ سو سالہ قربانیوں کا جائزہ، مرحوم عزیز الرحمن جامی، مطبوعہ دہلی، ص ۹) اور محمد فکیل اوج لکھتے ہیں: اگرچہ اس بیان میں یہ متعین نہیں کیا گیا کہ سزایافتہ افراد میں علماء کرام کی تعداد کیا تھی، تاہم قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ دن میں علماء کی تعداد معتد بہ ضروری ہوگی۔ (ضیاء حرم، لاہور، بحریہ رفق الاثنی ۱۴۱۸ھ / اگست ۱۹۹۷ء)

پھر محسن اسلام، پاسبانِ مسلکِ اہلسنت، مؤید مذہبِ حقی، علمی و روحانی دنیا کے درخشاں ستارے، امامِ اہلسنت، امام احمد رضا شامل تھے، پھر ان حضرات کی سعی و کوشش کو نتیجے میں اتنی بڑی جماعت پیدا ہوئی کہ جن کے صرف اسماء کو ہی تحریر کرنے کے لئے یہ چند صفحات نا کافی ہیں۔

اس ملک کے حصول کی بنیاد دو قومی نظریہ تھا جس کی حضرت مجتہدِ دلف ثانی نے

اور پھر امامِ اہلسنت امام احمد رضا قدس سرہانے اپنے اپنے دور میں اشاعت کی، پرچار کیا، دونوں بزرگوں کے ادوار کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ادوار میں تخریب دین کا کام علماءِ سوء نے کیا جن کو حکمرانوں کی سرپرستی حاصل تھی یا حکمرانوں نے کیا ان کو علماءِ سوء کی معاونت حاصل تھی۔ چنانچہ عبدالکظیم خان شاہجہاں پوری لکھتے ہیں: ”امام ربانی حضرت مجتہدِ دلف ثانی قدس سرہ کے دور میں دو طبقے تخریب دین کا کام کرنے میں پیش پیش تھے، یعنی حکومت اور نام نہاد مذہبی رہنما، بعینہ اسی صورت حال سے امام احمد رضا خان بدایونی کو اللہ مرقدہ کو دوچار ہونا پڑا، وہاں اکبر اور جہانگیر تھے تو یہاں دشمن اسلام انگریز۔ وہ حکومت علی الاعلان اسلام کو بد لئے اور مٹانے پر مصر تھی لیکن انگریزی حکومت نامعلوم اور پراسرار طریقوں سے اس وقت کے فیض و فضل سے محروم علماء جو دین محمدی کی جزیں کھودنے میں مصروف تھے، وہ صاف نظر آتے تھے کہ اسلام دشمن حکومت کے اراکین سلطنت ہیں، لہذا عوام الناس انہیں اپنا رہنما تسلیم کرنے پر کبھی راضی نہیں ہو سکتے تھے لیکن برطانوی دور کے علمائے سوء نے ایسے معلوم طریقوں سے برٹش گورنمنٹ کے اسلام دشمنی والے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی منحوس کوشش کی کہ مذہبِ اسلامیہ کے کتنے ہی بیدار مغز حضرات تک کی قوت فیصلہ ان کے کھوٹ کا سراغ لگانے سے قاصر ہو کر رہ گئی۔

(برطانوی مظالم کی کہانی ص ۲۶)

برصغیر میں انگریزوں کے خلاف جب تحریکِ ترکیبِ موالات شروع ہوئی تو دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کے ملی تشخص کو ختم کرنے کے لئے ہندو مسلم اتحاد کا ڈھونگ رچایا، ”ایک قومی نظریہ“ کا پرچار کیا تو امامِ اہلسنت امام احمد رضا نے دشمن کی اس سازش کو بھانپا اور دو قومی نظریہ کا تصور مسلمانانِ ہند کے سامنے پیش کیا کہ ہندوستان میں ایک نہیں دو الگ الگ قومیں آباد ہیں، اور یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ امامِ اہلسنت نے ۱۸۹۷ء میں دو قومی نظریہ پیش کیا، حدیث شریف میں ہے: ”اتقوا فراسۃ المؤمن فانه خطر بنور اللہ“ اس فراستِ ایمانی کی

بدولت اہلسنت کے عظیم رہنما نے ۱۸۹۷ء میں پٹنہ کے ایک عظیم الشان جلسہ میں اور بعد میں ۱۹۳۰ء میں ایک سوال کے جواب میں جو کچھ فرمایا وہی دوقومی نظریہ کی بنیاد بنا، آپ نے مسلمانوں کو ہندوؤں اور انگریزوں کے فریب سے بے وقت آگاہ کیا، یہ وہ نازک دور تھا کہ بڑے بڑے لیڈر گاندھی کی آمدھی کا شکار ہو چکے تھے حتیٰ کہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی مٹلی، مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، ڈاکٹر اقبال اور جناح صاحب بھی ہندو مسلم اتحاد کی مضرت کو نہ سمجھ سکے۔

کتنی دکھ کی بات ہے کہ تحریک آزادی اور تحریک پاکستان کی تاریخ مرتب کرنے والے اور بددیانت مؤرخوں نے ان فرزند ان توحید اور مردان حق کی بے مثال قربانیوں کو نہایت طاق نسیان بنا دیا۔ جنہوں نے راج حق میں بے پناہ مظالم برداشت کئے جام شہادت نوش کیا، اس کے برعکس انگریز کے وظیفہ خوروں اور اسلام کے غداروں کو جنگ آزادی کا ہیرو بنا کر پیش کر دیا۔ اکابر سنی علماء فرنگی سامراج سے ٹکرائے، اسلام کے تحفظ کے لئے جان کی بازی لگا کر جمع حرمت کو ابدی تابانی بخشی اور انگریز کے خلاف سب سے پہلے تحریک آزادی کا سنگ بنیاد رکھا جو تاریخ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے نام سے مشہور ہے، جنگ آزادی سے متعلق تاریخ کی مروجہ نگہ میں اسلام کے ان جلیل القدر سپہ سالاروں کا کوئی ذکر نہیں، آزادی کی یہ جنگ سنی علماء و مشائخ کے جذبہ اسلامی اور خدمت دینی کا روشن باب ہے، بعد میں رونما ہونے والی تمام تحریک اسی تحریک آزادی کے سلسلہ کی کڑیاں اور جذبہ حرمت کے اس عظیم مینار کی کرنیں ہیں۔ فرنگی سامراج کے خلاف سنی علماء و مشائخ کی یہ تحریک غیر منظم ہونے کی وجہ سے کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکی، انگریز نے بظاہر تحریک آزادی کو کچل دیا، مگر وہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ حرمت کو نہ نکال سکے۔

تعصب کی بنا پر سنی علماء کو ویسے بہت کچھ کہا جاتا ہے مثلاً بدعتی، قبر کے بیجاری، میلا دھوان وغیرہ اس سے بڑھ کر انگریز کا ایجنٹ اور وفادار تک کہہ دیا حالانکہ تاریخ گواہ

ہے کہ سنی علماء نے ہی انگریز کی مخالفت میں پہل کی، یہاں تک کہ مشہور نقاد صوفی شوکت صدیقی بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ ”ان کے بارے میں وہابیوں کا یہ الزام کہ وہ انگریزوں کے پروردہ یا انگریز پرست تھے نہایت گمراہ کن اور شر انگیز ہے، وہ انگریزوں اور ان کی حکومت کے کٹر دشمن تھے کہ لغافہ پر ہمیشہ الٹا ٹکٹ لگاتے تھے اور فرماتے کہ میں نے جارج پنجم کو الٹا کر دیا، انہوں نے انگریز کی حکمرانی کو تسلیم نہیں کیا، مشہور ہے کہ وہ مولانا احمد رضا خان نے کبھی عدالت میں حاضری نہ دی اور یہ کہہ کر نہ دی کہ میں انگریز حکومت کو ہی جب تسلیم نہیں کرتا تو اس کے عدل و انصاف اور عدالت کو کیسے تسلیم کروں۔“

ایسی ہی جرأت و بہادری کا مظاہرہ فخر اہلسنت، تحریک پاکستان کے سرگرم رکن حضرت پیر غلام مجدد دسرہندی غیاری والے (ف ۱۳۷۷ھ) نے فرمایا، چنانچہ محمد صادق قصوری اور دیگر نے لکھا کہ آپ کو ۷ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو حیدرآباد سے گرفتار کیا گیا، اور انجمن ٹرین کے ذریعے کراچی لایا گیا، گرفتاری کے بعد والدہ ماجدہ نے بڑا جرأت انگیز اور ایمان افروز پیغام ارسال فرمایا: ”اگر تمہارا عقیدہ سچا ہے تو ہرگز ان سے معافی نہ مانگنا جو تمہارے عقائد کے خلاف ہیں اور اگر معافی مانگی تو اپنا منہ ہم کو نہ دکھانا۔“

اس کیس کی کارروائی میں وہ باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں اور ہماری نئی نسل کے لئے حشر راہ ہیں، آپ نے فرمایا: ”قید میرا ورثہ ہے کیونکہ میں تو غلام مجدد داؤد اولاد حضرت مجدد الف ثانی ہوں جن کو جہانگیر نے قلعہ کو الیاں میں نظر بند کر دیا تھا۔“ پھر ارشاد فرمایا: ”کاش مجھ پر آج یہ مقدمہ ہوتا کہ میں نے انگریز بادشاہ جارج پنجم کو قتل کیا ہے اور اس کے خون سے میرے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں۔“ اسی طرح انگریز جیلر کو تھپڑ مارنے کا واقعہ اسی طرح انگریز کلکٹر مسٹر گپسن (جو بعد میں چیف کمشنر بنا) کے شربت پیش کرنے پر یہ کہتے ہوئے شربت پینے سے انکار کر دینا کہ ”اگر اس گلاس میں شربت کی جگہ تمہارا خون ہوتا تو میں پی جاتا، اس لئے کہ تم ہمارے ترک بھائیوں کا خون بہا رہے ہو“ (تحریک پاکستان

اور مشائخ عظام، ص ۱۲۵-۱۲۶) یہ سارے واقعات ہمارے اسلاف کی انگریز سے نفرت کی ہمدست پر وال ہیں۔

امام اہلسنت نے ۱۳۱۸ھ/۱۸۹۷ء میں پٹنہ کے عظیم الشان اجتماع میں انگریزوں کے ہی خواہوں کی زبردست مذمت کی کہ ”ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم، مسلمانوں! سرکار اعظم ﷺ کا فرمان ہے کہ کفر ایک ملت ہے“ یعنی کفر بدطانیہ کا ہو تو وہ کفر ہے، کفر اگر امریکہ کا ہو تو وہ بھی کفر ہے، چاہے کفر ہندوستان کا ہو تو وہ بھی کفر ہے، کفر ایک ملت ہے، مسلمانو! تم یہ سمجھے ہم نے ہندوستان کے کافروں سے صلح کر کے لندن کے کفر کو بھگا دیا ہے اور ہندو تمہیں حکومت دیں گے؟ نہیں نہیں گاندھی اور اس کی لابی بھی یہی چاہتی ہے کہ مسلمانوں کو ساتھ ملا کر انگریزوں کو بھگا دیا جائے، اور اکثریت میں تو ہندو ہیں، یہ تمام ہندو سیاست پر چھا جائیں گے اور اس طرح ہندوستان پر ہماری حکومت ہو جائے گی اور مسلمانوں کو دوبارہ کچل دیا جائے گا۔“ (تحریک آزادی ہند اور مشائخ عظام کا کردار، ص ۱۴) اور امام اہلسنت نے ایسے وقت میں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائی جس وقت مسلمانوں کے نامی گرامی لیڈر ہندو مسلم اتحاد کے داعی تھے اور ان کی تمام کوششیں بھی اس قسم کے اتحاد کے وقف تھیں، مسلم قومیت کے علمبردار کی اخلاص سے بھرپور مدد و بھری رہنمائی ہی تھی، ان میں سے سنی حضرات آپ کی اور آپ کے تلامذہ و خلفاء کی کوششوں سے دو قومی نظریہ کہ حامی اور مؤید بن گئے۔

نامور صحافی اور تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن جناب محمد شفیع اس تاریخی حقیقت کا برملا اظہار کرتے ہوئے امام اہلسنت کو یوں خراج عقیدت پیش کیا: ”اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جس یک سوئی اور استقلال سے دور غلامی میں دین متین کی مدافعت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا، جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس کا اعتراف امت کے تمام طبقوں کو ہوتا جائے گا۔۔۔ جس وقت ہمارے اسلاف کی بد اعمالیوں سے سلطنت ہمارے ہاتھ سے چھن گئی تھی

اور جس دور میں سب سے اہم کام اس کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا کہ ملت کے کھاجا کو پارہ پارہ ہونے سے بچایا جائے، اُن کے عقائد کو منسوخ ہونے سے محفوظ رکھا جائے، اور ہر اس سازش کو کچل کر رکھ دیا جائے جس کا مقصد مسلمانوں کے دلوں میں محمد ﷺ کی غیر فانی محبت کا رشتہ مٹا کر غیر اسلامی عقائد کی ختم ریزی تھی، یہ کارنامہ اعلیٰ حضرت نے نہایت نامساعد حالات میں انجام دیا، اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت ملت اسلام عظیم محسن تھے۔“ (بحوالہ روزنامہ نوائے وقت، لاہور، ۷ جون ۱۹۶۸ء) (پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، ص ۲۳-۲۴)

اور علیحدہ مملکت کا مفصل اور واضح خاکہ سب سے پہلے ۱۹۲۰ء میں اہلسنت و جماعت کے فاضل عالم محمد عبدالقدیر بدایونی نے مسٹر گاندھی کے نام ایک خط میں پیش کیا تھا، یہ مفصل و مبسوط خط اخبار ”ذوالقرنین“ (بدایوں بھارت) میں مارچ و اپریل ۱۹۲۰ء میں قسط وار شائع ہوا، اس کے بعد رسالہ کی صورت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ پریس سے شائع ہوا۔ (تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، تقدیم از سید انور علی ایڈ وکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان، ص ۳۵-۳۶)

اور اس خط کا ذکر پاکستان کے مشہور مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنی انگریزی کتاب ”دی اسٹرگل فار پاکستان“ میں ذکر کیا ہے۔

اب ایک غیر جانبدار مشہور مؤرخ اور کالم نگار جناب میاں عبدالرشید صاحب کا بیان دیکھئے جو خصوصی توجہ کا مستحق ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”۱۹۲۰ء میں جب قرار داد پاکستان منظور ہوئی تو حضرت بریلوی کی کوششیں بار آور ہوئیں، اور علماء کرام اور پیران عظام سمیت آپ کے پیروکار اور متوسلین جسید واحد بن کر تحریک پاکستان کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے، اس طرح قیام پاکستان کے سلسلہ میں حضرت بریلوی کا حصہ علامہ اقبال اور قائد اعظم سے کسی طرح کم نہیں۔“

(پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ، مقتصد مولانا محمد جلال الدین قادری، ص ۲۴)

جب کہ سید انور علی ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان نے سنی عالم علامہ عبدالقدیر بدایونی کے گاندھی کو لکھے گئے خط ذکر کرنے کے بعد لکھا ”اس حقیقت کے پیش نظر کہ پاکستان کا مفصل خاکہ ۱۹۲۵ء میں جناب محمد عبدالقدیر بدایونی علیہ الرحمہ نے پیش کیا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ مصوٰر پاکستان علامہ اقبال نہیں بلکہ موصوف تھے علامہ اقبال نے پانچ برس بعد ۱۹۳۰ء میں آپ ہی سے روشنی حاصل کر کے سیاسی پلیٹ فارم سے یہ تصور پیش کیا، اس حقیقت کا اعتراف ہر انصاف پسند کو کرنا چاہئے۔“

(تقدیم تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم، ص ۳۶)

اور امام اہلسنت کے افکار و نظریات کی مسلم لیڈر ران پر اثر اندازی کو ڈاکٹر محمد مسعود نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ”پاک وہند کے عظیم مفکر اور شاعر اسلام علامہ اقبال جو پہلے ایک قومی نظریہ کے مؤید تھے اور بعد میں اس کے سخت مخالفت ہو گئے تھے، ”مکتوبات حضرت تاج محمد دالغ ثانی“ اور فاضل بریلوی کے ”فتاویٰ رضویہ“ کا عمیق مطالعہ فرمایا تھا، اس لئے ظن غالب ہے کہ علامہ کے افکار و خیالات میں ان دونوں تاخذ نے ایک انقلاب پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔“ (فاضل بریلوی ورثہ مولات، ص ۲۹)

سید انور علی ایڈووکیٹ سپریم آف پاکستان لکھتے ہیں: ”علمائے اہلسنت نے نہ صرف ”نظریہ پاکستان“ پیش کیا بلکہ سب سے پہلے مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے اس مقصد کو آگے بڑھانے کے لئے ۱۹۲۵ء میں مراد آباد میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کی بنیاد رکھی۔“ (تقدیم، ص ۳۶)

اس پس منظر کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی اور یہ تاریخی حقیقت کھل کر سامنے آ گئی سرزمین ہند پر حضرت تاج محمد دالغ ثانی کے بعد دو قومی نظریہ علماء و مشائخ اہلسنت و جماعت نے خصوصاً امام اہلسنت امام احمد رضا اور ان کے خلفاء و تلامذہ نے پیش کیا، یہی نظریہ قیام پاکستان کی اساس بنا، دیکھئے ڈاکٹر اقبال تو قیام پاکستان کا مطالبہ ۱۹۳۰ء میں

کرتے ہیں لیکن اس سے پانچ چھ سال قبل ۱۹۲۵ء کے اوائل میں اس ضرورت کا احساس ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ مراد آباد کے اجلاس میں علماء و مشائخ اہلسنت نے دلایا۔

مگر ہوا یہ کہ ان میں سے اکثر کے نام اور کام کو محفوظ کرنے کا بندوبست نہ کیا گیا، اس لئے آج مسلمانان ہند و پاک کی اکثریت ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں اور بعض کو متعصب و خائن تاریخ لکھنے والوں نے قصداً فراموش کر دیا اور ستم ظریفی یہ کہ کنگل جو لوگ صلح گنڈی کے قائل تھے، آج ان کو ”دوقومی نظریہ“ کا علمبردار قرار دے دیا گیا، جو انگریز کے خیر خواہ اور ان کے ایجنٹ تھے ان کو تحریک آزادی کا ہیرو بنا کر پیش کر دیا گیا اور جو کانگریس کے حامی، گاندھی اور نہرو کے خیر خواہ تھے اور پاکستان اور قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے مخالف تھے، انہیں ان کا نام پاکستان بنانے والوں اور اس کے قیام کے لئے جدوجہد کرنے والوں، قربانیاں دینے والوں کی فہرست میں شامل کر دیا گیا اور آج کا جوان جو تاریخی حقیقت سے بے خبر، اور تاریخ لکھنے والوں کی بددیانتی سے نا آشنا ہے وہ ان کی صلح گنڈی کے حامیوں کو دوقومی نظریہ کے علمبردار، انگریز کے ایجنٹوں اور مسلمانوں سے جنگیں لڑنے والوں کو آزادی کا ہیرو اور مخالفین پاکستان کو ہانپنا پاکستان بھگنے لگ گیا۔

ہاں ہم اپنے قصور کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ہم نے بھی اس معاملہ کو بخیدگی سے نہیں کیا، ہم بھی اپنی قوم کو حقائق سے آگاہ کرنے کی کوشش نہیں کی، ہمارے بچے نصاب میں تاریخ کے حوالے سے جھوٹ پڑھتے رہے، ہم نے ان کو کبھی سچ بتانے کی کوشش نہ کی، لوگ جشن آزادی کے نام پر خدا و رسول کی ناراضگی کا باقاعدہ اہتمام کرتے رہے، ہم نے انہیں اپنے رہنماؤں کی قربانیاں یاد نہ دلائیں، ان کے نام نہ بتائے، ان کے کارنامے نہ سنائے، ہمارے خطیبوں نے ممبروں پر بیٹھ کر آزادی کے لئے سعی کرنے والوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کی جیسی سعی کرنی چاہئے تھی ویسی نہ کی، ہاں ہاں ہم اعتراف کرتے ہیں ہم بھی قصور وار ہیں، کوتاہی ہم سے بھی ہوئی، سستی ہم نے بھی کی ہے۔ اور اس سستی،

کوٹاہی کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ سب کے سامنے ہے کہ کل دشمنان پاکستان اور وفادارانِ انگریز و کانگریس تھے آج جزوی طور پر ہم پر حاکم بنے ہوئے ہیں اور کئی طور پر حاکم بننے اور ہمیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی خواب دیکھ رہے ہیں، صرف خواب ہی نہیں بلکہ عملی طور پر جدوجہد میں مصروف ہیں۔ اور ہم ہیں جو اپنی اکثریت پر نازاں خواب غفلت میں مبتلا ہیں کہ ہم اکثریت ہیں اور اس پر خوش ہیں کہ ہم پاکستان کے بانی ہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ جس رفتار سے اور جس انداز سے نوجوانوں کے عقائد کو برباد کیا جا رہا ہے، اگر یہ سلسلہ مزید جاری رہا اور ہم سوئے رہے تو یہ اکثریت اقلیت میں بدل جائے گی اور جس طرح تاریخ کو بدل دیا گیا، دشمنان پاکستان کو بانیان پاکستان کے روپ میں پیش کر دیا گیا ہے، اگر تاریخ دانوں کی بددیانتی جاری رہے اور ہم نے نوجوان نسل کو تاریخی حقائق سے آگاہ نہ کیا اور ہم غافل رہے، مصلحت پسندی کا شکار رہے تو قوم ہمیں مخالفین پاکستان سمجھے لگ جائے گی اور ہمارے اسلاف کو جنہوں نے آزادی اور قیام پاکستان کے لئے اپنے تن من و دھن الغرض ہر قسم کی قربانی دی، اپنے جملہ مساعی صرف کئے، اُن کو خدا اران قوم اور دشمنان اسلام و پاکستان کہنے لگ جائے گی، اب بھی وقت ہے اگر ہمیں اپنے تشخص کو برقرار رکھنا ہے تو جاگنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ دارین کی سعادتیں عطا فرمائے اُن علماء و مؤرخین کو جو وقتاً فوقتاً تقریر اور تحریراً ہمارے ان بزرگوں کا تذکرہ کرتے رہے ہیں جن کے مساعی آزادی کا سبب بنے، جن کی قربانیوں نے ہمیں غلامی سے نجات دلائی، اور جو پاکستان کے حقیقی بانی ہیں، ان علماء میں ایک نام عوام اہلسنت کی ہر و عزیز شخصیت، عوام و خواص اہلسنت کا درد رکھنے اور اس محسوس کرنے والی ذات، اپنے شب روز مسلک و مذہب کے افکار کی ترویج اشاعت اور عمل کی تلقین کرنے والی ہستی ہے، میری مراد پیر طریقت رہبر شریعت سید شاہ تراب الحق قادری ہیں جنہوں نے اس بے خسی اور نفسانفسی کے اس دور میں آج کے نوجوانوں اور حقائق سے

بے خبر لوگوں کو سچ اور حق سے آگاہ کرنے کی سعی کی، عوام و خواص جو حقیقت سے نا آشنا ہیں انہیں بتایا کہ آزادی اور قیام پاکستان کے حامی کون لوگ تھے، اس کے لئے جدوجہد کن لوگوں نے کی، اور کون انگریزوں کے یا ر اور قوم کے خدار، ہندوؤں کے طرفدار اور قیام پاکستان کے مخالف تھے، کون انگریز کے وفادار اور اس کے مفادات کے حصول کے لئے کوٹاہی رہے اور پھر ہندوؤں کے خیر خواہ بن کر کانگریس میں شامل ہو کر کیا دیگر تحریک کے ذریعے ہندوؤں کے لئے کام کرتے رہے، اور آزادی ہند اور قیام پاکستان اس جدوجہد کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرتے اور پھر قیام پاکستان کے بعد اس کے حامی و بانی کہلانے لگے۔

فقط

احقر محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

سخن ہائے گفتی

اصل میں یہ حضرت کی ایک شرعی تقریر تھی جسے آپ کے ایک مرید، معلم علوم دینیہ محترم جناب عبدالرحمن قادری نے اسے لکھا اور حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت کی تصحیح کے بعد اسے ترجمانِ اہلسنت، ہنامہ ”مصلح الدین“ میں تین اقساط میں شائع کیا گیا، اور اب اسے دوبارہ تصحیح اور اضافہ کے بعد ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے، اور مجھے اس کی تقدیم اور حواشی کی ذمہ داری سونپ دی گئی، میں کما حقہ تو نہ بھاسکا اس کی چند وہاں تھیں جیسے ایک مناسب مواد کا نہ ہونا اور پھر جو ملا وہ بھی تاخیر سے ملا، پھر وقت نہ ملنا، اشاعت کی تاریخ کا بالکل قریب ہونا اور سب سے بڑی وجہ وہ یہ کہ میں لکھنے کا اہل نہ تھا یہ تو احباب کا حسنِ ظن تھا کہ مجھے اس قابل سمجھ لیا اور یہ محنت طلب کام میرے سپرد کر دیا، مگر حضرت کی دعاؤں کے حصول اور قوم و ملت اور وطن کی خدمت کرنے والوں کی فہرست میں شامل ہونے کے سئے میں نے حائی بھری اور پھر جب لکھنے بیٹھ دیکھا کہ یہ تو ایک مبسوط کتاب بن رہی ہے، جمعیت اشاعتِ اہلسنت (پاکستان) کے سلسلہ اشاعت کے سئے مسائل کھڑے ہونے کا خوف دامن گیر ہوا کیونکہ اس کا ایک ایڈیشن ممبران کو سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ارسال کیا جاتا تھا تو پوسٹ کرنے میں پریشانی ہوتی اور پھر حواشی اس نسخے پر لکھے جاتے تو وقت بھی اس بات کی اجازت نہیں دے رہا تھا کہ وقت پر کتاب کو منظر عام پر لایا جاسکتا تھا، ان وجوہات کی بناء پر کچھ کام چھوڑ دیا کہ کئی علماء اہلسنت کے حالات نہ لکھ سکا، اور کئی لکھے ہوئے صفحات اور کئی بائپ شدہ اوراق کو میں نے اس سے

الگ کر دیا، بہر حال جو کر سکا اسے میں اپنے لئے غنیمت سمجھتا ہوں، اس میں اُن احباب کا شکر یہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کام میں میرے ساتھ تعاون کیا اُن میں سرفہرست مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب، مولانا مختار صاحب ہیں، پھر مواد فراہم کرنے میں محترم عبدالرحمن قادری، سید رفیق شاہ صاحب، حضرت علامہ نسیم احمد صدیقی، محمد عنایت اللہ قادری اور مشورے عنایت فرمانے میں محمد عارف نوری صاحب، عملی طور پر تعاون کرنے میں مولانا محمد عرفان السانی وغیرہم قابل ذکر ہیں، میں ان تمام حضرات کا کہ جن کے اسامہ ذکر کئے ہیں اور جن کے ذکر نہ کر سکا سب کا مشکور و ممنون ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب کی کاوشوں کو اپنے حبیب کے صدقے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمارے اسراف کی قربانیوں کی قدر کرنے کی اور اُن کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے اُن کے قائم کردہ ملک کو بچانے کی ہم سب کوشش مرحمت فرمائے۔

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ

خادم جمعیت اشاعتِ اہلسنت (پاکستان)

تخلیق پاکستان میں علمائے اہلسنت کا کردار

”13 اگست 1991ء بمبئی ہزارہ رادر، کراچی میں ایک جلسہ عام سے حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری نے تحریک پاکستان اور علمائے اہلسنت کے کردار پر بھرپور خطاب فرمایا جسے کیسٹ سے سن کر حافظ عبدالرحمن قادری نے نقل کیا۔ پاکستان کے ساتھیوں یوم آزادی کے موقع پر قارئین کی معلومات کے لئے پیش خدمت ہے“

نحمدہ ووصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم
محترم حضرات! سب سے پہلے تو میں عرض کروں گا کہ پاکستان کیوں بنا؟ اس کی غرض و غایت کیا تھی؟ پاکستان بنانے کا شوق ہمیں کیوں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے تھے کہ ایسی آزاد مملکت بنے کہ جس میں مسلمان اپنے عقیدے کے مطابق حکومت بنائیں۔ سیاسی نظام تشکیل دیں، اسد کی حکومت ہو، ہر شخص کو انصاف ملے، ہر شخص کے ساتھ عدل ہو، نمزوں کے پابند ہوں، ہماری نسلیں انگریزوں کی تباہ کاریوں سے بچ جائیں۔ اس نئے ایک خطہ ہمیں الگ درکار تھا۔ نفاذ اسلام اور نظام مصطفیٰ ﷺ نافذ کرنے کے لئے ہمیں پاکستان بنانے کی ضرورت پڑی۔

جو خطہ حاصل کرنے کا ہم نے خواب دیکھا اس سرزمین کا نام تحریک کے دوران ”پاکستان“ تجویز کیا گیا۔ پھر تحریک پاکستان چلی اور پاکستان بن گیا۔ اصل مقصد دین کا، شریعت کا، نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ تھا۔ یہ اس کی اولین ترجیحات تھیں اور یہ بات یونہی مبہم

نہیں بتائی جا رہی بلکہ اس کا تذکرہ باقی پاکستان جناب محمد علی جناح نے متعدد جلسوں میں کیا، علمائے اہلسنت نے بنارس کی ”مستی کانفرنس“ میں جو قرارداد پیش کی اس کے محرکات بھی یہی تھے۔ چاروں طرف سے جب مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان ہوا تو سب کے نزدیک یہ بات تھی کہ ایسا ملک ہو کہ جس میں نفاذ اسلام ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران ۸۵) یعنی اگر اسلامی قانون کے علاوہ کسی نے اور قانون قبول کیا وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ہرگز قبول نہیں ہوگا۔ نہ صرف یہ کہ اللہ رب العزت کے یہاں ناقابل قبول ہوگا بلکہ آخرت میں بھی ایسے لوگ خسارے میں ہوں گے۔ جنہوں نے اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنا لیا ہو۔

عزیزان گرامی! ہم نے دین کا ترجمہ قانون کیا تو آپ حضرات بہت ممکن ہے یہ کہہ دیں کہ دین تو نماز پڑھنے کا نام ہے، روزہ رکھنے کا نام ہے، دین جو ہے ایک طریقے کا نام ہے لیکن میں عرض کروں کہ دین کا ترجمہ آئین بھی کیا جاسکتا ہے۔ دین کا ترجمہ قانون بھی کیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید فرقان حمید سے میں ایک مثال عرض کرنا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو کنوئیں میں ڈال دیا کنوئیں سے نکلنے کے بعد آپ مختلف جگہوں سے گزرتے ہوئے مصر پہنچ گئے اور شاہ مصر کے دربار میں پہنچنے کے بعد ایک ذرا ایسا آیا کہ آپ بادشاہ بن گئے جب وہ مصر کے بادشاہ بنے اس دوران جہاں حضرت یعقوب علیہ السلام رہتے تھے وہاں سخت قحط ہوا۔ قحط ہونے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے دو بھائی شاہ مصر کے دربار میں جانے کے ارادے سے نکلے کیونکہ مشہور ہوا کہ شاہ مصر غریب لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ دونوں بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں پہنچے۔ ان میں ایک بھائی آپ کے سوتیلے اور ایک بھائی شگے تھے۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے دونوں بھائیوں کو پہچان لیا جب کہ وہ یوسف علیہ السلام کو نہ

پہچان سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سگے بھائی کو بلا نے کے بعد کہا کہ سنا تھا کہ تمہارا کوئی بھائی یوسف تھا؟ اس نے کہا ”ہاں“۔ جانتے ہو اس کا کیا ہوا؟ اس نے اور کچھ جواب دیا۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ یہ جو تمہارے سامنے کھڑا ہے یہی تمہارا بھائی ہے اور میں مصر کا بادشاہ ہوں مگر خبردار اس راز کو اپنے دوسرے بھائی سے بیان نہ کرنا۔ ان کو خاموش کر دیا۔ خاموش کرنے کے بعد چونکہ دونوں بھائی اعانت اور مدد کے لئے آئے تھے۔ چنانچہ ان کی اعانت کی گئی۔ اس زمانے میں ترازو کا رواج نہیں تھا بچہ نہ جوگاس نما ہوتا تھا اس کا رواج تھا۔ چنانچہ اس بچے سے بھر کر جب دونوں کو غنہ دیا گیا تو غلہ دینے کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کی ہدایت پر سگے بھائی کے ہاں میں شاہی پکا نہ کور کھ دیا گیا۔

جب یہ دونوں حضرات غنہ لے کر گئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا شاہی پکا نہ چوری ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد پر ان دونوں بھائیوں کو بلایا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اہا راشی پکا نہ چوری ہوا ہے تم میں سے کسی کے پاس تو نہیں ہے انہوں نے کہا ہم تو آپ سے لہا دلینے آئے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے تھوڑی آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو چاہئے تو یہ تھا کہ دونوں کی تلاشی کرتے۔ جس کے پاس پکا نہ نکلتا اس کو سزا دے دی جاتی۔ مگر کیا یہ کہ آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ جس کے پاس چوری کا مال برآمد ہو اس کی کیا سزا ہے؟ تو وہ بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کا حکم جانتے تھے تو دونوں بھائیوں نے یہ کہا کہ اہا رے یہاں قانون یہ ہے کہ جس کے پاس سے مال نکلے اس کو قید کر لیا جائے۔ یوسف علیہ السلام کے دربار مصر میں یہ قانون تھا کہ جس کے پاس سامان برآمد ہو اسے سزا دی جائے، لیکن ان کی غرض یہ تھی کہ سگے بھائی کو یہاں روک لیا جائے تو سگے بھائی کے مال میں پکا نہ دہرایا گیا۔ یوسف علیہ السلام نے کہاں حکمت سے ان سے پوچھا ”اب بتاؤ جس کے پاس پکا نہ برآمد ہو اس کی سزا کیا ہے؟“ انہوں نے کہا ”جس کے پاس پکا نہ نکلے اسے قید

کر لیا جائے“ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تلاشی لو۔ جب دونوں کی تلاشی لی گئی تو سگے بھائی کے مال میں پکا نہ برآمد ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے تمہارے بھائی کو گرفتار کر لیا۔ اپنے پاس رکھو اب تم جاسکتے ہو۔ اس طرح دوسرے کو روانہ کیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ﴿مَسَاكِنًا لِأَخِيذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ﴾ (یوسف: ۷۶)

آپ دنیا کی تمام تفاسیر اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہاں آیت میں جو لفظ ”دین“ استعمال ہوا اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے قانون کے مطابق یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو قید نہیں کر سکتے تھے مگر قرآن پاک نے کہا ﴿كَذَلِكَ كُنَّا لَبِئْسُؤُفَّ﴾ (یوسف: ۷۶) یہ تدبیر یوسف علیہ السلام کو ان کے رب نے بتائی تھی۔ رب نے تعلیم فرمائی تھی تو قرآن مجید سے ہم نے ثابت کیا کہ ”دین“ کے معنی ”قانون“ کے بھی ہیں تو اب خطبہ میں پڑھی گئی آیت کا ترجمہ اور مفہوم یوں ہوگا کہ جو اسلامی دین کے عداوہ کسی اور دین کو قانون بنائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ ناقابل قبول ہے اور آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہے۔

عزیزان گرامی! پاکستان کو اس بیٹے بنا دیا گیا کہ یہاں ”دین“ کا قانون ہو، ”شریعت“ کا قانون ہو، ہم اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزاریں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان کے ایک جلسے میں کسی نے جناب محمد علی جناح صاحب سے پوچھا تھا کہ پاکستان میں کونسا قانون ہوگا؟ بانی پاکستان نے قرآن مجید اٹھ کر کہا تھا کہ پاکستان کو کسی قانون بنانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ پاکستان کا قانون بنا ہوا ہے یعنی قرآن مجید فرقان حمید۔ یہ وعدہ کیا گیا کہ جب پاکستان بنے گا تو قرآن مجید کی حکمرانی ہوگی یعنی شریعت مطہرہ، نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہوگا۔ یہ پاکستان سیکولرزم (Secularism) کے تحت نہیں بنا سوشلزم (Socialism) یا کمیونزم (Communism) کے تحت نہیں بنا۔

پاکستان اگر بنا تو اسلام کے نفاذ کے لئے بنا ہے۔ اب جو اس نظریہ کو نہیں مانتا۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ پاکستانی نہیں، آپ کے دستور کے مطابق، آئین کے مطابق بھی وہ پاکستانی نہیں ہے۔ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ صدر مملکت کا حلف نامہ، وزیراعظم کا حلف نامہ، اسپیکر کا حلف نامہ، ممبر قومی اسمبلی کا حلف نامہ، اس میں اس بات کو مانا گیا کہ ”پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور نظریہ پاکستان کا میں ہی فطری ہوں گا اس کو جاری کرنے اور نافذ کرنے کی میں کوشش کروں گا۔“

لیکن سنے تلے جسے آئین میں بھی موجود ہیں پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور اسلام کے نفاذ کی خاطر وجود میں آیا اور پاکستان میں سوائے اسلام کے نفاذ کے کوئی اور نظام سوشلزم، کمیونزم نہیں چل سکتا۔ اب آئیے ہم وسیع تر حالات کی طرف نظر کریں۔ پاکستان معرض وجود میں کیسے آیا؟ یہ ایک بڑی تاریخ ہے۔ انگریز بڑا مکار ہے ایسا مکار ہے جس کا نقشہ کبر الہ آبادی نے خوب کھینچا وہ کہتا ہے:

(حضرت) عیسیٰ سے کہہ دو کہ گدھے اپنے باندھ لیں

کھیتی چرگئے ہیں حضرت آدم کی تمام

کہ عیسائی حضرت آدم کی کھیتی چر گئے۔ ہندوستان کو تباہ کر دیا، برباد کر دیا، مسلمانوں کے تشخص کو پا ہاں کر دیا۔ غرض یہ کہ بڑی عیاری اور مکاری سے ہندوستان میں گھسا اور جب تک سلطان ٹیپو زندہ رہا، سلطان ٹیپو کے ارد گرد علاقوں پر انگریز تسلط جا چکا تھا اور کچھ پر سلطان ٹیپو کا نام فتح مل ہے، جب کہ والد کا نام حیدر علی ہے، اُن کے والد نے اُن کے نام میں ٹیپو سلطان کا اضافہ اسکاٹ کے ایک برٹش حضرت ٹیپو متان ولی سے عقیدت کے باعث کیا۔ بیشتر مؤرخین کے خیال کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲ صفر ۱۱۶۵ھ (۳۱ دسمبر ۱۷۵۱ء) ہے۔ عام اسد م کے اس عظیم جنرل کی پیدائش بنگلور سے تقریباً ۲۲ میل دور ایک قصبہ دیون علی میں ہوئی۔ حیدر علی نے اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام کیا، تھے ٹیپو کو قرآن کریم، فقہ عربی، فارسی، فرانسیسی، انگریزی اور مقامی زبان کی تعلیم دی گئی۔ وہی اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ فوجی حرب کی

اس کی حکومت نہ تھی تو انگریز کے معاون و مددگار تھے اور پھر مرہٹے اور نظام دکن پہلے ہی تعلیم کا خاص اہتمام کیا گیا، سلطان ٹیپو نے اس عہد میں ہوش سنبھالا، جب برصغیر پاک و ہند کی عظیم اسلامی مملکت سیاسی خلفشار کا شکار تھی، اور انگریز عالمگیر کی وفات کے بعد جگہ جگہ خود مختار ریاستیں وجود میں آچکی تھیں، اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر انگریز ایسٹ انڈیا کمپنی کے بھیں میں اپنے جال پھیلانے لگے تھے، ۱۷۸۰ء (۱۷۶۳ء) میں بنگال سے اودھ تک انگریزوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی

انگریز حیدر علی کی بڑھتی ہوئی طاقت سے خائف تھے، انگریزوں اور حیدر علی کے مابین پہلی جنگ کا آغاز ۱۱۸۱ء (۱۷۶۷ء) میں ہوا۔ دوسری جنگ ۱۱۹۲ء (۱۷۸۰ء) میں ہوئی، ۳۰ دسمبر ۱۱۹۶ء (۶ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو حیدر علی کا انتقال ہوا۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۱۹۷ء (۲۶ دسمبر ۱۷۸۲ء) کو سلطان ٹیپو کی تخت نشینی عمل میں آئی، انگریزوں نے بد نور کے قلع پر قبضہ کیا تو ٹیپو سلطان شعبان ۱۱۹۷ء (۱۷۸۳ء) بڑی فوج لے کر بد نور کی سرحد پر پہنچ گئے، بالآخر انگریز مسیح پر مجبور ہوا، ۱۸ ربیع الثانی ۱۱۹۸ء (۲۷ مئی ۱۷۸۳ء) میں ٹیپو سلطان اور انگریزوں کے مابین معاہدہ ہوا، پھر مرہٹوں اور نظام دکن نے باہم اتفاق کر کے سلطان ٹیپو پر حملہ کرنا چاہا، سمجھانے پر بھی نہ سمجھے، آخر کار راجا دی اللالہ ۱۲۰۱ء (فروری ۱۷۸۷ء) میں چند مصرعوں کے بعد وہ لوگ صلح نامے پر دستخط کرنے پر رضامند ہوئے۔

انگریز کی توسیع پسندی کی راہ میں اگر کوئی مؤثر قوت حال تھی تو وہ سلطان ٹیپو کی رہنمائی میں تھی، چنانچہ اس نے نظام دکن اور مرہٹوں کے ساتھ مل کر سلطان ٹیپو کے خلاف اتحاد قائم کر لیا، فریقین کے درمیان لڑائی کے تین دن ہوئے، آخر کار راجا دی اللالہ ۱۲۰۶ء (فروری ۱۷۹۲ء) میں سرنگاپٹم کا محاصرہ کر لیا گیا اور صلح نامے پر دستخط ہوئے جس کی زد سے ٹیپو سلطان کو اپنی نصف مملکت سے دستبردار رہنا پڑا۔ ۱۲۱۳ء (اپریل ۱۷۹۹ء) میں ایک انگریز نڈا کراٹھ کر رہا تھا دوسری طرف صلیبی تیاری میں مصروف تھا اور سلطان ٹیپو پر فرانسیسیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کو تباہ کرنے کا اہرام لگا دیا، چوبیس گھنٹے کا وقت دیا اور جواب کا انتظار رکھے بغیر اعلان جنگ کر دیا، اس طرح انگریز جنرل ہیبرس نے اکیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل فوج کے ساتھ ۹ رمضان المبارک ۱۲۱۳ھ (۱۳ فروری ۱۷۹۹ء) کو میسور کی طرف رخ کیا اور ۲۸ رمضان (۵ مئی) کو جنرل ہیبرس میسور میں داخل ہوا، ۷ شوال کو بنگلور پر قبضہ کر لیا، ٹیپو سلطان نے انگریزوں کی اس پیش قدمی کے پیش نظر مقابلے کی تیاری شروع کر دی، جنرل ہیبرس نے

سلطان کے مخالف تھے مزید برآں میر صادق جیسوں کی غداری، تو یہ سارے اسباب تھے کہ سلطان نیپو ہم بظاہر ناکامی کا شکار ہو گئی حقیقت میں بعد والوں کے دل میں آزادی کی نہ بچنے والی چنگاری سوسگائی، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو رحمت و رضوان کے پھولوں سے بھر دے، سلطان نیپو نے اپنی ایرانی اور ایٹالی قوت سے انگریز کو ہندوستان پر مسلط ہونے سے روکا۔ لیکن مسلمانوں کی بہ قسمتی کہیں کہ مسلمان کے اپنے ہاتھوں مسلمانوں کے بظاہر خیر خواہ اور اصل میں دشمن حضرات نے انگریزوں سے مل کر سلطان نیپو کو شکست دی۔ سلطان نیپو ۱۲۱۳ھ/ ۱۷۹۹ء میں انگریزوں سے جنگ ہار گیا۔ مئی ۱۷۹۹ء/ ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۱۳ھ میں اس مرد ۷۰ فیصد ۲۳ (۱۲۲ اپریل ۱۷۹۹ء) کو سرنگا بنم کے دہر توپیں نصب کر دیں، کلاہ باری شروع ہو گئی، ۳ مئی کو قلعہ کی فصیل میں چھوٹا سا شکاف پڑ گیا، جنرل ہیرس نے فوراً حصے کا فیصلہ کیا، ایسے موقع پر نڈارا بن منت انگریزوں کے کام آئے، میر صادق نے تنخواہیں دینے کے بہانے ان فوجیوں کو بلا لیا جو قلعہ کی فصیل کے شکاف کی حفاظت پر متعین تھے، چنانچہ انگریز فوج بلا تکلف و بلا مزاحمت شکاف کے راستے قلعہ میں داخل ہو گئی ابھی ایک اور سمت سے حملہ کرنے والی انگریز فوج کو شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا کہ ان پر سید غفار کے دستے نے دھوا بولا تھا۔

سلطان نیپو وفاقی انتظامات میں بھرپور طریقے سے مصروف تھے، ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۱۳ھ (۴ مئی ۱۷۹۹ء) کو دہر کا کھانا سامنے لایا گیا، قلمہ اٹھایا ہی تھا کہ وفادار افسر سید غفار کی شہادت کی خبر ملی، کھانا چھوڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”ہم بھی مقترب جانے والے ہیں“۔ سلطان نیپو پیدل دوڑ سے اور اپنی منتشر فوج کو مجتمع کرنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن سپاہی اپنی قوم کو پیٹھ پیٹتے تھے، آخر کار گھوڑے پر سوار ہوئے دروازے کے طرف بڑھے، اُسے میر صادق نے بند کر دیا تھا تا کہ سلطان نیپو باہر نہ جاسکیں، پھر میر صادق یہ کہتے ہوئے نکلا کہ میں تمک لانا ہوں لیکن سلطان نے اس کی غداری کو بھانپ لیا اور تمک و رکاوٹ کے اس قابل فریقین شخص کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور خود اس دروازے کی طرف بڑھے جہاں سے قلعہ کے اندرونی حصے کو راستہ جاتا تھا، گزرنے کی کوشش میں تین بار رنجی ہوئے گھوڑے نے رنجی ہو کر ہتھوڑ دیا اور اب بھی وہ مردانہ وارڑتے رہے اور شدید رنجی ہونے کے باوجود مردانہ وارڑتے رہے اور شہادت پائی (شیر کی ایک دس کی زندگی اور حکیم چغتائی، اردو ڈائجسٹ، آزادی نمبر، اگست ۲۰۰۲ء، ص ۸۰-۸۶)

مجاہد، مرد آہن کا وصال ہو جاتا ہے۔ وہ ایسا جرأت مند آدمی تھا کہ ہم نے تاریخ میں پڑھا کہ جس وقت سلطان نیپو کو شہید کیا جا رہا تھا یہ اس کی شہادت کے وقت ابھی حیات کی رفق اس میں باقی تھی جس کو ہم جاگتی کا عالم کہتے ہیں۔ کسی پر جاگتی کا عالم ہو ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں۔ آدمی میں پکڑنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن مؤرخین نے لکھا کہ سلطان نیپو جب رنجی حالت میں میدان جنگ میں پڑا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں تمکوار تھی۔ جب تک روح جسم میں باقی رہی تمکوار اس کے ہاتھ میں رہی۔ آپ غور فرمائیں کہ عین روح نکلنے اور جان نکلنے کے عالم میں ایک انگریز آگے بڑھا۔ بڑھنے کے بعد وہ اس مسلمان شیر کے ہاتھ سے تمکوار چھیننا چاہتا تھا یا کچھ گستاخی کرنا چاہتا تھا تو جناب! سلطان نیپو نے عین جاگتی کے عالم میں اپنی تمکوار اٹھا کر انگریز کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور کہا ”سلطان نیپو میں حیات کی رفق باقی ہے اس سے تمکوار اس وقت چھینی جائے گی جب حیات کی کوئی رفق سلطان نیپو میں باقی نہ ہو“۔

ہم نے حالات میں پڑھا کہ اس کا وہ غلام اگر پیچھے سے دروازہ بند نہ کرنا اور سلطان نیپو کو انگریز نہ گھیرتے اگر وہ قلعے کا پچھلا دروازہ بھی کھلا رہتا جس کے ذریعے سلطان اپنے قلعے میں جانا چاہتا تھا تو وہ محفوظ رہتا لیکن اُسے بند کر دیا گیا۔ سلطان نیپو اس طرح اپنے غداروں کی سازشوں کے ذریعے موت کا نشانہ بن گیا۔

اسی طرح آزادی کی بنیاد ڈالنے والا سب سے بڑا مجاہد جس کو تاریخ دانوں نے بھلا دیا، مؤرخین نے جس کے ساتھ انصاف نہیں کیا، لکھنے والوں نے جس کے ساتھ عدل نہیں کیا۔ وہ آپ جانتے ہیں کون ہے جس نے آزادی کا سب سے پہلا پتھر رکھا؟ جس نے آزادی کا سب سے پہلے سنگ بنیاد رکھا؟ وہ مرد مجاہد حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ تھے (۲)، جو دہلی آئے اور تاریخ سے آپ کی بہادر شاہ ظفر سے ملاقات بھی ثابت ہے۔

مجلد حریت، مجاہد ملت، میر کاروان جنگ آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی عمری حنفی ماتریدی جی ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں اپنے آبائی وطن خیر آباد خیر آباد میں پیدا ہوئے، آپ کے

(۳) اور اس کے بعد میں علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ یہ انگریز ہمارے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی علیہ الرحمہ میں ممتاز اور علوم عقلیہ کے اعلیٰ درجہ پر سر فراز تھے، حضرت علامہ کے والد حضرت مولانا راشد ہرگام پور سے خیر آباد شریف لا کر سکونت پذیر ہوئے تھے۔ (سیرت علامہ فضل حق خیر آبادی، ماخوذ از خون کے آنسو، ص ۶، مدہ کرہ علامہ، ص ۱۶۴)

ترم علوم عقلیہ و نقلیہ اپنے والد حضرت فضل امام خیر آبادی سے حاصل کئے اور مدرسہ شریف مجتہد شہیر شاہ عہد القادر مجتہد دہلوی سے دہلی میں حاصل کی (مقدمہ بیوا قیت المیر یہ ص ۴)۔ چنانچہ حضرت علامہ نے ۲۲۵ھ بمطابق ۸۰۹ء تیرہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی اور چار ماہ کچھ روز میں قرآن شریف حفظ کیا۔ (سیرت علامہ فضل حق خیر آبادی، ص ۱۲۔ مقدمہ بیوا قیت المیر یہ ص ۴)

علامہ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں: مولانا فضل حق نے آگے بڑھ کر دو پیش علم و فضل، مہارت و ریاست کو جلوہ گر دیکھا۔ جس وقت علامہ فضل خیر آبادی سے دہلی پہنچے تو یک سے بڑھ کر ایک باکمال نظر آئے، مفسرین، مجتہدین، فقہاء، فلاسفہ، اولیاء، شعراء۔ جس طبقے پر نظر ڈالے تو سب ہی موجود تھے، آپ کے واد، جد مکان کے علاوہ ہاتھی اور پالکی پہ بھی دربار جاتے وقت ساتھ بٹھا کر درس دیتے تھے، اور مصرنی ہی سے موقوفات میں اپنے جیسا پگانہ دربار کا رہتا تھا اور موقوفات کی تحصیل کے لئے شاہ عہد القادر مجتہد رحمۃ اللہ علیہ، شاہ عہد العزیز مجتہد رحمۃ اللہ علیہ کی درس کا ویک پہنچا دیا۔ (سیرت علامہ فضل حق خیر آبادی، ص ۲)۔ حضرت کے علمی مقام اور ان کی علمی جلالت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے معاصرین میں بے نظیر اور حد درجہ ممتاز تھے۔ آپ تقدیس الہی جل و علا اور موسیٰ رسالت علیہ الخیۃ والکرام کے محاذ اور اسلام اور اہل اسلام کے خیر خواہ اور اہلسنت کے ان علماء میں سے تھے جن کا نام "تاریخ ہند" میں ہمیشہ شہری حروف سے لکھا جائے گا۔

اور آپ کو انگریزوں نے (فتویٰ جہاد اور اہل ہند کو انگریز کے خلاف جہاد کے لئے تیار کرنے کے جرم میں) قید ہند کے رہانے میں جزیرہ رنگون (یعنی جزیرہ اندامان جسے کالا پانی کہا جاتا تھا) میں قید کر دیا، وہیں ۱۲ صفر المظفر ۱۲۷۸ھ بمطابق ۱۸۶۱ء کو آپ کا وصال ہوا۔ (تذکرہ علماء ہند فارسی، مصنفہ مولوی رحمان علی، ص ۱۶۵)

بہادر شاہ ظفر آخری مغل تاجدار ۱۷۵۷ء میں پیدا ہوئے اور ۸۷ سال کی عمر میں

زہنوں میں چھاجائے گا۔ مسلمان کی نسل کشی کرے گا۔ ہمارے مذہب اور شخص کو تباہ و برباد کر دے گا۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۸۵۷ء میں دہلی میں بیٹھ کر انگریز کے خد ف جہاد کا فتویٰ دیا۔ (۴) جب فتویٰ مرتب کیا سب اکابر علماء سے اس فتویٰ پر دستخط کرائے۔ سارے اکابر علماء نے اس جہاد کے فتوے پر دستخط فرمائے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا جہاد کا فتویٰ جاری کرنا تھا کہ ہندوستان بھر میں انگریز کے خد ف ایک بہت بڑی عظیم لہر دوڑ گئی اور گلی گلی، قریہ قریہ، کوچہ کوچہ، بستی بستی، شہر شہر وہ قتل وہ جہال ہوا کہ انگریز حکومت کی چوبلیں مل گئیں۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ انگریز بڑا مکار اور خبیث ہے اس نے اپنی تدبیریں لڑا کر بڑے بڑے لوگوں کو خرید کر اور ڈرا دھمکا کر بے شمار لوگوں کو قتل کرنے کے بعد اس نے تحریک کو کچل دیا۔ آزادی کی تحریک کو کچل تو دیا مگر حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی نے آزادی کا سنگ بنیاد رکھ دیا تھا اس کو بظاہر انگریز نے وقتی طور پر کچل دیا۔

۱۸۶۲ء میں جزیرہ رنگون میں جد وطنی کی حالت میں انتقال کر گئے، ان کے دور حکومت کے آخری ایام میں انگریز شاہی خاندان کو حق چٹائی سے محروم کر کے مغلیہ دور حکومت کے خاتمہ کے خواہاں تھے، بہادر شاہ ظفر اس پر راضی نہ ہوئے کے باوجود کچھ کرنے سے قاصر تھے، اسی دوران جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا آغاز ہوا اور بادشاہ گرفتار ہوئے اور جہاں تک بادشاہ سے علامہ کی مدد کا تعلق ہے تو فشی جیون لال کا "روزنامہ" ۲۱ اگست، ۲۴ ستمبر، ۶ ستمبر اور ۷ ستمبر ۱۸۵۷ء کو مد کا تعلق ثابت کرتا ہے (دیکھئے غدر کی صبح و شام، "روزنامہ فشی جیون لال" ص ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱) اور علامہ عہد انکیم شرف قادری اس کے تحت لکھتے ہیں اس "روزنامہ" سے علامہ کی باخبری اور انقلابی سرگرمیوں کا اندازہ ہوتا ہے، اور علامہ نے موجودہ صورت حال کے متعلق بادشاہ سے گفتگو کی۔ (باغی ہندوستان ترجمۃ الثورة الہندیہ، حرف آغاز، ص ۱۴، مطبوعہ المستازہ پبلی کیشنز، راجپور)

۲ علامہ مشتاق احمد نظامی نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا کہ "آخر علامہ فضل حق نے ترش سے آخری تیر نکالا، بعد نماز جمعہ جامع مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی اور استقامت پیش کیا، مفتی صدر الدین خان، مولوی عبدالقادر، قاضی فیض اللہ مولانا فیض احمد بدایونی، وزیر خان اکبر آبادی، سید مبارک حسین رامپوری نے دستخط کر دیے"۔ (سیرت فضل حق خیر آبادی، ص ۲۲)

انگریزوں کے کچنے کے بعد کیا ہوا مسلمانوں کے جوش و ولولہ ٹھنڈا ہو گیا کیونکہ اکثر مجاہدین قتل کر دیے گئے تھے اور جس زمانے میں انگریزوں کے خلاف آواز اٹھی یہ ۱۸۵۷ء کی بات ہے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی اس وقت ولادت ہو چکی تھی، آپ اس وقت ایک برس کے تھے۔ (۵) آپ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کو رنمنٹ کے خلاف جہاد شروع ہوا اور بریلی شریف میں جو کمپ تھا وہاں مجاہدین کو تربیت دینے والے کون لوگ تھے؟ تاریخ پر نظر ڈالیں وہ حضرت علامہ مولانا تقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۶) (اعلیٰ

۵ مولانا غلام مہر علیؒ "نہج مجاہد" کے عنوان سے لکھتے ہیں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانہ میں امام اہلسنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلویؒ قدس سرہ کی عمر صرف ایک سال تھی۔

ایک دن ایسا بھی اتفاق ہوا کہ کسی مجاہد نے مولانا تقی علی خاں سے مل کر امام اہلسنت کو ملے کر گود میں بٹھالیا اور آپ کی تلوار آپ کے گلے میں لٹکا کر کندھے پر اٹھالیا اور پکار پکار کر کہنے لگا یہ تھا چٹان مجاہد بھی اسلام پر قربان ہونے کے لئے تیار ہے، آپ کے والد، جد مولانا تقی علی خاں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، فرما نے لگے کاش کہ اس ماجرا کی کئی آج اسلام کے کام آجاتی، آپ کے دادا مولانا رضا علی خاں جو مجاہدین کو ضروری ہدایت دے رہے تھے، انے یہ بات سن لی، فرما نے لگے بیٹا غم مت کرو تمہارا یہ بیٹا مرتد بن اسلام، گستاخاں انبیاء و اولیاء کے لئے تلوار ہے نیام ہو گا اور اس سے رب اعزہ و دکار عظیم لے گا جو اس صدی میں بڑے بڑے غاریوں سے نہیں ہو سکے گا، اس فرزند جلیل کی ساری خدمت اسلام کے لئے وقف اور تہجد اسلام کے لئے شایوں گی۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۷)

۶ مولانا غلام مہر علیؒ لکھتے ہیں جب روہیلہ کھنڈ بریلی کے اکناف میں انگریزوں کی اقتدار بڑھنے لگا تو جنرل بخت خاں نے مجاہد جلیل مفتی عنایت احمد کو مجاہدین کی ترتیب کے سب سے بریلی بھیجا اور انہیں ہدایت کی گئی کہ مولانا رضا علی خاں کی ہدایت سے مکمل استفادہ کیا جائے مولانا نے اپنا مال و منال تمام مجاہدین پر صرف کر دیا، مفتی صاحب نے آپ کے پاس ہی رو کر میدان کارزار کے منصوبے بنا کر انگریزوں کو شکستوں پر شکستیں دیں، مولانا رضا علی خاں کے فرزند ارجمند حضرت مولانا تقی علی خاں کی ڈیوٹی مجاہدین کو ہر قسم کا رسم پہنچانے پر لگی ہوئی تھی، آپ کی جامع مسجد میں ہر وقت دیکھیں چوبیس پر رہتیں اور مجاہدین کے لئے انگڑیاں جاری رہتا تھا۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۸)

حضرت کے والد ماجد، حضرت علامہ مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ (۷) (اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کے دادا) تھے (۸)۔ وہاں بریلی میں بھی مجاہدین کی صفیں درست ہوئیں۔ انگریزوں کے خلاف صفیں درست ہونے کے بعد انگریزوں پر حملے ہوا کرتے تھے لیکن جب اس تحریک کو کچل دیا گیا تو بظاہر یہ تحریک ٹھنڈی ہو گئی لیکن انگریزوں کے علم میں یہ بات تھی کہ تحریک کھو ہم نے دبا دیا لیکن جذبہ جہاد لوگوں کے دلوں سے نکالنا معمولی کام نہیں۔ ملکہ وکٹوریہ، جڑیل نے ایک مکارانہ چال چلی وہ کیا؟ ہندوستان میں اعدان ہوا کہ جتنے بھی باغی ہیں سب کو معاف کر دیا گیا ہے۔ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی چونکہ قوم کو ابھی ان کی ضرورت تھی تو آپ انگریزوں کے ہاتھ ابھی نہیں آئے تھے۔ ظاہر ہے کہ مجاہدین کو خفیہ ہدایت جاری کرتے اور بریلی سے نکل گئے۔ وہاں سے نکلنے کے بعد کسی طرح علی گڑھ (Aligarh)

۷ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے شجرہ طیبہ کو مولانا رضا علی خاں کی مسابقتی سے حیات چا وہاں ملی۔ جنگ آزادی کے عظیم رہبر و جلیل القادہ مولانا رضا علی خاں نے اس تحریک آزادی میں شب و روز بریلی کے گرد و نواح میں مجاہدین کی ترتیب و ترتیب میں بسر کئے، باوجود ضعیف العمری کے کئی معرکوں میں خود شمشیر بکف ہو کر انگریزوں کے لئے پیغام اجل ثابت ہوئے۔

آپ کی ولادت ۱۲۲۲ھ میں ہوئی باوجود رئیس اعظم ہونے کے داماد نے علوم عربیہ میں گام دی، مولانا خلیل الرحمن نوکی سے تمام علوم عظیمہ و عقیدہ میں اعلیٰ درجہ کا مقام حاصل کیا، وہ خود اپنے محلہ میں خود اپنی جامع مسجد میں جماعت کراتے اور اس پر تاثیر تقریر فرماتے کہ سیکڑوں لوگ گناہوں سے تائب ہوتے، زہد و تقویٰ و فقر کا غلبہ ہوا تو تجربہ و تقریر کی طرف مائل ہوئے، شب و روز مہذب الہیہ میں بسر ہوتے، یہ خاندان ہی اسلام کا شیدائی اور شاہان اسلام کا مستند مدد قیبلہ تھا، دہلی کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر پر انگریزوں غالب ہونے لگے اور انگریزوں کے مقابلے کے لئے جنرل بخت خاں اور شاہ احمد اللہ شاہ نے جہاد کیشی تائی تو دہلی سے مولانا فضل حق خیر آبادی اور مولانا کور سے مولانا مفتی عنایت احمد کا کوروی حضرت علم العیضہ اور بریلی سے مولانا رضا علی خان کو منتخب کیا گیا۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۵-۱۷۶)

۸ مولانا غلام مہر علیؒ (چشتیاں) لکھتے ہیں "۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اعلیٰ حضرت بریلوی کے دادا مولانا رضا علی خان جنرل بخت خاں کے خصوصی معاون تھے (دیوبندی مذہب، ص ۱۷۷)

پہنچ گئے اور علیگزہ میں بھی ایک عرصہ تک ٹھہرے رہے اور مجاہدین کی مدد کرتے رہے۔ مجاہدین کو مشورے دیتے رہے۔ غرض یہ ہوا کہ جب انگریزوں نے یہ اعلان کر دیا کہ جتنے بھی باغی ہیں ہم نے سب کو معاف کر دیا۔ پس یہ اعلان ہوتا تھا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی ان کے دام میں آ گئے۔ انہوں نے سوچا کہ جب ملکہ وکٹوریہ نے اعلان کر دیا اب باہر آ جانا چاہیے۔ چنانچہ علامہ فضل حق خیر آبادی باہر آئے اور اپنے وطن خیر آباد پہنچے۔ خیر آباد پہنچ کر چند دن ہی گزارے تھے کہ کسی نے خبری کی کہ یہی وہ فضل حق ہیں جنہوں نے انگریز گورنمنٹ کے خلاف بغاوت کی اور جہاد کا فتویٰ دیا، چنانچہ علامہ فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کیا گیا اور گرفتار کرنے کے بعد لکھنؤ لے جائے گئے۔ اس کے بعد آپ پر وہی پانکھنوں میں مقدمہ چل، غداری کا مقدمہ چل، ہوا یہ کہ جس نے گواہی دی، گواہی دیتے والے کے دل میں مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ کیلئے کیا نرم گوشہ آیا اس نے ساری کاروائی مکمل ہونے کے بعد عدم فضل حق خیر آبادی کو پہچاننے سے انکار کر دیا تا کہ ان کی جان بچ جائے۔ جس جج کے سامنے عدم فضل حق خیر آبادی پیش کیئے گئے اس جج نے علامہ فضل حق خیر آبادی سے کتابیں پڑھیں تھیں اور وہ چاہتا تھا کہ کوئی یہ ثابت کرے کہ اس سے علامہ فضل حق خیر آبادی کو رہا کر دیا جائے اب جو گواہیں ہوں تو اس گواہ نے کہا کہ یہ فتویٰ جس عام دین نے دیا ہے یہ وہ عدم فضل حق خیر آبادی نہیں ہیں یہ کوئی دوسرے فضل حق خیر آبادی ہیں جب یہ بیان ہوا اب آپ کے چھوٹے اور رہا ہونے کی منزل قریب آئی لیکن جب علامہ فضل حق خیر آبادی کا بیان لیا گیا تو اس مرد مجاہد نے انگریز جج کے سامنے یہ اعتراف کیا ”جناب اس گواہ نے مروت میں آکر مجھے پہچاننے سے انکار کر دیا ہے لیکن جہاد کا فتویٰ میں نے ہی دیا ہے۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں یہ کہوں کہ یہ فتویٰ میرا نہیں۔ میں یہ اعتراف کرتا ہوں کہ یہ فتویٰ جہاد میں نے دیا، جو مزادی جائے میں اسے قبول کرتا ہوں“

اب دیکھئے جب علامہ نے خود اعتراف کر لیا یہ فتویٰ جہاد میں نے دیا تو علامہ

فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کر لیا گیا۔ گرفتار کرنے کے بعد عمر قید سنائی گئی اور جزائر اٹمان بھیج دیا گیا کہ جس کو ہم کہتے ہیں کالے پانی کی سزا، وہاں انہیں ۱۸۵۷ء میں بھیج دیا گیا۔ جب ان کو جزائر اٹمان (کالے پانی) بھیج دیا گیا تو ان کے دونوں صاحبزادے علامہ عبدالحق اور دوسرے علامہ شمس الحق یہ خاموش نہیں بیٹھے اور کورٹ، پکچری میں اپنے والد کے دفاع اور تحفظ کی خاطر مقدمہ بازی کرتے رہے یہاں تک کہ عزیزان گرامی ۱۸۶۱ء صفر کا مہینہ تھا، ساڑھے تین چار برس کے بعد جج نے علامہ فضل حق خیر آبادی کی رہائی کا آرڈر دیا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کو رہا کر دیا جائے۔ علامہ شمس الحق (آپ کے صاحبزادے) نے یہ آرڈر لے کر جزائر اٹمان کا سفر کیا۔ خدا کا کرنا دیکھئے کہ جب علامہ شمس الحق جزائر اٹمان پہنچے اور خوش تھے کہ آج والد کی رہائی ہو جائے گی مگر جیسے ہی وہ جزائر اٹمان پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جنازہ تیار ہے لوگ جنازہ پڑھنے کے لئے تیار ہیں علامہ شمس الحق پہنچے فرمایا یہ جنازہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا تحریک آزادی کے ہیر و علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آج علی الصبح انتقال کر گئے۔ علامہ شمس الحق نے اپنے والد ماجد کے جنازہ میں شرکت کی، علامہ فضل حق خیر آبادی کا مزار، جزائر اٹمان ہی میں ہے، ان کے صاحبزادے رہائی کا پروانہ لے کر واپس آ گئے، یوں کہیے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی وہ مرد مجاہد ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے اخلاص کا بدلہ یہ دیا کہ انگریز کے آزاد کرنے سے پہلے اپنے بندے کو آزاد کر دیا تا کہ انگریز کی آزادی کا دھبہ ان پر نہ لگے اور وہ انگریز کے آزاد کرنے سے پہلے آزاد ہو گئے۔

عزیزان گرامی! دیکھئے یہ ہے سب سے پہلا مرد مجاہد جس نے جان دے کر آزادی کا سنگ بنیاد رکھا۔ یہ اور ان کے ساتھی انہیں تاریخ نے صرف اور صرف اس لئے فراموش کر دیا کہ ان کا تعلق وہابی جماعت سے نہیں تھا، سنی جماعت سے تھا۔ اہلسنت و جماعت سے تھا۔ اسی لئے بطل حرمت علامہ فضل حق خیر آبادی کا نام تاریخ سے مٹانے کی

اور محو کرنے کی کوشش کی گئی۔

۸۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کون تھے؟ ہم سے نہیں مرزا غالب سے پوچھئے وہ گواہی دیں گے مرزا سعد اللہ خاں غالب اکثر اپنے کلام کی تصحیح علامہ فضل حق خیر آبادی سے کر لیا کرتے تھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے والد ماجد حضرت علامہ فضل امام خیر آبادی (۹) تھے۔ چند اسباق مرزا غالب نے ان سے بھی پڑھے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی سے بھی کچھ پڑھا اور جو اشعار اس نے کہے ہیں اس میں ایک طرح سے وہ علامہ فضل حق خیر آبادی کے تلمیذ ہیں۔ لوگوں نے جو یہ کہا کہ ان کا تعلق بھی وہابی گروپ سے تھا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ (۱۰) علامہ فضل

۹۔ علامہ فضل امام خیر آبادی، علامہ فضل امام خیر آبادی ایک نامور عالم و مفتیوں میں پکا نہ روزگار تھے، وہ خیر آبادی سلسلہ سہارنپور کے پہلے نامور بزرگ ہیں جو مفتیوں کی تدریس اور ترویج کے باعث معروف ہوئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۵/۳۱۳)

دہلی میں ان کی قائم کردہ درسگاہ مفتیوں کی ایسی یونیورسٹی تھی جس کی مثال شاید ہی ہندوستان میں کہیں ملے۔ (غالب نام آورم، ص ۱۰۲)

دہلی سے وہ اپنے وطن خیر آبادی و شریف پور کے مفتی تھے پھر صدر اقصیٰ و مقرر ہوئے ۸۲۷ھ کے گم بھگ آپ اس عہد سے دستبردار ہو گئے، ملازمت کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا، چنانچہ آپ نے متعدد کتب لکھیں، منطق کی مشہور کتاب ”المرقاۃ“ آپ ہی کی تصنیف ہے، اور آپ نے ۵ دی قند و ۱۲۸۸ھ/۱۸۴۹ء کو خیر آبادی میں انتقال فرمایا۔ (کتاب علامہ محمد فضل حق خیر آبادی، ص ۴۰)

۱۰۔ مرزا غالب اور رد و ہدایت: مرزا سعد اللہ غالب علامہ فضل حق خیر آبادی کو اپنا قریبی فاضل اور دوست گردانتے تھے اور ان سے بے حد متاثر تھے، علامہ اکثر مرزا کے اشعار کی اصلاح فرماتے اور اس طرح غالب کے اخلاق و عادات کی اصلاح کا سہرا بھی علامہ فضل حق کے سر ہے چنانچہ ڈاکٹر محمد الدین زورقادری لکھتے ہیں: ”مولانا فضل حق وہ بزرگ ہستی ہیں جس نے غالب کے اخلاق و عادات و شاعری کی اصلاح میں بڑا حصہ لیا، ان کی بزرگی و عظمت کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مرزا جیسے خود رائے اور آزاد و شاعر و ادیب جن کی نظر میں بڑے بڑے شعراء و علمائے نہیں سمجھے تھے مولانا خیر آبادی کی

حق خیر آبادی کا ایک عظیم الشان رسالہ ”امتناع نظیر“ ہے۔ ایک مسئلہ نکل چلا، اس کی تفصیل

سید بی تنظیم عزت کرتے تھے۔ (مرگزشت غالب، ص ۶۶)

علامہ فضل حق خیر آبادی غالب کے مشکل حالات میں ان کا پورا ساتھ دیتے، وہابی مشکلات حل فرماتے، مصائب و آلام کے اس سخت دور میں اگر کسی نے خلوص دل کے ساتھ مرزا کا ساتھ دیا وہ صرف مولانا فضل حق خیر آبادی کی واسطی تھی

مرزا غالب کے عقائد وہی تھے جو علامہ فضل حق خیر آبادی کے تھے کیونکہ علامہ نے اخلاق و عادات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ مرزا کے عقائد کی اصلاح پر بھی بھرپور توجہ دی تھی، یہی وجہ ہے کہ غالب نے امتناع نظیر کے مسئلہ پر علامہ کا پورا ساتھ دیا اور اس مسئلہ پر ایک مثنوی لکھی چنانچہ مثنوی علامہ میں چھٹی مثنوی کا عنوان ہے

بیان نموداری شان نبوت و ولایت کہ در حقیقت پر تو نور الانوار حضرت الوہیت مست
اس میں مرزا غالب نے عقائد نظریات لقمہ کئے، اور یہ مثنوی ۱۲۸۸ھ پر مشتمل ہے، اس مثنوی کے ایک شعر پر علامہ نے مرزا کو تنبیہ کی اور اصلاح فرمائی، اور مرزا غالب آخری شعر میں شل محمد ﷺ کے متعلق باندھتے ہوئے کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”میں اس عقیدے سے منہ نہیں پھیر سکتا۔“

اس سے صاف ظاہر ہے کہ غالب بھی علامہ فضل حق خیر آبادی کے طرفدار تھے اور امتناع نظیر انہی کے ہاتھ باندھتے تھے، وہ وہابیہ کے اعتقادات کے خلاف تھے نہ صرف ”تقویۃ الایمان“ کی جسامت پر تنقید کے زمانے میں بلکہ زندگی بھر ان کے یہی عقائد رہے۔ اس کا ثبوت غالب کی ۱۸۶۵ء میں شائع ہونے والی اس تحریر سے ملتا ہے جو ”عود ہندی“ (مطبوعہ: ہجرت ۱۹۶۷ء، ص ۲۷۷-۲۷۸) میں محفوظ ہے اس کے مطابق مرزا رحیم بیگ نے اپنی تصنیف ”سلف برہان“ میں صاحب ”قاطع برہان“ کی توہین رسالت پر مبنی گستاخانہ عبارت نقل کی، اس پر غالب نے ان کی بڑی حدت سے گرفت فرمائی، اور جواب دیا اور اس جواب میں انہوں نے علامہ فضل حق خیر آبادی کی کتاب ”حقیق الفتوی فی ابیان الفتوی“ سے استدلال پیش کیا استدلال پیش کرنے سے قبل مرزا غالب نے جس انداز میں اس کتاب اور صاحب کتاب کا مصنف بیان کیا وہ نہ صرف اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ وہ خود عقائد وہابیہ کے مخالف تھے بلکہ انہوں نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا کہ اس عہد کے باقی علماء

تو طویل ہے۔ مختصر خاکہ اپنے ذہن میں تھا۔ یے۔ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الیمن میں لکھا کہ ”اللہ تبارک وتعالیٰ اگر چاہے تو ایک آن میں کروڑوں محمد کو پیدا کر دے“ (معذ اللہ) جب اس نے یہ لکھا تو علامہ فضل حق خیر آبادی نے اس کی گرفت کی۔ اس سے مناظرہ کیا، اس مسئلے میں اس سے اختلاف کر کے کتابیں لکھیں اس میں اہلسنت کا مؤقف کیا ہے؟ بہت فنی مسئلہ ہے لیکن آسان کر کے بیان کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾ (الاحزاب ۴۰) کہ ہم نے اپنے پیارے مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ خود رب کریم ارشاد فرماتا ہے۔ ﴿لَا تَبْدِيلُ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ﴾ ہماری باتیں بدلی نہیں جاتیں۔

علمائے اہلسنت کا مؤقف یہ تھا کہ جب رب کریم فرماتا ہے کہ حضور ﷺ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں تو یہ کہنا کہ ایک آن میں اللہ چاہے کروڑوں محمد کو پیدا کر دے یہ مسئلہ غلط ہے۔ چنانچہ اس مسئلے میں دونوں کا مناظرہ ہوا اور اسماعیل دہلوی کو بڑی زبردست = بھی تحریک دہا یہ کوا پسند کرتے تھے۔

مرزا غالب لکھتے ہیں ”سنوچر المصلح، شتم العلماء، امیر الدولہ مولوی فضل حق رحمۃ اللہ علیہ نے رد عقائد دہا یہ میں برہان فارسی (۲۴۰ ھ) میں ایک رسالہ لکھا ہے اور اس عہد کے علماء کی اس پر مہریں ہیں، اس رسالے میں مولوی مرقوم لکھتے ہیں کہ پس موجب فتوئے علمائے اسلام فقر و فہق کبر و تکبر کا نیکنے والا کفر میں شہاد سے اشد اور کذب میں مسیر کذاب سے سوا ہے، عقلمندی میں وہ خالق کا مقہور اور دنیا میں خلق کا مظلوم ہو گا۔ (موجودہ ہندی، ص ۳۷۶-۳۷۷)

معلوم ہوا کہ مرزا غالب کے نظریات و عقائد یہی تھے ۱۸۴۲ء میں یعنی مہدجوی میں اور ۱۸۶۵ء یعنی رہمان پوری میں بھی (علامہ فضل حق خیر آبادی تصنیف سلسلہ سہول، ص ۱۰۹ تا ۱۱۹) لہذا غالب برگزیر مرزا وہابی تھے بلکہ وہاں وہابیت کے سخت مخالف اور وہابیوں کے دشمن تھے

شکست ہوئی اور علامہ فضل حق خیر آبادی نے امتناع نظیر پر پوری کتاب لکھی (۱۱)۔ وہ کتاب اس بات کی گواہ ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا وہابی گروپ سے قطعاً تعلق نہیں تھا بلکہ ان کا تعلق اہلسنت و جماعت سے ہی تھا۔

جس زمانے میں مسلمان انگریزوں سے آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے اس زمانہ میں سید احمد رائے دہلوی یہ انگریزوں کے مفاد میں کام رہے تھے چنانچہ مقالات سید احمد مترجم سخاوت مرزا، ص ۳۲، مطبوعہ نقیس اکیڈمی، کراچی میں سید احمد رائے دہلوی کا اپنا کلام موجود ہے کہ ”سرکار انگریزی سے ہمیں کوئی خاصیت ہے اور نہ کوئی جھگڑا ہے، کیونکہ ہم تو اس کی رعایا ہیں بلکہ ہم تو اس کی حمایت میں رعایا کے مظالم کا استیصال کرنا ہے“۔ (۱۲) اسماعیل دہلوی (۱۳)

۱۔ یہ کتاب حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ الکیذ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف بہاری رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر دینیات مسم یونیورسٹی علی گڑھ کے زیر اہتمام ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی اور حضرت علامہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا اصلی مسودہ کتب خانہ حبیب گنج میں موجود ہے، حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف ”ظنون کے آنسو“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔ اور یہ کتاب فارسی زبان میں ابھی تک اس کا اردو ترجمہ نظر نہیں آیا، سن ہے کہ ترجمہ ہو رہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم اور مرزا اسد اللہ خاں غالب نے علامہ کے اس کتاب میں بیان کردہ مؤقف اور اس کے مضمون کو ایک مشغی میں بیان کیا ہے۔

۲۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علما زمانے کمال، ص ۲۵

۳۔ اسماعیل دہلوی، رئیس البتدین مولوی محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۳۶ھ/۱۸۳۱ء کا تعلق اگرچہ ایک علمی اور روحانی گھرانہ سے تھا، میری مراد ہے کہ وہ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے گھرانے کا ایک فرد تھا، موصوف حضرت شاہ ولی اللہ کے پوتے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے تھے، عمر لازمی نہیں کہ نیکیوں کی اولاد نیک ہی ہو، چنانچہ متحدہ ہندوستان میں فرقہ بازی کا سنگ بنیاد اس نے رکھا موصوف نے اپنے رسوائے زمانہ کتاب ”تقویۃ الیمن“ کے ذریعے خارجیت کی تبلیغ کی اور

”سہ تھہری داود علی ہری سے انکار تقلید اور معتزلہ کے مزار پر فرقہ سے اسکا کذب کا عقیدہ لے کر سب کو ”تقویۃ الایمان“ میں اکٹھا کیا، گو یہ ”تقویۃ الایمان“ کی اصل بنیاد محمد بن عبد الوہاب نجدی کی ”کتاب التوحید“ پر رکھی گئی لیکن اس میں ظاہری المذہب اور معتزلہ کی قباحتوں کے لئے بھی پوری پوری گنجائش رکھی گئی، دوسری طرف ”مسرا المستقیم“ کتاب کے دوسرے ”پیش“ کی بھی شعل کرا شاعت کی

برطانوی منصوبے کے تحت موصوف نے مسلمانوں کا رشتہ اکابر سے منقطع کرنے اور فرقہ سازی کے لئے دروازہ کھولنے کی غرض سے تقلید کو شرک اور گنہگاروں اور مسلمانوں کو شرک و پستی ٹھہراتے ہوئے صاف صاف مشرک کہہ دیا اور اپنے خاندان کے اکابر کو بھی دوزخ سے بچانے کی پادشاہی نہ کرتے ہوئے لکھ دیا (برطانوی مظالم کی کہانی ص ۳۱۱)

”میں کیسے ہاؤں کہ ایک شخص کی تقلید کو لئے رہنا کیونکر حلال ہو گا جب کہ اپنے امام کے مذہب کے خلاف صریح حدیثیں پاسکے، اس پر بھی امام کا قول نہ چھوڑے تو اس میں شرک کا میل ہے۔“ (توضیح اربعین ص ۲۷) اور اس میں یہ بھی لکھا کہ ”ایک امام کی پیروی کہ اس کی بات کی سدا پکڑے اگرچہ اس کے خلاف کتاب و سنت سے ثابت ہو اور انہیں (آیت و احادیث کو) اس قول کی طرف پھیرے، یہ نصرانی ہونے کا میل اور شرک کا حصہ ہے اور تعجب ہے کہ وہ لوگ خود کو اس تقلید سے ڈرتے نہیں بلکہ اس کے چھوڑنے والے کو ڈراتے ہیں۔“

اور مولوی اسماعیل دہلوی کے معتقدین یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ جب دنیا شرک کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی تو موصوف نے مسلمانوں کو توحید سے آگاہ کیا اور شرک و کفر سے بچایا، لیکن حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے نظر آتی ہے جب وہ خارجیت کا علم لے کر کھڑے ہوئے تو باری تعالیٰ شانہ کو کس طرح معاف کر سکتے ہیں، انہوں نے باری تعالیٰ شانہ کو جھوٹا بتانے اور منوانے کی خاطر یوں اپنی منطق دانی کا اظہار کیا ”لا مسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد (دیکھئے رسالہ یک روزی، مطبوعہ صدیقیہ پریس، ملتان ص ۱۷-۱۸)

موصوف صرف خدا کو جھوٹا ہی نہیں جانتے تھے بلکہ اُسے مجسم مانتے تھے، اُن کا عقیدہ تھا جو شخص خدا کو زمان کو مکان و جہت سے پاک جانتا، اس کی رویت بغیر جہت و محاذات کے مانتا تو ایسے شخص

= کو بدعت حقیقہ کا مرتکب یعنی کافر ٹھہراتے تھے۔ (برطانوی مظالم کی کہانی ص ۳۱۶-۳۱۷)

چنانچہ ان امور کی توضیح موصوف نے یوں کی ہے ”متزیہ اوقالی از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات۔۔۔ ہذا از قبیل بدعات حقیقہ است الخ (دیکھئے محمد اسماعیل دہلوی کی تصنیف ”ایضاح الحق“ ص ۳۳-۳۵، مطبوعہ محمدی پریس دیوبند ۱۳۵۶ھ)

اسی طرح مولوی محمد اسماعیل دہلوی کا محبوب ترین مشغلہ توحید و تعظیم رسالت تھا، موصوف اس میدان کے ایسے ایسے شہسوار تھے کہ اگلے پچھلے سارے گستاخوں کے کان ٹھکرائے، سب سے استادی کا لوہا منوا لیا۔ قرآن کریم سامنے رکھ بیٹھے انبیائے کرام کی شان میں منکروں اور گستاخوں نے بے ہودہ کلمات استہزاء کئے، انہیں دیکھ بیٹھے۔ پھر احادیث نبویہ کے ذخائر اور کتب میر و توارخ سے گستاخوں کے سارے ساز و کلمات نکال کر اس فہرست میں شامل کر بیٹھے۔ اب اس مجموعہ خرافات کا تقویۃ الایمانی مغلفات سے مقابلہ کیجئے، اگر دل میں انبیائے کرام کی عظمت و رفعت کا تصور موجود ہے اور کسی بے دین کے پیچھے لگ کر یہ روئے ایمان ضائع نہیں کی ہے تو ہر مجتہد مزاج ذی علم اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ ابتدائے افریقش سے آج تک شاپ رسالت میں جتنے گستاخانہ کلمات استعمال کئے گئے ہیں، ”مصفیٰ تقویۃ الایمان“ ان سب پر سبقت لے گیا ہے۔ (برطانوی مظالم کی کہانی ص ۳۱۸-۳۱۹)

یاد رہے کہ ”تقویۃ الایمان“ کے مصنف نے متعدد مرتبہ لکھے گئے چنانچہ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں، برصغیر میں وہابی انکار و خیانت ”نجد“ سے آئے ”کتاب التوحید“، ”تقویۃ الایمان“ اور اسی قبیل کا وہابی ادب جب اشاعت پذیر ہوا تو ”تقویۃ الایمان“ کے رد میں سب سے پہلے مولوی عبد المجید جدائی نے ”ہدایت الاسلام“ کتاب لکھی، پھر اُن کے بیٹے مولانا شیخ فضل رسول جدائی نے رد و ہدایت میں سب سے پہلے نمایاں حصہ لیا اور اس تحریک کا رد بلخ کیا اس سلسلے میں دو کتابیں ”سیف ابصار اور“ ”تہج المسائل“ کاٹش ذکر ہیں، ظاہر ہے کہ وہابی تحریک کے مذہبی اثرات کے ساتھ ساتھ سیاسی اثرات بھی تھے (ماہنامہ ترجمان اہلسنت کراچی، علماء و جدایوں کی سیاسی خدمات کا مختصر جائزہ، اکتوبر نومبر ۱۹۷۸ء، مطابق ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ، ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ، جلد (۸)، شمارہ (۳)، ص ۸۵) اس کے علاوہ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے بھی اس کا رد بلخ ”الطیب البیان فی رد تقویۃ الایمان“ کے نام سے کیا

یہ انگریزوں کے مفاد میں کام کر رہے تھے (۳) اور انگریز کی اجازت و تعاون سے سرحد کے

۱۳۔ اور ان کے نزدیک انگریز کے خلاف جہاد کرنا ہرگز درست نہ تھا اور اپنے اس موقف کا ان لوگوں نے بار بار اعادہ کیا، چنانچہ محمد جعفر تھانی نے لکھا ”یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلوی فرما رہے تھے، ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ ”سرکار انگریزی“ پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے زوریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔“ (سوانح احمدی، ص ۷۲)

اور مرزا حیرت دہلوی نے اس واقعے کو اپنے مکتوب میں یوں بیان کیا ہے ”کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل صاحب نے جہاد کا وعظ فرمایا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی ہے تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ ”انگریزوں“ پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا ہاں پر جب کسی طرح جہاد نہیں ہے، ایک تو ان کی رحمت ہیں، دوسرے ہمارے مذہبی ارکان اور کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے، ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح کی آزادی ہے، بلکہ اگر ان پر کوئی (مسلم یا غیر مسلم) حملہ آور ہو تو مسلمانوں کا ”عرض“ ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی ”گورنمنٹ“ پر آجی بندیں۔“ (حیات طیبہ، ص ۳۶۴)

اور نیچری فرقہ کے ہانی سرسید احمد خان نے اپنے ان مکتوب میں یہ قصہ پر دقلم کیا تھا ”ایک مرتبہ وہ (مولوی اسماعیل دہلوی) کلکتہ میں سکھوں پر جہاد کا وعظ فرما رہے تھے، اثنائے وعظ کسی شخص نے اس سے دریافت کیا کہ تم ”انگریزوں“ پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے؟ وہ بھی تو کافر ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی اسماعیل صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ دانت نہیں ہوتی اور چہ نگاہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لئے ہم پر اپنے مذہب کی زد سے یہ بات ”عرض“ ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہیں۔“ (ہنر پر ہنر، ص ۲۹)

اپنے اکابر کی انگریز دوستی کا داغ مٹانے سے اپنے آپ کو بے چارہ دیکھ کر، مذہب مولوی اسماعیل دہلوی کے عاشق رار یعنی مولوی محمد منظور نعمانی سنبھلی کو ان الفاظ میں اعتراف کے بغیر کوئی راستہ نظر نہ آیا (برطانوی مظالم کی کہانی، مصنفہ عہد الکیم خان، ص ۱۵۷)

”مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا، بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض بعض موقعوں پر آپ کی امداد

غیر مسلموں کو کافر و منافق قرار دے کر ان سے لڑ رہے تھے۔

= بھی کی۔“ (ماہنامہ ”الفرقان“، لکھنؤ، شہید نمبر، ۱۹۵۵ء، ص ۷۶)

مولوی اسماعیل دہلوی پتی پتی نے اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ فیصلہ کن بیان دیا ہے ”سرسید نے اس مضمون میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد رائے بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید، انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے، اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، سرسید کے اس بیان کی تائید بعد کے متعدد مؤرخوں نے بھی کی ہے، چنانچہ نواب صدیق حسن نے ”ترجمان دہلیہ“ مطبوعہ امرتسر کے صفحہ ۸۸، ۶۱ پر، نیز ”سوانح احمدی“ مؤلفہ محمد جعفر تھانی ص ۳۶۴ پر اس خیال کو پیش کیا ہے۔ مگر حاس میں بعض اصحاب نے ان حقائق کے برخلاف یہ لکھنا شروع کر دیا ہے کہ حضرت سید رائے بریلوی اور حضرت شاہ اسماعیل کا اصل مقصد انگریزوں کے خلاف جہاد تھا، لیکن ظاہر ہے کہ ایسے حضرات کا یہ بیان واقعات کے مطابق نہیں، اور نہ اس دعوے کا کوئی واضح ثبوت موجود ہے۔“ (مقالات سرسید، حصہ پنجم، ص ۲۷۷)

اور پھر اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کے ہم مشرب اور ہم مسلک لوگ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ان لوگوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا، ”سید صاحب کا اصل مقصد جہاد ہندوستان میں انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا“ جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو دھوکہ دی اور انہیں صاف صاف بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے جہاد کی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے ”جیسا کہ مولوی حمیس احمد دیوبندی نے ”نقش حیات“ (۱۲۲) میں اسی طرح لکھا ہے اور دیگر تاریخ اور تذکرے لکھنے والے بھی اس جھوٹ کی تقلید کرنے لگے، بہر حال حمیس احمد مدنی کا تو اس کے شاگرد بنے ہی رہے کہ وہ چنانچہ مولانا عامر عثمانی نے حمیس احمد مدنی کی اس بات پر، ہنامہ ”جلی“ دیوبند میں یوں تبصرہ کیا ہے ”کوئی شک نہیں، اگر استاد محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسماعیل کی شہادت محض نہ بن جاتی ہے، وہ دیوبندیوں کو رفع کرنے کے لئے غلطی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا اور ابھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران، راجا یا اس شہادت سے بھد کیا اہل حق رکھے گا۔“

جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے، اس طرح کی کوششوں کی نتیجہ میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اور آخرت کا موجب کیوں ہوگا۔ (ریزلہ، ص ۱۸۶-۱۸۷) (بانی ہندوستان، ص ۶۳)

اس نام نہاد جہاد میں وہابیہ کے ان پیشواؤں کے کلمات اور ان کی ماکامی کے اسباب بیان کرتے ہوئے پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول لکھتے ہیں "مگر شاہ اسماعیل شہید کی انتہاء پسندی نے اسے سخت نقصان پہنچایا، جس کے تحت دیگر ہر قسم کے غلو کے بعد وہ جہاد سے بالکل متعلق مسلمانوں کو دارالحرب کے غیر مسلم قرار دے کر ہوا گیا، انہیں قتل کیا گیا، اور ان کی بیٹیوں سے جبری نکاح کر کے اپنے تعارف میں لایا گیا، ایسے ماروا لگائے گئے کے خلاف مسلم معاشرہ کا شدید رد عمل ہی اس کی ماکامی کا باعث بنا۔" (تاریخ مشائخ نقشبندیہ، ص ۵۶۳، مطبوعہ: مکتبہ زاویہ، لاہور، ۲۰۰۳ء)

ان کا جہاد نہ انگریزوں کے خلاف تھا اور نہ ہی ہندوؤں کے خلاف، ان کا جہاد مسلمانوں کے خلاف تھا، چنانچہ ان لوگوں نے کل گیا رہ جنگیں لڑیں، ان میں سے نو ذی صرف سرحد کے اس وقت کے پچھلے مسلمانوں کے خلاف تھیں چنانچہ علامہ شاہ حسین گردیزی لکھتے ہیں "سید صاحب اور مجاہدین نے سرحدی مسلمانوں کو کافر و منافق قرار دیا اور سکھوں سے ریا و خطرناک اور خوفناک سمجھتے ہوئے اس سے جنگیں کیں۔" (حفاظت خریک، ہالاکوٹ، ص ۱۳۶)

انگریزوں سے بھد یہ جنگ کیوں کرتے کیونکہ اسی کے ایماء پر اور اسی کی اجازت و مدد و تعاون سے یہ سب کچھ کر رہے تھے پھر قوم و ملت کے ان خدادادوں کو جنگ آزادی کا ہیر و قرار دیتے ہوئے تاریخ نویسوں کو خدا سے ڈرنا چاہئے۔

۱۵۔ عہد انکلیم خان اختر شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں آپ ۱۲۳۲ھ/۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے، آپ مدرسہ دیوبند کے سرپرستوں اور حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں سے تھے وہابیوں کی بدعت میں سے جب شاہ محمد اسحاق دہلوی خلیفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گول مول اور مخصوص خیالات سے اتفاق رکھنے والوں کی بدعت بنی اور دیوبندی مکتب فکر کے نام سے روشناس ہوئی، تو اس قافلہ کے مولوی رشید احمد گنگوہی ہی قافلہ سالار قرار پائے، حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر نامور خلفاء نے گنگوہی صاحب اور ان کے ہم خیال علمائے دیوبند کا تقابلی کیا۔

۔ کہ یہ حضرات اپنے اکابر اور پیرومرشد کے طریقے کے خلاف جا رہے ہیں۔

جب اس قضیہ کی خبر حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ کو ملی تو اپنے متعلقین کو سمجھانے کی عرض سے جن مسائل میں ان حضرات کا نزاع تھا، ان کے بارے میں اپنے نظریات و معمولات لکھ کر "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے نام سے موصوف کے پاس اس کی کاپیاں بھیج دیں، گنگوہی صاحب نے اپنے پیر کے فیصلے کی پتہ دہی کہ اپنے ایک شاگرد (خواجہ حسن نظامی دہلوی) کو ان تمام کاپیوں کو جہاد کے نام پر دے دیا۔ فقہ حنفی کے ہر کارہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود موصوف نے اپنے حکم سے اس میں ایسی تراش فراش فرمائی اور خوارچ زائد کے نظریات داخل کئے کہ بتائے زائد کو ایک پریشان کن مصیبت میں مبتلا کر دیا، اس کے ساتھ ہی فقہ میں بری تالی شائد کو امداد اللہ مہاجر نے کی عرض سے، مکان کذب کے مایاک عقیدے کو قویٰ کذب تک بڑھا دیا، شیطان عین کفر و دعاء غلطی سے بھی "علم و وسیع علم" ظہر ادا دیا، اور علمبردار خارجیت، امام الوہابیہ مولوی اسماعیل دہلوی کے تمام غیر اسلامی عقائد و نظریات کی مکمل تصدیق و تائید کرتے رہے، ان کا دہال ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ (برطانوی نظام کی کہانی، باب چہارم، (۱۷) ص ۶۰-۶۱)

۱۶۔ اس کے بارے میں عہد انکلیم خان اختر شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں ۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی شروع ہو چکی ہے، موصوف (مولوی رشید احمد گنگوہی) کے ہم خیال علماء نے اپنا ایک جتھہ منظم کر لیا ہے، ہتھیار لگا کر باہر پھرتے ہیں، کس سے لڑنے کے لئے پھرتے تھے؟ ہمیں کیا معلوم جب کہ قریباً سو سو سال پہلے کا واقعہ ہے، آئیے موصوف کے سوانح نگار، ان کے عاشق رار، مولوی عاشق الہی میرٹھی سے پوچھتے ہیں "ایک مرتبہ اب بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (مولوی محمد قاسم نانوتوی) اور طبیب روحانی، اعلیٰ حضرت حاجی صاحب ونیر حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے، اور غلطیوں سے مقابلہ ہو گیا، یہ خبر آ رہی تھی اپنی "سُرکار" کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والے ہٹ جانے والے نہیں تھے، اس لئے اہل پہاڑ کی طرح پیر جھاکر ڈٹ گیا اور "سُرکار" پر چاٹاری کے لئے تیار ہو گیا، اللہ نے شجاعت و جواہر دی کہ جس بولٹا کہ مقرر سے شیر کا پتہ پائی اور بہادر سے بہادر کا زہر آب ہو جائے، وہاں چند فقیر ہاتھوں میں

= تلواریں لئے ہم غیر ہندو لڑکوں کے سامنے ایسے بھے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں، چنانچہ آپ (کنگولی صاحب) پرفریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔ (مذکرۃ الرشید: ۱/۴۷)

اب معلوم ہو گیا، مولوی عاشق الہی میرٹھی نے راز بتا دیا کہ کنگولی صاحب نے اپنے اکابر اور اپنے پیارے قلمی رشتہ کیوں توڑ لیا تھا؟ اس لئے کہ ”برٹش گورنمنٹ“ سے جاٹاری و وفاداری کا عہد و پیمان جوڑا گیا تھا۔ (برطانوی مظالم کی کہانی باب چہارم، ص ۶۱-۶۲)

اس مکتبہ فکر کے مؤرخین نے دیہند اور اس سے متعلقین حضرات کے گمراہیوں کے خلاف جہاد کو ثابت کرنے کی بے شمار کوششیں کیں، مگر یہ لوگ اس باب میں بھی دستاویزی ثبوت لانے سے قاصر رہے ہیں، اور پھر جھوٹ تو جھوٹ ہوتا ہے جو ٹھپچھپ نہیں ہے، کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی طرح دو ظاہر ہوتی جاتا ہے، چنانچہ ایوب قادری صاحب اپنی کتاب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا یعقوب صاحب مانوٹوی کی کتاب ”سوانح عمری مولانا محمد قاسم صاحب مانوٹوی مطبوعہ دیہند“ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں ”چند ہزار مفسدوں سے نوبت مقابہ کی آگئی اللہ رے مولوی صاحب (محمد قاسم مانوٹوی) ایسے ثابت قدم تلوار ہاتھ میں اور ہندو لڑکوں کا مقابلہ۔ ایک ہار گولی چل رہی تھی کہ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے، جس نے دیکھا جاگولی مگ گئی، ایک دو بھائی دوڑ پڑے پوچھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا سر میں گولی لگی ہے، عمامہ اٹا کر دیکھا تو کہیں گولی کانٹا نہیں مدا اور تعجب یہ کہ خون سے کپڑے تر تھے، انہیں دنوں ایک نے ہندوئی ماری جس کے سمیٹے سے ایک مونچھ اور کچھ داڑھی بھی جل گئی اور قدر کچھ ”کھوٹھیاں“ پہنچا دیا جانے گولی کہاں گئی۔“ (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، ص ۸۲ تا ۸۴، ایوب قادری)

اس کے تحت علامہ خلیل اشرف اعظمی لکھتے ہیں ”اب ان حضرات کو یوں بتائے کہ شیشے کے محل میں بیٹھ کر پتھر باری کا شغل مناسب نہیں ہوتا، یہ روایت بدایہ روایت کے خلاف ہے، تلوار بمقابلہ ہندوئی تو خیر شاد ارباب ہے مگر تعجب یہ کہ سر میں تلنے والی گولی کہاں گئی حالانکہ ”مہلبہ کبیر“ مقرر ہے کہ گولی سر میں لگی ہے، اور انتہائی حیرت ناک بات یہ ہے کہ سر میں گولی کانٹا نہ لگتا ہے اور اس سے بھی خوفناک بات یہ تھی کہ کپڑے خون سے تر تھے، غالباً اس کو کرامت کہتے ہیں؟ یہاں اس

آپ ”مذکرۃ الرشید“ (۱/۴۷) اٹھا کر دیکھئے جگہ جگہ انگریز حکومت کو ”سرکار انگریز“ کہا۔ اور یہ کہا کہ ”میں سرکار انگریز سے تو بغاوت کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ (۱/۸)

موقع پر یہ کہا جائے کہ یہ ساری روایت ہی مولانا یعقوب علی صاحب کی کرامت ہے تو شاید کچھ غلط نہ ہو گا، بہر صورت جب مؤرخین فرماتے ہیں کہ ان حضرات نے جہاد فرمایا تو ہمیں کیا انکار ہو سکتا ہے، ضرور جہاد فرمایا ہو گا مگر حیرت پسندوں، آزادی کے متوالوں سے اور یہی صحیح ہے۔ (ہندو پاک کی چند اسنادی تحریکیں، ص ۹۳-۹۵)

جلد ”مذکرۃ الرشید“ یہ عاشق الہی میرٹھی دیہندی کی تصنیف ہے جس میں مولوی رشید احمد کنگولی کے حالات و افکار کو جمع کیا گیا ہے اور ۱۹۰۳ء میں میرٹھ سے شائع ہوئی، اس کے بعد متعدد بار شائع ہوئی ہے۔

۱۸۔ چنانچہ مولوی عاشق الہی میرٹھی دیہندی نے مولوی رشید احمد کنگولی متوفی ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء کا ذاتی بیان نقل کیا ہے کہ موصول کا اپنے بارے میں کافیدہ ہے؟ ”میں (مولوی رشید احمد کنگولی) جب حقیقت میں ”سرکار“ (یعنی انگریز) کا فرمانبردار ہوں تو جھوٹے اترام سے میرا بول بیکانہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو ”سرکار“ مالک ہے، اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“ (مذکرۃ الرشید: ۱/۸۰)

مولوی عاشق کے اپنے کلمات یہ ہیں ”شروع ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد کنگولی قدس سرہ پر اپنی سرکار سے باغی ہوئے کا اترام لگایا گیا اور مفسدوں میں ہونے کی تہمت باجی گئی۔“ (مذکرۃ الرشید)

اور اب یہاں محمد میاں کی بیٹے سید محمد میاں باقم ”جمعیت علماء ہند“ اپنی کتاب ”علماء ہند کا شاندار ماضی“ (ص ۲۹۵، جلد چہارم، طبع دہلی) ان واقعات کو سنے انداز میں پیش کرتے ہیں ”حضرت مولانا کنگولی وغیرہ پر برطانوی حکومت نے فساد کا اترام لگایا اور ان پر رگوں نے اس سے انکار کر دیا، ان کا انکار بالکل صحیح تھا کیونکہ انہوں نے فساد میں قطعاً حصہ نہیں لیا تھا، البتہ فساد کی صورت ختم ہونے کے بعد جب منظم جہاد کی شکل پیدا ہوئی تو اس جہاد میں ضرور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جہاد فساد نہیں ہوتا بلکہ قاطع فساد ہوتا ہے“ ان لوگوں نے جہاد و جہاد آزادی کو فساد سے تعبیر کیا جس میں بڑے بڑے علماء جیسے علامہ فضل حق خیر آبادی، کافی، کاکروی وغیرہم بے شمار مسلمان عوام نے قربانیاں دیں جسے ۱۸۵۷ء کے جنگ

غرض مجھے تو ضمناً یہاں یہ سمجھنا تھا کہ غیر منقسم ہندوستان، متحدہ ہندوستان میں جو آزادی کی آزادی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی جنگ آزادی ان کے نزدیک قسادی اور مندرجہ بالا عبارت سے صاف اقرار ہے کہ انہوں نے اس میں حصہ نہیں لیا حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل مجاہد نہ تھے البتہ ان کے مریدوں نے ان کو مجاہد بنانے کی کوشش ضرور کی ہے یعنی اپنی غیب میں اسلام کے ان غداروں اور انگریز کے بھی خواہوں، اُن سے عقیدہ پانے والوں کو جنگ آزادی کا ہیرو بنا کر پیش کر دیا ہے

اور عہد انگلیم خان اختر شاہ جہاں پوری مزید لکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب کو یہ شبہ لاحق ہو جائے کہ ”تذکرۃ الرشید“ کتاب تاریخی کی طے سے ناقابل اعتبار ہو یعنی دین مادی حضرات کے نزدیک اس کے مندرجات منسلک نہ ہوں۔ اسے تاریخی کی طے سے کوئی اہمیت حاصل نہ ہو، لہذا ہم اس کتاب پر ان حضرات کے، یا موزوں خوش کی مہر تصدیق ثبت کروا دیتے ہیں۔ (برطانوی مظالم کی کہانی، باب چہارم (۱۷) ص ۷۸)

عہد الرشید فرماتے ہیں: ”میرے کانوں میں مولانا غلام رسول مہر کے بار بار کہے ہوئے یہ الفاظ گونج رہے ہیں کہ ”تذکرۃ الرشید“ بہت عمدہ کتاب ہے۔ اسے پڑھ کر بڑا دل خوش ہوتا ہے، میں (غلام رسول مہر) نے سبک صاحب (عہد الجید سبک) اور اپنے کئی دوسرے صاحب کو یہ کتاب پڑھائی ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر مولانا رشید احمد گنگوہی کی عظمت دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔“ (میں بڑے مسلمان، (حاشیہ) ص ۱۹۲)

اور مولانا حسن علی مہلکی نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا کہ ”تذکرۃ الرشید“ جب چھپا تھا اس وقت ان کا آقا انگریز وہاں موجود تھا، حکومت کا کنٹرول اس کے ہاتھ میں تھا لہذا اس وقت انگریزی حکومت کو ”رہنل گورنمنٹ“ اور (اس گورنمنٹ سے) بغاوت کرنے اور جنگ آزادی لڑنے والے مجاہدین کو باغی لکھا ہے اور خود کو سرکار انگلیہ کافر، غیر دارالامت کیا اور سرکار انگلیہ کو اپنا ”لک و بھٹا“ سمجھا، ملاحظہ ہو تذکرۃ الرشید، ص ۸۰ تا ۸۳، پہلا حصہ

یاد رہے کہ تذکرۃ الرشید ۵ فروری ۱۹۰۸ء کا طبع شدہ ہے جب انگریز ہندوستان پر قابض تھا اس وقت انگریز کی قصیدہ خوانی میں ان کا مفاد تھا، اب جب انگریز مردود دفع ہوا اور ملک آزاد ہو گیا تو ان کا فائدہ اس میں ہے کہ انگریز کی تحریف نہ کی جائے، اور دوسروں پر انگریز پرستی کے الزامات لگائے

لہر و زاری تو سب سے پہلا شخص جس نے اس کا سبک بنایا دیکھا وہ علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور ان کا تعلق اہلسنت سے ہے۔ الحمد للہ! اہلسنت کو یہ فخر حاصل ہے کہ انگریز کے زمانے میں جنگ آزادی کرنے والے ان کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والے حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ (۱۹) اور ان کا وصال ۱۸۶۱ء میں ہوا۔ اور اس جنگ میں حضرت علامہ علیہ الرحمہ کے ہمواہی بہا عظیم مولانا سید کفایت علی کافی مراد آبادی علیہ الرحمہ تھے، جو عاشق رسول ﷺ اور اسلام کے سچے پیغمبر تھے، لہذا انگریز کے جانے کے بعد ۱۳۷۳ھ میں چھپنے والی ”سوانح قاسمی“ میں شامی اور تھانہ بھون کے وہ واقعات تکف کر دیئے گئے کہ جن سے انگریز کی وفاداری اور انگریز پر چٹاری کا ثبوت ملتا تھا، ملاحظہ ہو سوانح قاسمی، جلد ۲۔ آج اگر انگریز ہوتا تو سوانح قاسمی میں وہی ہوتا جو تذکرۃ الرشید میں ہے، نئے اور جھوٹے واقعات گھڑنے کی نوبت نہ آتی۔ (برہان صداقت ص ۱۱۲)

۱۹ جنگ آزادی اور الہمدیٹ جب کہ وہاں نے انگریز سے وفاداری کا ثبوت دیا، تقریر آخری، قولاً عملاً ہر طرح انگریز کے خلاف جہاد کی مخالفت کی اور اس کے بدلے برٹش گورنمنٹ سے مراعات اور جاگیریں اور نقد رقم حاصل کیں، چنانچہ اہل حدیث کے سرکردہ کے بارے میں ڈاکٹر ایوب قادری ”اتوارت عجیب“ یعنی ”کا پانی“ ۲۲ خشتی محمد جعفر قاسمی ص ۸۶، ۸۵ کے حواشی میں لکھتے ہیں ”جہادیت الہمدیٹ کے سرکردہ مولوی محمد حسین بنالوی (۱۲۵۶ھ - ۱۳۲۸ھ) نے سرکار انگریزی سے موافقت اور وفاداری کا ثبوت اس طرح دیا کہ جہاد کی منسوخی پر ایک رسالہ ”الرفقہ فی سبک الجہاد“ تصنیف کیا۔ اس کتاب کے ترجمے اردو، انگریزی اور عربی میں ہوئے۔“ مولوی سعید المندوی لکھتے ہیں ”اس کتاب پر (مولوی محمد حسین بنالوی) انعام سے سرفراز ہوئے نہ صرف یہ ہوا بلکہ دوسرے معاصر علماء مثلاً مولانا فضل حق خیر آبادی (ف ۱۸۶۱ھ - ۱۳۷۸ھ) کو حاجی امداد اللہ مہاجر کی (ف ۱۳۱۷ھ) کو سرکار مخالفت کے طعنے بھی دیئے، سعید المندوی دوسری جگہ لکھتے ہیں ”مسجد اور ثقافت راویوں کا بیان ہے کہ اس کے معنی دئے میں سرکار انگریزی سے سنا نہیں (مولوی محمد حسین بنالوی) کا گیر بھی ٹی“۔ جب کہ مولوی صاحب نے خود چار مرتبہ بتائی۔ بحوالہ اشاعت النسخہ، ج ۱۹، شمارہ ۹، ص ۲۷۷ (حواشی کتاب علامہ فضل حق خیر آبادی، تصنیف طرہ سہول، ص ۹۳، مطبوعہ الملتاز پبلی کیشنز، لاہور، ۱۳۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء)

سپاہی تھے (۲۰) اور آپ آخر وقت تک باطل کے آگے جھکے نہیں، یہاں تک کہ آپ کو ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء کو مراد آباد میں پھانسی دے دی گئی، پھانسی کے وقت حضرت کی زبان پر جو

۲۰ مجید اعظم مولانا سید کفایت علی کافی مولانا سید کفایت علی بنی بریلوی عالم علماء میں سے فرنگی سراج سے نکرا جانے والی وہ شخصیت تھی کہ مراد آباد کی سرزمین جن کے مقدس خون کو آج تک داد و فادے رہی ہے، آپ مراد آباد کے معزز ترین سادات کرام کے خاندان میں پیدا ہوئے، علوم عقلیہ و کلیہ کے جلیل فاضل ہو کر شاعری میں یمکانہ مقام حاصل کیا۔ علم حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق و فلسفہ میں یمکانہ روزگار تھے، آپ کا نعتیہ کلام غزل کے بحر اے میں ہے، آپ نے قصائد سے گریہ کیا کہ ان میں مہاراجہ کی آمیزش ہوتی ہے، اعلیٰ حضرت عظیم الشان مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مولانا کافی اور حسن میاں کا کلام اول سے آخر تک شریعت مطہرہ کے دائرہ میں ہے، بلکہ مولانا کافی کو اعلیٰ حضرت سداً بہ نعت فرمایا کرتے تھے، جب تحریک آزادی ہند شروع ہوئی تو گویا مولانا کافی رحمۃ اللہ علیہ کا ہنسی فون پہلے سے ہی جذبہ شہادت سے سرشار تھا، مولانا نے حوائی مراد آباد میں فرنگی سراج کے خلاف علم جہاد بند فرمایا اور جدھر آپ کا رخ ہوا برطانوی استبداد کے پرچے اڑتے گئے، سلطنت بہادر شاہ ظفر نے آپ کو بلایا اور جہاد کے مشورے کے لئے مولانا نے جبرل بخت خان، شیخ افضل صدیقی، شیخ بشارت علی خان، مولانا سبحان علی، نواب محمد الدین، مولانا شاہ احمد اللہ مدداری کی معیت میں مختلف محاذوں پر انگریزوں کو شکستیں دیں، رام پور اور مراد آباد کے اکثر معرکے سر کئے، بالآخر انگریزوں کے پٹو کمال فخر الدین اور بعض خانوں کی سازش سے ۳۰ اپریل ۱۸۵۸ء مطابق ۶ رمضان المبارک ۱۲۷۷ھ مولانا گرفتار کر لئے گئے اور مراد آباد جیل سے متصل برسر عام آپ کو انگریزوں نے تختہ دار پر لٹکا دیا، پھر کسی کے وقت مولانا مندرجہ ذیل اشعار ہندو دوق سے پڑھ رہے تھے

کوئی گل ہتی رہے گا نئے چمن نہ جائے گا پر رسول اللہ کا دہی حسن نہ جائے گا
ہم صغیر و بزرگ ہیں ہے کوئی دم کا چچا! بلبلیں اڑ جائیں گی سنا چمن نہ جائے گا
اطلس و کنو اب کی پوشاک پر نازاں نہ ہو اس تہی بے جان پر خاکی کفن نہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافی و لیکن حشر تک نعت حضرت کا زبانوں پر سخن نہ جائے گا
(دیوبندی مذہب، مؤلفہ مولانا غلام مہر علی، ص ۴۰-۴۱)

اشعار تھے ان میں سے پہلا شعر ہے: ”کوئی گل ہتی رہے گا نئے چمن نہ جائے گا پر رسول اللہ کا دہی حسن نہ جائے گا“۔ اور مولانا عبد الجلیل علی گڑھی جو انگریز کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے اور جامع مسجد علی گڑھ میں مدفون ہیں (۲۱)، اور مجاہد اعظم مولانا سید احمد اللہ شاہ شہید مدداری جنہوں نے میدان کارزار میں ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ کو جام شہادت نوش فرمایا (۲۲)۔ ان کے علاوہ بے شمار علماء کرام ایسے بھی جنہوں نے جنگ آزادی میں بڑھ

۲۱ علی گڑھ میں پیدا ہوئے، یگانہ روزگار عالم تھے، بے شمار، افاضل نے آپ سے پڑھا، متقی عارف باللہ رہنا تھے، تحریک آزادی ۱۸۵۷ء میں مجاہدین نے انگریزوں کو علی گڑھ سے نکال دیا تو زمام قیادت آپ کے حوالے کی گئی، دوہرا انگریزوں نے چڑھائی کی تو دشمن سے مقابلہ میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے، مولانا عبد الجلیل بھی ان شہداء میں حیات ابدی پگھلے، اور ان بہتر شہداء کے ساتھ جامع مسجد علی گڑھ میں دفن ہوئے۔ (دیوبندی مذہب، مؤلفہ مولانا غلام مہر علی، ص ۴۵)

۲۲ مولانا غلام مہر علی لکھتے ہیں آپ ۱۲۰۴ھ میں بمقام چٹاپن تعلقہ ”پہاٹی“ ساحل دریائے شور متعلقات مدراس میں پیدا ہوئے، آپ کے دادا نواب سید محمد علی سلطان شہید کے عظیم مقرب و مصاحب اور چٹاپن کے مختار نواب تھے، مولانا احمد اللہ شاہ نے قابل افاضل اور اساتذہ عصر سے تمام علوم و فنون عربیہ اسلامیہ کی تکمیل کی، اور پھر عالم دیگانہ درویش گارتلی و پریتر گارہوئے، حیدرآباد دکن کی سیاحت کی، پھر حج سے شرف ہوئے، پھر جے پور میں حضرت پیر قربان علی شاہ کے وسب اقدس پر بیعت کی اور سلسلہ عاید چشتیہ میں سلوک طے کیا، پھر نو تک پہنچ کر جہاد کے جذبہ بیدار کئے، گواہی میں پہنچ کر مشہور عارف پیر محراب شاہ قلندر سے فرقہ خدمت حاصل کیا، انگریزوں نے غدار کیا، علم جہاد بند کرتے ہوئے حرمت کے پر جانے اور تحریک کے قائد اعظم کی حیثیت سے بخت خان کے دست راست بن کر دہلی پہنچے، انگریزوں کو کنا کوں پہنے چہوا دیئے، پھر آگرہ میں انگریزوں کی استبداد سے ٹکرائے، پھر کانپور میں برطانوی پر خچے اڑائے، پھر کھنڈ میں محاذ فتح کئے، پھر فیض آباد اور شاہجہان پور میں فرنگی سراج کا ستیا ناس کیا اور بالآخر یہ پاکمال عالم بے مثال مجاہد، یگانہ روزگار پیر فاتح اعظم بطل جلیل میدان کارزار میں ۱۳ ذی قعدہ ۱۲۷۵ھ کو جام شہادت نوش فرما گئے

تحریک آزادی کی تمام تواریخ اس بطل جلیل کے مفصل کاموں سے مزین ہیں اور ان

چڑھ کر حصہ یہاں جیسا کہ حضرت مولانا صدر الدین آزاد (۱۲۳) وغیرہ اور ان سے بعض تو نامور شخصیں پر سخت افسوس ہے جنہوں نے مولانا شاہ احمد القادری کو حبس دین، تنگی، وطن، سید احمد بریلوی و مولوی اسماعیل کے عزائم کا تکمیل کنندہ لکھ کر ان سے تعلق دار بنانے کے لئے خواہ مخواہ ان غداروں کو مولانا شاہ احمد القادری کے حالات میں تکلیف کرانے کے مقدس عقیدہ کو دار کو داغ دار کرنے کی کوشش کی ہے، مولانا شاہ احمد القادری صوفی صوفی عام اور ممتاز مجاہد تھے، سید احمد دہلوی جیسے بدعتیہ عام نہاد مجاہد وہاں سے شہید موصوفی کا دُور کا بھی تعلق نہ تھا، مولانا کے بچہ بچہ ان کا نام سے آزادی وطن کے لئے جوش و خروش، مختلف محاذوں پر انگریزوں سے مقابلہ اور بالآخر اللہ کی راہ میں شہادت، تحریک آزادی کی مستقل قیادت میں دیکھئے اور سنی علماء کی دینی و ملی خدمات کو غلط فہمی سے نہ دیکھئے۔ (دیوبندی مذہب، مؤلفہ مولانا غلام مہر علی، ص ۱۱۳)

۲۳ مفتی صدر الدین آزاد: مولانا غلام مہر علی لکھتے ہیں تحریک آزادی ہند ۱۸۵۷ء میں جو خدمات حضرت مولانا مفتی صدر الدین عیدار حسن نے پیش کی ہیں کسی سے پوشیدہ نہیں، قلم کو کیا طاقت کہ ان کے علم و فضل کے بحر بے کنار سے ایک موتی باہر لائے، اور دفتر کے دفتر ان کے مکارم و محاسن کے لئے ناکافی، ۲۰۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، اکثر علوم مولانا امام الہند فضل امام خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ و امجد مولانا فضل حق خیر آبادی شہید تحریک حیدرآباد سے حاصل کئے، حدیث شریف حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی محدث دہلوی سے پڑھی اور یگانہ روزگار عالم بنے، چار دہائیوں میں اس کے علم و فضل کا چرچا ہوا، دہلی میں صد اصدور ہے، انگریزوں کا اقتدار بڑھتا دیکھا تو تحریک آزادی کا جھنڈا اٹھایا، قوائے جہاد کو شریک، مجاہدین و کامیاب تحریک آزادی کی قیادت کی، تمام جان وادیں تحریک پر خرچ کر دیں، ملک کے گوشہ گوشہ میں ان کے علم و مہم جوئی، شعر گوئی میں کمال رکھتے تھے، معقول، فلسفہ، ریاضی کے عدیم الثقل استاد تھے، فقہ کے ممتاز ماہر و مفتی تھے، خالص سنی، صوفی عالم و یگانہ روزگار امام العلوم تھے

وہ بیت کی بیخ کنی میں ان کی مساعی مشہور و اور آزادی ہند میں ان کی جدوجہد بختانہ تعارف نہیں، آج تک وہابیوں دیوبندیوں میں نہ ایسا عالم پیدا ہوا نہ مجاہد، شیخ شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۱۲۸۵ھ ہستی نظام الدین اولیاء دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (دیوبندی مذہب، ص ۱۱۳)

ایسے ہیں کہ جن کے نام بھی محفوظ نہ رہ سکے، عالم تاریخ نویسوں نے کیا ظلم ڈھایا کہ جنہوں نے قربانیاں دیں، جنگ آزادی میں تکلیفیں، اذیتیں، مصیبتیں برداشت کیں، ان کا نام تک تاریخ کے اوراق کی زینت نہ بنے اور جو عوام کے غدار اور انگریزوں کے وفادار تھے ان کو مجاہد اور جنگ آزادی کا ہیرو بنا دیا۔

مولانا محمد علی جوہر (۱۳)،

۲۴ مولانا محمد علی جوہر: مولانا محمد علی جوہر بن عبدالحی (۱۸۳۸ء - ۱۸۸۰ء) بن علی بخش (۱۸۱۳ء - ۱۸۶۷ء) کی دردت ۱۵ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۸۷۸ء بروز منگل رامپور (یوپی، بھارت) کے ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ عمر دس سال سے کم تھی کہ والد گرامی کی رحلت ہو گئی، آپ نے ابتدائی تعلیم رامپور اور بریلی میں حاصل کی، پھر علی گڑھ بھیج دیئے گئے، اور علی گڑھ میں آپ "بانی طاب علم" شمار ہوتے تھے۔ انگریز اسٹاف پر تنقید کرتے، لڑکوں کو ان کے خلاف منظم کرتے، ۱۸۹۸ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا، پڑھنے بھائی مولانا شوکت علی نے معاشی ماساعد ہونے کے باوجود آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان بھیج دیا، ۱۹۰۲ء میں تاریخ میں آنرز کی ڈگری حاصل کی، علوم دینیہ میں "دارالعلوم فرنگی محل" سے سند فراغت حاصل کی اور آپ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے وسبب حق پرست تھے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کی تشکیل کے وقت آپ موجود تھے۔ مئی ۱۹۱۵ء میں جنگ عظیم چھڑ جانے کی وجہ سے آپ کو نظر بند کر دیا گیا۔ ۱۹۱۷ء میں جب آپ قید فرنگ میں تھے آپ کو "آل انڈیا مسلم لیگ" کا صدر منتخب کیا گیا، آپ نے فکرت سے "کامریہ" اور "لہر د" کے مضامین تنقیدی نوٹ اور حقائق کے انکشافات نے برصغیر کے لوگوں کو پیدار کرنے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۲۱ء کو آپ نے کراچی میں "خلافت کانفرنس" کی صدارت کی، آپ کے خطبہ صدارت کو بغیر قرارداد سے کر گرتے کر لیا گیا اور جرم یہ عائد کیا گیا کہ آپ نے مسلم سپاہیوں میں سرکار انگریز کے خلاف بددلی اور ماضی پھیلانی۔ اس ریزولیشن کی تائید میں میں تقریر کرنے والے میر غلام محمد دہر بندی (شکارپور، سندھ)، مولانا شوکت علی مولانا شاہ احمد کانپوری وغیرہم بھی گرفتار ہوئے۔ اس مقدمہ میں دس سال قید ہوئی۔

عشق رسول ﷺ آپ کا سرمایہ حیات تھا، اتباع رسول اللہ ﷺ میں ہر وقت کوشاں رہتے، جوں ہی آنحضرت ﷺ کا نام نامی اسم گرامی آتا آپ کی آنکھیں اشکبار ہو جاتیں، جب لاہور کے

ایک متعصب اور دشمن اسلام راجپال نے رسوائے زمانہ کتاب ”.....“ شائع کی جس میں حضور ﷺ کی حیات طیبہ پر نہایت رکیک اور بے ہودہ حملے کئے گئے تھے، پھر ہائی کورٹ نے بھی جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مجرم کو صاف بری کر دیا تو آپ نے ایسا قانون پاس کرانے کی تحریک شروع کی، جس کی رو سے ایسے شخص کو جو انبیاء کرام اور دیگر مذہبی رہنماؤں کی توہین کا مرتکب ہو سزا دی جاسکے، چنانچہ آپ کی کوشش کامیاب ہوئی، آپ کا تیار کردہ مسودہ صلی عہد اللہ ہارون (۱۸۷۲ء-۱۹۳۷ء) نے مرکزی اسمبلی میں پیش کیا جو کہ غیر معمولی اکثریت سے منظور ہو گیا۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری)

مولانا محمد علی اور شوکت علی دونوں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ نے ان دونوں کو ”ہندو مسلم اتحاد“ کی حمایت کرنے پر تنبیہ کی تھی۔ (دہلوی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۱۲-۱۳)

کچھ اس کا اثر ہوا، پھر ان دونوں کے پیر اور مربی حضرت علامہ مولانا عبدالباری فرنگی نعلی کا اس باطل نظریہ سے اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پتہ تو چر کے ان کی غیر منصوص فی فقہ مسائل میں اعلیٰ حضرت کی غیر مشروط حمایت اور اطاعت کا اعلان کیا اس کا بھی ان دونوں بھائیوں پر خاص اثر ہوا کہ مولانا محمد علی جو ہر نے پہل کی، چنانچہ بین الاقوامی مؤرخ، ”ہر تعلیم ڈاکٹر قریشی لکھتے ہیں ”اسی طرح مولانا محمد علی جو ہر نے اپنی وفات سے تین ماہ قبل (حدیدہ اعلیٰ حضرت، آل انڈیا نیشنل کانفرنس کے داعی اور روح رواں) مولانا سید نعیم امجدین مراد آبادی کے سامنے اپنی ہندو نوآرمر گریب سے توجہ کی، چند ماہ بعد مولانا شوکت علی نے بھی ایسا ہی کیا۔“ (دہلوی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۱۳)

گول میز کانفرنس میں ”پ کو شرکت کی دعوت دی گئی تو خلافت کمیٹی کے کانگریسی ممبروں نے آپ کے خلاف سیاہ جھنڈوں سے مظاہرہ کرنے کی سعی مذموم کی، کانفرنس میں پہنچ کر آپ نے اعلان کیا کہ ”میں ایک لحد کے لئے بھی تھوڑی نہیں کر سکتا کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور پھر مسلمان میں یقیناً پہلے مسلمان ہوں اور کچھ بعد میں۔“

دوسری گول میز کانفرنس میں گاندھی نے بھی شرکت کی جس نے واقفائے اردن کے ساتھ

دوسرے مولانا شوکت علی (۳۶)۔

معاہدہ کر رہا تھا کہ آزادی کا مطلب مکمل آزادی نہیں بلکہ درجہ نوآبادیت ہی ہوگا، تاہم وہاں آپ نے اعلان کیا کہ ”میں درجہ نوآبادیت کا قائل نہیں ہوں، میں تو آزادی کا ل کو اپنا مسلک قرار دے چکا ہوں، میں اس وقت تک اپنے غلام ملک میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک آزادی کا پر دانہ مصرے ہاتھ میں نہ دے دیا جائے گا، اگر تم نے ہمیں ہندوستان میں آزادی نہ دی تو تمہیں یہاں مجھے قبر کی جگہ دینی پڑے گی۔“

اس تقریر کے بعد آپ کی حالت سنبھل نہ سکی اور بے ہوش ہو گئے اور اس قومی اور ملی ورد کی کک میں ۴ جنوری ۱۹۳۱ء بروز اتوار دار فانی سے کوچ کر گئے۔ مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلمان قائدین نے آپ کو غسل دیا، شام کو پینڈ نکلس ہال لندن میں نماز جنازہ ادا کی گئی، آپ کا جسدِ خاکی بیت المقدس لے جایا گیا، جہاں مسجد اقصیٰ اور مسجد عمر کے نزدیک دفن کر دیا گیا۔ (ماخوذ از تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری، ص ۱۲۵-۱۲۶)

۲۶۔ مولانا شوکت علی مولانا شوکت علی بن عبدالعلی (۱۸۶۸ء-۱۸۸۰ء) بن علی بخش (۱۸۱۳ء-۱۸۶۷ء) بن محبوب بخش (۱۷۷۰ء-۱۸۶۸ء) کی ورثہ ۱۸۷۲ء میں راہپور (پنجاب)۔ بھارت) میں ہوئی، بچپن میں وادی گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا، وادی نے تعلیم و تربیت کا پورا ٹھکانہ بن کر رکھا، آپ نے دل کھوں کراں کا ساتھ دیا، مولانا شوکت علی بہت اچھے منتظم تھے، تقریریں کم کرتے تھے، پہلی تحریک جو آپ نے منتظم کی ”انجمن خدام الکعبہ“ تھی، جو ۱۹۱۳ء میں آپ کے پیر و مرشد مولانا عبدالباری فرنگی نعلی کے دولت خانہ پر قائم ہوئی، اس تحریک کا مقصد مقامات مقدسہ کی حفاظت اور برطانوی عزائم کا سبکدوش تھا، یہی وہ انجمن تھی جس نے حکومت برطانیہ کے خلاف براہِ تحریک شروع کی، یہی وہ انجمن تھی کہ جس نے ممالک اسلامیہ کی طرف مسلمانان ہند کو متوجہ کیا۔

جب عظیم کے زمانے میں ترکی کی حمایت کی پاداش میں اپنے بھائی مولانا محمد علی جوہر کے ساتھ پونے پانچ سال قید رہے، آپ بڑے بے باک اور بڑے جاذبِ غرور شخصیت سے سرشار مسلمان تھے، کراچی کے معروف ”خالق دینا ہال کیس“ میں آپ کے عدالت سے گرج کر کئے ہوئے الفاظ اس کے عکاس

ہیں کہ آپ نے فرمایا: ”مگر حکومت مسئلہ خلافت کے حعلق ہمیں مطمئن نہ کر سکی یا پنجاب (جلینا نوالہ باغ امرتسر) کے بارے میں انصاف سے کام نہ لیا اور ہمیں مکمل آزادی نہ دی تو میرا فرض ہے کہ بحیثیت ہندوستانی مسلمان اس حکومت کو صفر ہستی سے مٹانے کی پوری کوشش کروں گا۔“ اس کیس کی بناء پر آپ کو دو سال قید بمشقت ہوئی جو آپ نے نہایت استقلال کے ساتھ برداشت کئے۔

۱۹۲۳ء میں کوہاٹ میں ہندو مسلم فساد ہوا تو گاندھی کے ساتھ وہاں تحقیقات کے لئے گئے، گاندھی نے جس طرح ہندوؤں کی طرف داری کی اور مسلمانوں کو فساد کا دھمہ دیا، اس بات پر آپ نے گاندھی کو بالکل بے نقاب کیا، اس کے بعد پھر کئی اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہ ہوئے۔

مولانا محمد علی جوہر کے انتقال کے بعد مولانا شوکت علی نے خلافت کمیٹی کے اندر ریکارڈنگی مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی جس کا حال یہ تھا کہ ۱۹۳۰ء میں مجلس خلافت کے اجلاس میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری (۱۸۹۰ء - ۱۹۶۱ء) نے باقاعدہ یہ قرارداد پیش کی گاگریس میں غیر مشروط طور پر شمولیت اختیار کرنی چاہئے تو مولانا شوکت علی نے مسلمانوں کو اس اجتماعی خودکشی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری) اور آپ کی ”ہندو مسلم اتحاد“ کی حمایت سے دستبرداری اعلیٰ حضرت اور خلیفہ اعلیٰ حضرت سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور علامہ عبدالباقی فرنگی مہلی کی مرہوبہ منت ہے، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی ”علماء ان پالیکس“ میں تحریر سے بھی ظاہر ہے۔

آپ نے جس خصوص کے ساتھ مسلم لیگ کی خدمت کی، اس سے ہر چیز اور مقبول بنایا، اسے عوامی جماعت تک پہنچایا، اس کے محمد علی جناح بھی معترف تھے۔ ۱۹۳۳ء کے الیکشن میں آپ نے بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر الیکشن لڑنے سے معذوری ظاہر کی تو جناح صاحب کے کہنے پر تیار ہو گئے اور بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئے اور پھر کونسل کے امداد اور ہر مسلم لیگ کی ڈھال اور گاگریس کے لئے برہنہ تلواریں رہے سخت گرمی اور بیماری کی حالت میں بھی مسلم لیگ اور قیام پاکستان کے لئے اگر کوئی کام ہو تو دور دراز کے سفر سے بھی نہ گھبراہٹے۔

۱۹ اپریل ۱۹۳۸ء کو محمد علی پارک گلگت میں مسلمانوں کا ایک شاندار جلسہ عام آپ کی صدارت میں منعقد ہوا، اس جلسہ میں آپ کی خدمات جلیلہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا، آپ نے فرمایا:

اور اسی قسم کے حضرات حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی مہلی (۱۲۷۰) کے ہاتھوں میں میدان سمری زندگی اسلام اور قوم کے لئے وقف ہے اور انکا مانند اسی راہ میں جان دوں گا۔

نومبر ۱۹۳۸ء کے آخری ہفتے میں آپ پر برٹش گیس کا شدید حملہ ہوا، اسی حالت میں مسلم لیگ کے کام کے لئے آسام کے شہر شیانگ کے دورے کا پروگرام بنایا، یکم دسمبر تاریخ روانگی طے پائی اور ۲۸ نومبر کو اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے، اور آخری آرام گاہ دہلی میں درگاہ سرمد شہید کے جوار میں بنی (ماخوذ از تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری، ص ۷۸ تا ۷۹)

حضرت مولانا عبدالباقی فرنگی مہلی حضرت مولانا عبدالباقی بن مولانا شاہ عبد الوہاب (۱۸۳۶ء - ۱۹۰۳ء) بن شاہ محمد عبدالرزاق (۱۸۲۲ء - ۱۸۸۹ء) بن شاہ محمد جمال الدین بن علاء الدین کی ولادت ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ ۱۳ اپریل ۱۸۷۸ء بروز اتوار فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی، سلسلہ نسب خواجہ عبد اللہ انصاری مدفون ہرات کے واسطے سے سیدنا حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

۱۳۶۴ قمری کے بعد مولانا عبدالباقی فرنگی مہلی (۱۸۹۶ء - ۱۹۴۵ء) مولانا غلام احمد پنجابی، مولانا احمد اللہ سندیلوی، مولانا یحییٰ القضاۃ حیدر آبادی ثم لکھنوی (ک ۱۹۲۵ء) اور مولانا غلام یحییٰ سے اکتساب علم کیا۔ پھر مولانا عبدالباقی نے اپنی مروجہ مع سلسلہ و غیرہ کے اپنے سامنے پڑھا کر اچارتہ عنایت فرمائی۔ علاوہ ازیں سید علی بن سید ظاہر پوری، شیخ اندر کل علامہ سید امین رضوان، علامہ سید احمد برزنجی مدنی، سید محمد باہلی حیرری سے اجازت و تثبیت حدیث حاصل ہوئی تھی اور اپنے ۱۱ مسودہ نور الحسنین سے بھی اجازت حدیث بسلسلہ عابد سندھی مدنی اور سید وحان کی عطا ہوئی۔

۱۳۷۱ھ ۱۹۰۳ء میں حرمین شریفین اور عراق کا سفر اختیار کیا، رمضان المبارک میں بغداد پہنچے، حضرت تقیہ الاشراف سید عبدالرحمن نے سلاسل طریقت کے علاوہ سند حدیث بھی مرحمت فرمائی۔

آپ نے درس تدریس کا پیشہ اختیار کیا، مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کو شہرت عام اور بڑے دوام تک پہنچایا اور سیاسی امور میں بھی پوری دلچسپی سے لیا اور دنیا پر ثابت کردیا کہ عالم دین سیاست میں شہسوار ہو سکتا ہے اور آپ نے مولانا حضرت موبائی (۱۸۷۸ء - ۱۹۵۱ء) اور علی برادران کی روحانی و سیاسی تربیت کر کے تحریک آزادی کو جلا بخشی۔

یہ سست آیا، اب کیا ہوا؟ انگریز کو ظلم کر کے ایک عرصہ بیت گیا تھا۔ اور اس عرصے میں یہ مسلم

۳۰ اگست ۱۹۱۳ء کو کانپور کی مسجد چھٹی بازار کا واقعہ پیش آیا تو اس وقت مولانا دیوانہ وار میدان میں کودے اور بھرپور کردار ادا کیا۔ آپ ”ہندو مسلم اتحاد“ کے حامی رہے لیکن ہندوؤں کی مفاد پرستی، مسلم دشمنی اور اپنی اوقتی دیکھی تو حرفہ غلط کی طرح ”ہندو مسلم اتحاد“ کا خیال دل سے نکال دیا اور اپنی اس کوشش پر تادم زست تادم و پشیمان رہے۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری)

یہ تو قصوری صاحب اور کچھ دوسروں کا نظریہ ہو گا جب بات چل نکل ہے تو اس حقیقت کو بھی بیان کئے دیتا ہوں کہ علامہ مصلی مرحوم کے دل میں ہندوؤں کی مسلم دشمنی دیکھ کر ضرور بیزار رہی آئی ہوگی اور ان کی ابن اوقتی دیکھ کر تڑپ جیت کا خیال دل میں گزرا ہو گا، اس سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک سچے مسلمان سچے اور بہت بڑے عام سچے لیکن حقیقت میں علامہ عبدالباقی ایک قومی نظریہ کی حمایت کو ترک کر کے دوقومی نظریے کا حامی ہو جاؤ اور اس کے لئے بھرپور جہد کرنا، اہلسنت، امام احمد رضا کامرہوں منت ہے چنانچہ بین الاقوامی مؤرخ تحریک پاکستان کے عظیم زکن ڈاکٹر شتیق حسین قریشی اپنی کتاب ”علاء ان پالیکس“ میں لکھتے ہیں جس کے ایک باب کا ترجمہ ”نوائے وقت“ کے سب ایڈیٹر گل محمد فیضی نے کیا اور اسے ۲۳ دسمبر ۹۸ء کو شائع کیا، چنانچہ ڈاکٹر قریشی لکھتے ہیں ”مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے مولانا عبدالباقی فرنگی نئی کی بھس تحریروں اور افعال پر اعتراض کیا جنہوں نے خود ان الفاظ میں اس کا حسین اعتراف کیا ہے۔ ”مجھ سے بہت سے گناہ سرزد ہوئے ہیں، کچھ دانستہ اور کچھ دانستہ مجھے ان پر اندامت ہے۔ ربانی تحریری اور عملی طور پر مجھ سے ایسے امور سرزد ہوئے جنہیں میں نے گناہ تصور نہیں کیا تھا، لیکن مولانا احمد رضا بریلوی نے انہیں اسلام سے انحراف یا گمراہی یا قابل مواخذہ خیال کہتے ہیں، ان سب سے میں رُجوع کرتا ہوں جن کے لئے پیش روؤں کا کوئی فیصلہ یا نظریہ موجود نہیں، ان کے بارے میں میں نہیں مولانا احمد رضا کے فیصلوں اور فکر پر کامل اعتماد رکھتا ہوں۔“

انجانب بیان مولانا عبدالباقی فرنگی نئی نے شائع کردیا، مسلمانوں کو ہندو قیادت کی پیروی سے باز رکھنے کی جہد و جہاد کی رہی۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی ص ۱۳)

آپ عاشق رسول ﷺ اور پابند شریعت تھے، امت و امتیاز و حضرت میں نماز باجماعت کا اعتراف کیا، وفات سے چند سال قبل آپ کو بردے دیا گیا، یہ وقت معلوم ہو جانے پر فوراً ادا کیا گیا مگر مکمل

لیڈر آپس میں سر جوڑ کر ساتھ بیٹھتے کہ کیا کرنا چاہیے انگریز سے نجات حاصل کرنے کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟ انگریز کو یہاں سے بھگانے کے لئے کیا طریقہ استعمال کیا جائے؟

تحریک کو سمیٹتے ہوئے عرض کرتا ہوں تحریکیں تو بہت تھیں، پہلے تحریک یہ چلی کہ انگریز کو کیسے نکالا جائے؟؟ ہندو اور مسلم میں اتحاد ہو جائے۔ ہندو اور مسلمان یہ دونوں متحد ہو کر تحریک چلائیں کہ ہم متحد ہیں انگریز کو نکالا جائے جب یہ تحریک اپنے عروج پر پہنچے گی تو ان کے ذہن میں یہ بات تھی کہ جب تحریک چلے گی تو اس کے دوران انگریز بھاگ جائے گا۔ جب انگریز بھاگ جائے گا تو انگریز اتنا سیدھا شریف النفس ہے کہ جب یہاں سے بھاگے گا تو یہ بیٹھ کر فیصلہ کرے گا کہ ہم نے حکومت مسلمانوں سے لی تھی، بہادر شاہ ظفر سے لی تھی، سلطان نیپو سے چھینی تھی تو اب ہمیں یہ حکومت مسلمانوں کے حوالے کر کے جانا چاہیے۔

کیا انگریز جانا تو اقتدار مسلمانوں کے سپرد کر کے جاتا؟ نہیں نہیں!! اس میں گامدھی اور اس کا ٹور ایمر جنسی میں ساؤتھ افریقا سے آیا، آنے کے بعد اس نے ہندوؤں

= فائدہ مند ہوا، عزت میں جڑت پیدا ہو گئی تھی، پھر روز بروز صحت گرتی چلی گئی، یہاں تک کہ ۲ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۷ جنوری ۱۹۱۲ء بروز اتوار پونے چار بجے سپاہر جب کہ آپ نے ہمسری اور انجلی کا ارادہ فرما رہے تھے دفعہ دہائی چاہی جانے کا شدید صدمہ ہوا۔ اور ۳ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۹ جنوری ۱۹۱۲ء بروز منگل تقریباً گیارہ بجے شب آپ نے رحلت فرمائی۔

آپ کی وفات پر خاںوادہ بلی کے فریڈرک حضرت مولانا مفتی شمس علی خان ریسوی (۱۹۰۷ء ۱۹۸۸ء) نے ”آہ“ ”آہ کس نہج علم کا ہجر اعظم خرق، بحر حنا ہو گیا“ کے زیر عنوان خراج تحسین پیش کیا اور دارالعلوم ”مفتی الاسلام بریلی“ میں آپ کے سوئم کے سلسلے میں ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی اور شیرینی تقسیم کی گئی اور علماء و طلباء نے دعائے مغفرت فرمائی (ماخوذ از تحریک پاکستان اور علماء کرام، محققہ محمد صادق قصوری ص ۱۲۳)۔

کی کمن سنبھالی۔ بڑی چال کی اور چاہے بیک وقتی سے اس تحریک کو اجاگر کیا کہ ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ کہ پہلے انگریز کو یہاں سے نکالا جائے۔

آپ جانتے ہیں اس کے معنہ اثرات کیا ہوئے؟؟ بڑے بڑے ہمارے لیڈر گاندھی کی آمدھی میں بہہ گئے اور آپ کو سن کر سرت ہوگی مولانا محمد علی جوہر گاندھی کی آمدھی میں بہہ گئے مولانا شوکت علی، جناب مولانا عبدالباری لکھنوی فرنگی مکلی بھی گاندھی کی آمدھی میں بہہ گئے (۲۸)، خود ہمارے بانی پاکستان محمد علی جناح صاحب بھی گاندھی کی آمدھی میں بہہ گئے۔ (۲۹) ہوا یہ کہ ہندو اور مسلم میں اتنا گٹھ جوڑ ہو گیا، اتنا گٹھ جوڑ ہو گیا کہ اب جگہ جگہ نعرے لگنے لگے ”ہندو مسلم بھائی بھائی“ یہ نعرہ لگا دیا گیا کہ ہندو مسلم بھائی بھائی، انگریز کو یہاں سے نکال جائے۔ پھر ایک تحریک چلی ”اکھنڈ بھارت“ کیا مطلب؟ کہ مسلمان اور ہندو دونوں ایک ہو جائیں اور انگریز کو یہاں سے نکالیں یہ تحریک تھی اکھنڈ بھارت۔ ایک

۲۸ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا کہ مولانا عبدالباری فرنگی مکلی نے ہندوؤں کی مفاد پرستی، مسلم دشمنی اور اپنی اوقتی سے محکم آ کر بہمن ہو گئے، پھر اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، امام احمد رضا کے اصلاح فرمانے سے انہوں نے ”ہندو مسلم اتحاد“ کا خیال صرف غلط کی طرح دل سے نکال دیا، اور اپنی اس غلطی پر ہمیشہ دم رہے، چنانچہ محمد صادق قسوری لکھتے ہیں ”انہوں نے اپنے اس فعل پر سخت مذمت اور شرمندگی کا اظہار کیا اور بوقت ”خرابی“ وصیت نامے میں اپنی غلطیوں سے معافی چاہی، اس کی وفات کے دوسرے روز ان کے وصیت نامے کی وہ دفعہ پڑھی گئی، جس سے قصص خصوصاً اور علامۃ المسلمین سے عموماً اپنی غلطیوں سے معافی چاہی، یہ دفعہ مولانا سلامت اللہ فرنگی مکلی نے بند مگر کلویئر آؤز سے سنائی، حاضرین کے دل دکا اور ”نکھیں اٹک رہیں، مولانا محمد علی جوہر تو خون کے آنسو رو رہے تھے“۔ (تحریک پاکستان اور علماء کرام، مصنفہ محمد صادق قسوری، ص ۳۷-۳۸)

۲۹ کیونکہ محمد علی جناح پہلے کانگریس میں رہے چنانچہ شریف الجاہد لکھتے ہیں ”جناح اگرچہ شروع میں کنز کانگریسی تھے، اس کے باوجود مسلمانوں میں وہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے“ (ص ۳۲) ان کی کانگریس سے دوری کے متعلق لکھتے ہیں ”اس طرح پینڈرل مون کے الفاظ میں ”گاندھی کے عروج کے ساتھ ہی جناح کانگریس سے دور ہو گئے“۔ (قائد اعظم حیات و خدمات، ص ۲۸)

تحریک چلی ترک مولات وہ کیا تھی؟ وہ یہ تھی کہ انگریز کے مال کا بے نیکاٹ کیا جائے۔ انگریز کے جتنے عہدے ہیں سب واپس کر دیئے جائیں جتنے اس کے جج، جے اے اے، اے اے اے، کارکردگی کے حقے یہ سب انگریز کو واپس کر دیئے جائیں۔ انگریز کی سرکاری ملازمتیں چھوڑ دی جائیں۔

اس تحریک کے چنے میں جتنے مسلمان تھے سب نے اپنے جج دے دیئے، اپنے اعزازات واپس کر دیئے، انگریزوں کی ملازمت چھوڑ دی جب ہندوؤں اور مسلمانوں میں یہ (Pact) معاہدہ ہوا تھا کہ سب انگریز کی ملازمت چھوڑ دیں گے تو معاہدہ یہ تھا کہ مسلمان ایک ہندو تین (3:1) کا تناسب یعنی کوئی ایک مسلمان اپنے عہدہ کو چھوڑے تو تین ہندوؤں کو بھی چھوڑنا ہونا، کوئی ایک مسلمان نوکری چھوڑے تو تین ہندو نوکری چھوڑ دیں کیونکہ مسلمان اقلیت میں تھے اور ہندو اکثریت میں تھے۔ اب چاہئے تو یہ تھا ایک مسلمان کے بدلے تین ہندو نوکریاں چھوڑتے مگر اس ہندو بد معاش نے ایسا ہی کیا جیسا کہ ان کے لیڈروں نے ان کے کانوں میں کھوپ رکھا تھا۔ مسلمان تو معاہدہ کے تحت نوکریاں چھوڑنے لگ گئے۔ اعزاز واپس کرنے لگ گئے یہاں تک کہ آپ کو سرت ہوگی کہ ہمارے یہاں پاکستان میں سب سے بڑا فوجی اعزاز ’نشان حیدر‘ ہے۔ انگریز کے زمانہ میں ”وکٹوریہ کراس“ (Victoria Cross) تھا۔ یہ انتہائی فوجی اعزاز تھا اور وہ وکٹوریہ کراس ایسا اعزاز تھا کہ جب آدمی لگا کر ہندوستان میں وائسرائے (Viceroy) کے سامنے چلا جائے تو اس کے جج ”وکٹوریہ کراس“ کو دیکھ کر وہ کھڑے ہو کر اس کا ادب کرتا تھا۔ کورز کے پاس چلا جائے وہ کھڑا ہو جائے۔ بڑی بڑی جگہ پر چلا جائے اس اعزاز کے پاس میں وہ سب کے سب کھڑے ہو جائیں۔ جس کو یہ اعزاز ملتا اس کو بڑی مراعات حاصل تھیں۔ ساری زندگی کے لئے VIP ہی نہیں بلکہ Very Very VIP (Important Person) اہم ترین شخصیت بن جائے، کو یہ کہ وہ بہت بڑا اعزاز تھا

اس کو تک لوگوں نے واپس کر دیا۔

اس دور میں مولانا محمد علی جوہر کوکوں کے ذہنوں میں اور سیاست پر چھائے ہوئے تھے، ابوالکلام آزاد (۲۰) کوکوں کے ذہنوں پر چھایا ہوا تھا، مولانا شوکت علی کوکوں کے ذہنوں پر

۳۰۔ ابوالکلام آزاد مولانا ابوالکلام آزاد متوفی ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء گاندھوی قبیلے کی ممتاز منفرد ہستی تھے، موصوف کی گاندھویت کے بارے میں مولوی شریف الحسن ماطر لکھنوی نے یوں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے ”ہندوستان کی سیاست کے اس انقلابی دور میں حضرت مولانا کی پہلی ملاقات گاندھی سے ۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو دہلی میں ہوئی، جب مسند ترقی و خلافت کے متعلق واٹسراے سے گفتگو کرنے کے لئے تمام ممتاز ہندو مسندین جمع ہوئے تھے، اس موقع پر آنجنابی بلک بھی موجود تھے، اور وہی دن تھا جب مولانا اور گاندھی جی کے درمیان محبت اور ظلم کا ایسا رشتہ قائم ہوا جو گاندھی جی کے آخری دم تک قائم رہا۔“ (میں بڑے مسلمان، ص ۷۷، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء)

اور مولانا آزاد مسلم لیگ اور پاکستان دشمنی میں دوسروں سے بڑھ کر تھے، چنانچہ موصوف کے بارے میں زائد قریب کی ایک نامور شخصیت یعنی خواجہ حسن نظامی دہلوی کے تاثرات ملاحظہ کیجئے ۱۹۰۸ء میں مسٹر راہد سہروردی کے مکان پر انہوں نے حسن نظامی کے یک کاغذ پر یہ لکھا تھا ”سب باتیں منظور ہیں باستثنائے شرکت مسلم لیگ“ گویا ۳۳ سال پہلے بھی وہ مسلم لیگ سے استغنیٰ جہاں تھے جتنے آتے تھے اگر مولانا ابوالکلام کو ہندوستان کا بادشاہ بنا دیا جائے تو وہ کبریا عظم کی طرح بر قوم میں مقبول ہوں۔“ (میں بڑے مسلمان، مصنفہ عبدالرشید، ص ۱۵۷، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء)

اور پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب، حضرت خواجہ حسن نظامی سجاد نشین خواجہ نظام الدین کے در کے تختہ لکھتے ہیں کہ ”سب نے نکل ہند کی جیا دوں پر چشتی برادری قائم کی، اس میں اپنے تمام عقیدت مندوں کے علاوہ اہم سیاسی شخصیات کو بھی شمولیت کی دعوت دی، شرط یہ رکھی کہ اس برادری کا ہر فرد مسلم لیگ کی حمایت کرے۔“

ابوالکلام آزاد نے ان کی دعوت پر لکھا چشتی برادری کا رکن تو بن سکتا ہوں مگر مسلم لیگ کی حمایت نہیں کر سکتا۔ (دہلی نامہ خیاں، ص ۷۰، لاہور، تحریک پاکستان اور مشائخ، مجریہ، محرم الحرام ۱۳۱۰ھ / اگست ۱۹۹۰ء، جلد (۲۰)، شمارہ (۱۱)، ص ۷۶)

چھا گئے۔ مولانا عبدالباری فرنگی مٹلی لوکوں کے ذہنوں پر چھا گئے۔ نہرو، گاندھی یہ سب

اور موصوف کی غیرت اسلامی سے محرومی اور ان کے سیاسی عزائم اور شہر و اور گاندھی سے دوستی کو دیکھ کر ان کے ہم مسلک ظفر علی خان یوں گویا ہوئے

ابوالکلام آزاد سے پوچھتے ہیں دل بے آج کل تم چٹوائے اب مرجم ہو کیا خطا کوئی بھی سرزد تم سے ہو سکتی نہیں تم بھی کیا پاپائے روم کی طرح مصوم ہو نہرو گاندھی کے دل کا حال تم جہاں اگر پھر ذرا تم کو بھی قدر عافیت معلوم ہو کٹ کر انہوں سے ملے ہو تو اغیار سے پھر یہ کہتے ہو کہ ہم ظالم ہیں تم مظلوم ہو ہم مسلمان ہیں جو ہیں اوج سعادت کے ہا آئیں اس کے سایہ میں ہم کس طرح جوڑم ہو تم یہ کہتے ہو کہ مسلم لیگ رجعت پسند ہے تم کہاں کے طلوع وقت آئے میرے خدوم ہو کیا تمنا ہے کہ نہرو ہو ہمارا ترجمان اور لادھی کفر کی اسلام کا مظلوم ہو کیا تمنا ہے کہ ہم گاندھی کے آگے سر جھکا نہیں کیا قیامت ہے کہ جو حاکم ہے وہ محکوم ہے اے خدا ماہدایت اس مسلمان کو دکھا غیرت اسلام کی دولت سے جو محروم ہو (چندستان، مصنفہ ظفر علی خان، ص ۹۱، مطبوعہ لاہور)

عبدالحکیم خاں اختر شاہ جہا پوری نے ابوالکلام آزاد کے نظریات و افکار اور عملی اقدامات کا یوں تجزیہ کیا چنانچہ لکھتے ہیں ”اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب ابوالکلام آزاد کیا چاہتے تھے؟ کیا وہ بھی گاندھی کی جاوہری کا شکار ہو گئے تھے؟ احقر کا جواب (قطع نظر اس کے کہ وہ کسی کی نظر میں گج ہے یا غلط) نفی میں ہے، ابوالکلام اور گاندھی کی پہلی ملاقات ۱۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو دہلی میں ہوئی ہے لیکن آزاد صاحب اس ملاقات سے پہلے ”مسند قومیت“ کے حامی اور ”ہندو مسلم اتحاد“ کے ربر دست مبلغ تھے، موصوف اپنے اس سیاسی و دینی نظریہ کی ”اہل اس“ کے ذریعے کھل کر تبلیغ و اشاعت کر رہے تھے، مسلمانوں کو دہلی حاضر کا ابو الفضل بن کر برآمد راغب کر رہے تھے کہ وہ ہندوؤں کو بھی اپنا بھائی سمجھیں اور یہ خیال قطعاً اپنے دل میں نہلائیں کہ مسلمان ایک ملک قوم ہیں اور ہندو ایک ملک نہیں بلکہ ہندو ہوں یا مسلمان، ہندوستان کے سارے باشندے ایک ہی قوم کے فرد ہیں اور اس قوم کا نام ہندو یا مسلمان نہیں، بلکہ ”ہندوستانی“ ہے۔“

لوگوں کے ذہنوں پر چھ گئے کہ انگریز کو یہاں سے نکال جائے۔ لیکن اس نعرہ ہندو مسلمان بھائی بھائی کے بہت سے مضر اثرات ہوئے۔ مسلمان بے روزگار ہونے لگ گئے۔ مسلمانوں نے نوکریاں چھوڑنی شروع کر دیں۔ اپنے اعزازات واپس کر دیئے اور سب سے بڑا بھیا تک نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں شادیاں شروع ہو گئیں۔ اس زمانہ میں وہابیہ نے بڑا شہکار کر دار ادا کیا انہوں نے یہ کہا کہ جب قربانی کا موقع آتا ہے عید الاضحیٰ میں ہم جو گائے ذبح کرتے ہیں، گائے ذبح کرنے سے ہندوؤں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ گائے ہماری مائے پل ہے وہ اس کو خدا مانتے ہیں۔ ہندوؤں میں ایک طبقہ ایسا ہے جس کے تصور سے ذہن میں گھن آتی ہے وہ گائے کا پیشاب بطور تبرک کے پیتا ہے اور ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہندوؤں کا وہ طبقہ جو گائے کو گنونا مانتا کہتا ہے اگر گائے کسی ایسے ہندو کے دروازے پر پہنچ جائے تو جناب وہ کیا کرتا ہے؟ کہ وہ ایک برتن

= ابوالکلام آزاد اپنے مخصوص نظریہ و عزائم کی بنا پر اپنے دور کے ابوالفضل بن کراکبر اعظم کی تلاش میں تھے اور ادھر گاندھی جو ہندوستان کا بے تاریخ و شاہناہ ہوا تھا، اس نے اس مقام پر پہنچ کر ڈاکٹر اکبر اعظم بننے کی غرض سے اس کے ”وسن الہی“ کو گاندھی کی شکل میں پورے ملک پر مسلط کرنے کی غرض سے اپنے دور کے ابوالفضل کی راہوں میں دیدہ و دل فریب راہ کھنکھائے تھے۔ ۱۸ جنوری ۱۹۲۰ء کو گاندھی اور ابوالکلام ملے، نہیں نہیں، اپنے دور کے اکبر اعظم اور ابوالفضل ملے، دونوں ہمارا دیو گئے، اکبر اعظم کو اپنا ابوالفضل مل گیا اور ابوالفضل کو اپنا اکبر اعظم ہاتھ آ گیا، نہ گاندھی ابوالکلام کا مرید تھا نہ ابوالکلام گاندھی کا، دونوں ایک دوسرے کی مراد تھے، دونوں ایک دوسرے کے عزائم کی تکمیل کا سب سے بڑا سہارا تھے، اگر مغل اعظم اور ابوالفضل اکٹھے نہ ہوتے تو تاریخ کے اوراق میں ”وسن الہی“ کا نام تک نہ تھا، اس طرح گاندھی اور ابوالکلام مل جل کر یک ہی منزل پر گامزن نہ ہوتے تو ”گاندھی“ کے نام سے بھی اٹائے نہ نہتہ کے کان نا آشنا ہتے بلخر علی خان نے اس لئے تو کہا تھا کہ دے یہ ان سے بھول گئے کیوں حرم کو آپ آئیں ابوالکلام جو دروہا سے گھوم کر (برطانوی مظالم کی کہانی، ص ۸۷۱-۸۷۲)

پہلے سے تیار رکھتا ہے، پہلے گائے کی ضیافت کرتا ہے فوراً ایک برتن تیار کر کے اس کے سامنے کھڑا ہو جائے گا۔ کہ گنونا مانتا صلیب ہمارے اس برتن سے کچھ کھالے تو ہمیں برکت ملے گی۔ اور اگر گائے نے کھاتے کھاتے پیشاب شروع کر دیا تو ہندو برتن لگا دے گا اور برتن لگانے کے بعد اب یہ گائے کا پیشاب لا کر پھر اس پیشاب کو اپنے مکان میں تبرک کے طور پر چھڑکتا ہے۔ مٹھائی کی دوکان والا بھی اس تبرک کو ساری مٹھائی کی پیٹیوں پر چھڑکتا ہے۔ پرچون والا سارے پرچون پر چھڑکتا ہے۔ مختلف دکاندار گائے کے پیشاب کو بطور تبرک مختلف طریقوں سے اپنی دوکانوں میں استعمال کرتے ہیں۔ غرض کہ وہابیہ نے فتویٰ دیا ”لوگوں گائے کو ذبح نہ کرو اس سے ہمارے بھائی ہندو کو تکلیف ہوتی ہے“ اس طرح انہوں نے اپنی ہندوؤں سے محبت اور وابستگی کا ثبوت دیا۔

۱۸۹۹ء میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اپنے شباب کے عالم میں تھے جب دیکھا کہ ہندو مسلمان ایک ہوئے جا رہے ہیں، نکاح، شادی بیاہ ہوئے جا رہے ہیں آپ نے اپنا مذہبی فریضہ انجام دیتے ہوئے پٹنہ (Patna) میں سنی کانفرنس کرنے کے بعد یہ دو قومی نظریہ (Two Nation Theory) سب سے پہلے امام اہلسنت عبد الرحیم نے پیش کیا اور اس میں امام اہلسنت نے وہ شکاف آواز میں اعلان کیا۔

لباس خضر میں یہاں سینکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں

اگر جینے کی خواہش ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

”میرے عزیز مسلمانوں! ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم ہے اور سنو ہمارے سرکار جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”الْكَفَرُ مِلَّةٌ وَاجِلَةٌ“ کفر ملت واحدہ ہے۔ کفر اگر برطانیہ کا ہو کفر ہے، کفر اگر امریکا کا ہے تو کفر ہے، کفر اگر ہندوستان کا ہے تو کفر ہے کیونکہ کفر ایک ملت ہے۔ یہ مت سمجھنا کہ امریکا کا کفر اور ہے یہاں کا کفر کچھ

اور ہے۔ تم نے ہندوستان کے کفر کو اختیار کر لیا ہے یہاں ہندو سے تم نے صلح کر لی اور یہ سمجھے کہ انگریز حکومت دے کر جانے لگا، نہیں ایسا نہیں۔“

گانگہی اور اس کی ڈیرت بھی یہی چاہتی تھی کہ مسلمانوں سے مدد لے کر انگریزوں کو بھگا دیا جائے اور اکثریت میں تو ہندو ہیں یہ تمام سیاست پر اور پورے ہندوستان پر چھایا جائے گا اور مسلمانوں کو دوہارہ سے کس دیا جائے گا۔ مگر مولانا شوکت علی نہیں بھانپ پائے۔ مولانا عبد الباقی اس کو نہیں بھانپ پائے، دیگر علماء و زعماء اس کو نہیں بھانپ پائے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس معاملے میں یہ سب کے سب مخلص تھے کہ مسلمانوں کو آزادی ملنی چاہیے مگر ان کا سیاسی نقطہ نظر محدود تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد علی جوہر بریلی شریف آئے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے ملاقات کی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا: ”مولانا! آپ کی سیاست میں اور ہماری سیاست میں بڑا فرق ہے۔ آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف“، یعنی ہماری سیاست یہ ہے کہ پورے ہندوستان کے سنی مسلمانوں کو ایک جگہ کیا جائے اور آپ کی سیاست یہ ہے کہ ہندو مسلمان مل کر انگریز کو بھگائیں اس لئے ہماری آپ سے نہیں بنے گی۔ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی اپنی کتاب ”علماء ان پائیکس“ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ (۳۱) اور اگر آپ یہ

اصل علی برادران احمد رضا کی بارگاہ میں تحریک پاکستان کے رکن عالمی شہرت یافتہ ممتاز مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھتے ہیں کہ ”تحریک خلافت کے آغاز میں عدم تعاون کے فتویٰ پر دستخط دینے کے لئے علی برادران اُن (یعنی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا) کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے جواب دیا: ”مولانا میری اور آپ کی سیاست میں فرق ہے، آپ ہندو مسلم اتحاد کے حامی ہیں اور میں مخالف“ اور جب مولانا نے یہ دیکھا کہ علی برادران رنجیدہ ہو گئے ہیں تو انہوں نے کہا ”مولانا میں (مسلمانوں کی) سیاسی آزادی کا مخالف نہیں، میں ہندو مسلم اتحاد کا مخالف ہوں“ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، علماء ان پائیکس، ص ۱۲)

یاد رہے کہ علی برادران بعد میں ایک قومی نظریہ سے تائب اور دوقومی نظریہ کے قائل ہو گئے

چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد ہو تو یہ لیجئے (اس غربت کے دور میں جس زمانہ میں پیسے کی بڑی ویلیو تھی اپنی جیب خاص سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے) پیچس روپے مولانا محمد علی جوہر کو چندہ دیا کہ لیجئے مسلمانوں میں اتحاد قائم کیجئے۔ اکھنڈ بھارت کو چھوڑیے۔ پس امام اہلسنت نے ۱۸۹۷ء میں دوقومی نظریہ ”پنڈت جی کافرنس“ میں پیش کر دیا۔ پس اعلیٰ حضرت نے جو یہ دوقومی نظریہ پیش کیا تاریخ گواہ ہے کہ دوقومی نظریہ جو ڈاکٹر اقبال ۱۹۲۱ء میں الہ آباد کے جلسے میں پیش کیا کہ ”میرے ذہن میں ایک نقشہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک الگ مملکت ہونی چاہئے جو مسلم آبادیاں ہیں وہ مسلمانوں کو مل جائیں جہاں ہندو ہیں وہ علاقے ہندوؤں کے زیر اثر آجائیں۔“

غور فرمائیے کہاں ۱۸۹۷ء اور کہاں ۱۹۲۱ء کا اجلاس جہاں یہ نقشہ پیش کیا گیا۔ اس معاملے میں علامہ اقبال، اعلیٰ حضرت سے پیچھے ہیں اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تو ۱۸۹۷ء میں ہی یہ نظریہ پیش کر دیا تھا (۳۲)۔ اور اس زمانہ میں پیش کیا جس زمانے میں بانی پاکستان محمد علی جناح بھی ہندو مسلم اتحاد کے قائل تھے، مولانا محمد علی جوہر اور دیگر سب اسی اتحاد کے گردیدہ تھے۔ عزیزان گرامی! مگر وقت نے بتایا کہ امام اہلسنت نے ۱۸۹۷ء میں جو نظریہ پیش کیا تمام مسلم جماعتیں سر جوڑ کر بیٹھیں اور انہوں نے فیصلہ کیا خصوصاً مسلم لیگ نے اور وہ یہ تھا کہ: ”اب ہمیں انگریز سے بھی جان چھڑانی چاہیے اور ہندو سے بھی جان چھڑانی چاہیے اور مسلمان ایک علیحدہ قوم ہے اپنے ملک کے لئے جدوجہد کریں اور جب علیحدہ اپنے ملک کے لئے جدوجہد کریں گے تبھی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

عزیزان گرامی! یہ سلسلہ چلا لیکن آزادی سے پہلے مولانا محمد علی جوہر چھ گئے۔ مولانا شوکت علی چھ گئے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کے خیر خواہ تھے۔ جب وہ

تھے جیسا کہ اس کا ذکر حواشی میں کیا جا چکا ہے

۳۲ اسی طرح ”تاریخ آزادی ہند اور مشائخ و علماء کا کردار“ (ص ۱۲) میں ہے

ہوگ کول میز کانفرنس (Round Table Conference) لندن میں گئے تو مولانا محمد علی جوہر نے کہا ”میں تو مر کے جاؤں گلیں آزادی لے کر جاؤں گا“۔ آزادی تو نہ ملی مگر ان کا راستے میں انتقال ہو گیا۔ یہ ان کے اخلاص کا ثمر تھا کہ مولانا محمد علی جوہر بیت المقدس میں دفن کئے گئے۔ لیکن آج ہمیں یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ بیت المقدس میں ایک دوئیس ہزاروں انبیاء کرام کے مزارات ہیں وہ بیت المقدس جو مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، وہ بیت المقدس جس میں حضور رحمت عالم ﷺ نے شب معراج امامت فرمائی اور تمام انبیاء کرام نے حضور رحمت عالم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے آج یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ ناپاک یہودیوں کے پیروں تلے وہ زمین ہے۔ وہ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس قبلہ اول کو آزاد فرمادے۔ وہ قبلہ اول جس کی دیواریں سر اٹھا اٹھ کر کسی سلطان صلاح الدین ایوبی کو تلاش کر رہی ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے سولہ برس لڑ کر بیت المقدس کا ایک انچ حصہ کسی کو نہیں دیا اور آج کیلوں کاٹنے سے بیس مسلمان کتنے بڑی قوت بنے ہوئے ہیں۔ مگر یہودیوں نے اتنا بڑا اور مکرم خطہ مسلمانوں سے لے لیا۔ اور محض مسلمانوں کی غفلت کی وجہ سے وہ چلا گیا۔ لیکن ضمناً میں یہاں یہ بات عرض کر دوں اس کا خلاصہ میں تقریر کے آخر میں کروں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ بیت المقدس مسلمانوں کی غفلت سے گیا، وہ قبلہ اول مسلمانوں کی بد اعمالیوں سے گیا۔ اگر یہی بد اعمالیوں پاکستان میں رہیں اور اگر یہی بد اعمالیوں کا دروازہ اور پھانک پاکستان میں کھل رہا میں آپ سے فیصد چاہتا ہوں بتائیے کہ کیا پاکستان بیت المقدس سے زیادہ متبرک ہے؟ کیا پاکستان بیت المقدس سے زیادہ مکرم و محترم ہے؟ دیکھو عزیزوں! بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے چلا گیا، مسلمانوں اگر تم نے اپنی روش تبدیل نہیں کی۔۔۔ تو خدا نخواستہ کوئی عجب نہیں کہ کھول جانوں کو قربان کر کے جو پاکستان بنا ہے شاید یہ بھی تمہارے ہاتھ سے چلا جائے۔ اگر تم نے اس نعمت کی قدر نہ کی تو یہ ممکن ہے۔

تحریک آزادی کا نقشہ بدل گیا۔ مسلمانوں کی متحدہ مسلم لیگ بنی اور اس کے قائد بغیر کسی اختلاف کے باقی پاکستان محمد علی جناح قرار پائے، اور اس کے بعد ایک تحریک چلی اور ایسی زبردست تحریک چلی کہ جس نے انگریزوں کی چوٹیں ہادیں۔ اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں سنی مشائخ و علماء کا بہت بڑا کردار تھا جن کی اکثریت ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ (۳۳) کے پلیٹ فارم سے ۱۹۲۵ء سے کام کر رہی تھی، اور ان کی ایک بڑی تعداد مسلم لیگ

۳۲ آل انڈیا سنی کانفرنس کی تاسیس پادری ہے کہ ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ (۱۹۲۵ء تا ۱۹۳۷ء) کے روح رواں، بانی مستظم اور ماعلم اعلیٰ صدر، فاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری تھے، اور اس کا پہلا تاسیسی چارہ روزہ اجدس ۲۰ تا ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۲ تا ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں منعقد ہوا جس کے داعی حضرت صدر، فاضل تھے اور اس میں امام اہلسنت کے امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء کے فرزند اکبر محمد امداد مدد رضا نے خطبہ استقبالیہ جب کہ خطبہ صدارت شیخ المشائخ سید علی حسین شاہ اشرفی نے دیا۔

اس پہلی کانفرنس میں شرکت کرنے والے یعنی شاہ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھو (مدیر ماہنامہ اشرفی کچھوچھا شریف) نے کانفرنس کی کاروائی دیکھی اور شائع کی، چنانچہ اس کے چند اقتباسات نقل کرتا ہوں، آپ نے لکھا: ”یہ کانفرنس کس طرح شروع ہو کر شتم ہوئی، اس کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی حیثیت سے ہندوستان میں قومی قوت کے اس وجہ شاندار جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ حضرات جن کے سامنے ہندوستان کا شرق و مغرب ہے اور جنہوں نے ایسے جیسے دیکھے ہیں جن کا تذکرہ بھی ہم لوگوں کو عجیب معلوم ہوتا تھا، ان کا بیان ہے کہ اس قدر منظم و باقاعدہ و رشوت جیسے کبھی نظر سے نہیں گزرا اور نہ شرکت سے پہلے گمان تھا کہ کانفرنس کا افتتاح اس شان و شوکت سے ہوگا۔ (ماہنامہ کچھوچھا، جلد ۳، شمارہ ۵، بحریہ شواہد ۱۳۳۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء ص ۱۵)

اہلسنت کے جن جلیل القدر علماء کرام، مشائخ عظام نے اس کانفرنس میں شرکت فرمائی اور ملکیت اسلامیہ کی بد وقت رہنمائی کی، ملحد کے حشر اور کفر سے ہوئے شیر اڑے کو جمع کیا، ان سب کے نام تو میر نہیں، تاہم چند اسامی گرامی جو محفوظ رہ گئے تھے وہ یہ ہیں شیخ المشائخ مولانا سید محمد علی حسین اشرفی جیلانی (کچھوچھا جامع فیض آباد)، ہادوی ثمت حضرت مولانا سید احمد اشرف جیلانی (کچھوچھا)،

کے پیٹ فارم سے بھی کام کر رہی تھی جن میں مجاہد ملت مولانا عبدالجبار بدایونی اور مبلغ اسلام و شریح نظریہ پاکستان علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی وغیرہ نے سب سے نمایاں کردار ادا کیا، بہر حال سنی مشائخ و علماء کی دن رات محنت اور مسلم لیگی قیادت کی رہنمائی اور کارکنان کی سعی نے عوام المسلمین کے دلوں میں آزادی اور حصول پاکستان کی ایسی جستجو پیدا کر دی کہ بڑے بڑے پچہ پچہ کہنے لگا کہ ”لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان“ یہ نعرے لگتے لگے۔ آپ کے بلوچستان کے حوالے سے تاریخ کا ایک اہم ورق موجود ہے۔ بلوچستان کے اسکول کے کچھ لڑکوں نے اپنے خون سے رومال پر یہ نعرہ لکھ کر دیا تھا کہ ”لے کے رہیں گے پاکستان، بٹ کے رہے گا ہندوستان“ (۳۳) یہ چھوٹے

= مخدث جلیل حضرت مولانا سید محمد اشرفی جیدنی (پکھو چھا)، امیر ملت مولانا سید جماعت علی مخدث علی پوری (ضلع سیالکوٹ)، صدر افاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، مخدث الاسلام مولانا حامد رضا قادری برکاتی (زیب آستانہ رضویہ، بریلی)، شیخ اکھنڈین حضرت مولانا سید دیار علی الوری، مولانا صاحبزادہ محمد اشرف، مولانا مشتاق احمد کانپوری، مولانا سید محمد سلیمان اشرف بہاری (پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی)، مولانا عبدالاحد (بکلی بھیت)، مولانا محمد معوان حسین رامپوری، مولانا احمد علی مخدث علی پوری، مولانا عبدالغنی بناری، مولانا فاضل پکھو چھوڑی، مولانا عبدالجبار، مولانا سید نظام قطب الدین اشرفی، مولانا احمد مختار میرٹھی، مولانا محمد عمر نعیمی، مولانا محمد یعقوب خاں بلاسپوری، مولانا محمد حسین، جمیری وغیرہم، تین سو کے قریب علماء کرام، واعظین اسلام، مفتیان و ویلا حرام اور مشائخ عظام میں سندھ سے لے کر ہند کے صوبوں کے مقتدر حضرات تشریف لائے تھے۔ بریلی، رامپور، دہلی، مراد آباد، لکھنؤ، پنجاب اور پکھو چھا کے علمی و روحانی مقامات کے اکابر موجود تھے، قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی خانوادوں کے ارباب طریقت کا نورانی اجتماع تھا۔ (تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۲۹-۳۰)

۳۳۔ سنی مسلمانوں کا نعرہ تو یہ تھا، اس کے مقابلے میں یہ کانگریسی نعرہ لگاتے تھے ”پاکستان قبرستان“ چنانچہ ۲۴ مئی ۱۹۴۶ء کے انکیشن موقع پر مراد آباد میں مسلم لیگ کو زبردست کامیابی ہوئی اور کانگریس کھانسی سے دوچار ہونا پڑا تو کانگریسی ایک گروہ کثیر کے ساتھ آوازے کتے ہوئے پونگ کی جگہ پر آئے اور ”قبرستان پاکستان“ کا نعرہ لگاتے ہوئے آئے، مسلم لیگ کی طرف سے نعرہ بلند ہوا۔

رومال جو جیب میں رکھے جاتے ہیں یہ بانی پاکستان کو ہندوستان میں وصول ہوئے کہ جس میں اسکول اور کالج کے لڑکوں نے اپنے خون سے یہ نعرہ لکھ کر دیا تھا۔ یعنی تحریک اس نہج پر چلی گئی تھی۔

تاریخ کا ایک اہم باب یہ بھی ہے کہ ایک لڑکا کہیں دوڑ رہا تھا دوڑتے ہوئے کہیں اس کو ٹھوکر لگی ٹھوکر لگنے کے بعد بچہ رونے لگا۔ اور گھٹنے سے خون نکلنے لگا کسی ہندو نے جب اس بچہ کو دیکھا اس ہندو نے بچے پر پھٹی کتے ہوئے کہا ”اے بچے! کیا تم بناؤ گے پاکستان؟؟“ کہ اتنے ذرے سے خون سے رونے لگ گئے۔ کیا تم بناؤ گے پاکستان؟؟“ بچوں کا جذبہ یہ تھا۔ کہ بچے نے روتی ہوئی آواز کو روکتے ہوئے کہا۔ ”او پنڈت، او ہندو!! او دھوتی پر شاد!!“ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ یہ خون تو میں نے پاکستان کے لئے رکھا تھا جو اس سے پہلے بہہ گیا۔“ اس سے اندازہ لگائیے کہ مسلمانوں کے بچوں کے کیا جذبات تھے۔ اور نعرہ یہ تھا:

”پاکستان کا مطلب کیا؟؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ“

اس کی تفصیل کیا تھی؟؟ وہ یہ کہ پاکستان اس لئے بنے گا کہ یہاں شریعت کا نفاذ ہوگا، پاکستان اس لئے بنے گا کہ دین مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہوگا، پاکستان کا مطالبہ اس لئے کیا گیا کہ پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کو برسرِ اقتدار لایا جائے گا۔ اب کیا ہوا؟ اب ایک تحریک چلی، پہلے تو تھا اکھنڈ بھارت، ترکیب سوالات، نام نہاد ورثشی رومال وغیرہ یہ ساری تحریکوں کے بعد آخری دور میں تحریک اس نہج پر پہنچ گئی کہ سندھ الگ قوم ہے، مسلمان الگ قوم، اب انگریز کو مجبور کیا جائے کہ ہندوؤں کے لئے خطہ زمین الگ ہو، مسلمانوں کے لئے خطہ زمین الگ ہو، مسلم لیڈ رجوڑ رہے تھے ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ بلوچستان، پنجاب، دہلی، فیروز پور جتنی بھی مسلم آبادیاں ہیں یہ سب کی سب پاکستان بنیں گی مگر انگریزوں نے ”بٹ کے رہے گا ہندوستان، لے کے رہیں گے پاکستان“ اسی طرح ’ملت روز و دہرہ سکھ دہری،

رامپور و بٹوہ غروری ۱۹۴۷ء میں ۸ مئی ہے۔ (تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۲۹۹-۳۰۰)

مٹکاری سے مسلمانوں کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔ دہلی، فیروز پور اور دیگر کئی علاقے پاکستان کا حصہ نہیں بنے، جو ناگزیر ھکو ہڑپ کر لیا اور بعد میں ہندوؤں نے حیدر آباد دکن کو بھی ہڑپ کر لیا، جو بددیانتی ہوئی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اسی طرح گوداس پور اور پٹھاگوٹ کے علاقے قادیانوں کی سازش سے ہندوستان میں شامل ہو گئے۔ (۳۵) غرض یہ کہ اب ۳۵۔ گروہ قادیان کی کارگزاریاں۔

حریک آزادی اور تحریک پاکستان کا ذکر ہو اور گروہ قادیان کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ ذکر تحمل نہیں ہوتا چنانچہ صاحب علی زاہد لکھتے ہیں قادیانیت ایک سیاسی تحریک ہے جسے برصغیر میں انگریزوں کی استعمار کو طول دینے کے لئے تخلیق کیا گیا تھا لیکن اسے مقصد کے حصول کے لئے مذہب کا سادہ اور سادہ دیا گیا۔ قادیانی اکابرین اپنے جنم دن سے ہی برطانوی استعمار کی بلا چوں و چہاں اطاعت و وفاداری کا درس دیتے رہے، اس گروہ کے اولین سیاسی اور مذہبی پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی نے برطانوی حقیقت کو کھینچ کر اپنی کتاب ”تبلیغ رسالت“ جلد ۱، ص ۱۹ پر تحریر کیا ”ہمارا چار خاندان سرکار دوست مدار و سلطنت انگلش کا خود کاشتہ پودا ہے، ہم نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنا خون بہانے اور جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔“ برطانوی استعمار کو طول دینے کے لئے عالم اسلام کے خلاف اس انگریز کے خود کاشتہ پودے نے جو خدائے سرانجام دی ہیں اگر ان کی تفصیلات کی جائے تو بقول مرزا غلام احمد قادیانی کے پچاس اساریاں بھر سکتی ہیں۔ (قادیانیت کا سیاسی تجزیہ ارمہ جزوہ طارق محمود)

۵ اپریل ۱۹۴۷ء کو قادیانوں کے ترجمان ”الفضل“ نے ایک بار پھر اپنا موقف اس تناظر میں دہرایا ”بہر حال ہم چاہتے ہیں اکھنڈ ہندوستان بنے اور ساری قومیں باہم شریک ہو کر رہیں۔“ ۱۹۴۴ء میں غفر اللہ خان قادیانی نے ایک پمفلٹ ”ہیڈ آف دی احمدیہ مومنٹ“ کے نام سے مرتب کیا اس پمفلٹ میں ہندوستان کی سیاسی صورتحال کے بارے میں قادیانی سربراہ مرزا محمود احمد کے خیالات و نظریات اور اس کی شخصیت کا تعارف کرایا گیا، اس میں غفر اللہ خان نے تحریر کیا کہ وہ مرزا محمود احمد اکھنڈ ہندوستان کے مؤید اور پاکستان جیسی علاقائی تحریک کے مخالف ہیں۔ (قادیان سے اسرائیل تک، ص ۱۸۶، از ابو مدثر، بحوالہ ہیڈ آف دی احمدیہ مومنٹ) قادیانوں کے لندن مشن نے اس پمفلٹ کی وسیع پیمانے پر شہرت کی۔

قادیانوں کی بھرپور مخالفت کے باوجود جب تقسیم ہندما گزری ہو گئی اور پاکستان کا قیام ممکن نظر

تحریک کا رخ بدل گیا کہ مسلمانوں کے لئے خطہ الگ ہونا چاہیے۔ انگریز کو مجبور کر دیا گیا ۲۔ لگاتار قادیانوں نے پاکستان کی جغرافیائی صورت کو نقصان پہنچانے کی بھیاں کوشش کی (یعنی اپنے بانی کے مودعہ مرکز قادیان کو دینی گنئی قرار دینے کا مصلحہ کر دیا) حکومت کی طرف سے قادیان کو آزاد ریاست تسلیم نہ کئے جانے کے بعد قادیانوں نے صدر مملکت کی کمیشن کو غلط اعداد و شمار پیش کر کے آزاد قادیان حاصل کرنے کی ماکام کوشش کی، قادیانوں کے مالک محض رامہ پیش کرنے کے نتیجے میں باؤنڈری کمیشن نے اس محض رامہ سے فائدہ ہاتھ لاتے ہوئے ان کو مسلمانوں سے الگ ٹارکیا، اس طرح گوداس پور کا ضلع جس میں ہندو مسلم آبادی کا تناسب ۱۳۹ اور ۵۱ فیصد تھا، قادیانوں کے عائد ہونے پر اسٹ گیا، اس طرح گوداس پور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس اہم ترین علاقہ کو بھارت کے حوالے کر دیا گیا اور نہ صرف گوداس پور پاکستان کے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ بھارت کو کشمیر تک پہنچنے کا آسان راستہ میسر آ گیا۔

ہفت روزہ ”چٹان“ کو انگریزوں نے دیتے ہوئے معروف مسلم رہنما میاں امیر الدین نے فرمایا ”باؤنڈری کمیشن کے مرحلہ پر غفر اللہ خان قادیانی کو مسلم لیگ کا وکیل بنانا مسلم لیگ کی بہت بڑی غلطی تھی جس کے ذمہ دار لیاقت علی خان اور چوہدری محمد علی تھے۔“

نیز آگے چل کر فرمایا ”اس غفر اللہ نے پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ پٹھاگوٹ کا علاقہ اس کی سازش کی بناء پر پاکستان کی بجائے ہندوستان میں شامل ہوا۔“ (ہفت روزہ چٹان، ۲۶ اگست ۱۹۸۳ء)

تقسیم ہند کے حوالے سے چند چٹکا دینے والے بیان (۱) ”ہم نے یہ بات پہلے بھی کئی بار کہی کہ ہمارے نزدیک پاکستان جتنا اصولاً غلط ہے“ (خطبہ مرزا محمود احمد روزنامہ الفضل ۱۸-۱۳ اپریل ۱۹۴۷ء) (۲) ”میں قتل از میں بتا چکا ہوں کہ ہم ہندوستان کی تقسیم پر رضامند ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور ہم کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح متحد ہو جائیں۔“ (تقریر مرزا محمود احمد حلیفہ قادیانی، الفضل قادیان، ۶ اگست ۱۹۴۷ء)

(۳) ”ممکن ہے کہ عارضی طور پر کچھ اختلاف ہو اور کچھ وقت کے لئے دونوں قوتیں (مسلم اور ہندو) الگ الگ رہیں، مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے، بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ ہندوستان بنے۔“ (مسئلہ کشمیر اور قادیانی امت، اختر کا شمیری، ص ۹۵)

کہ وہ اس بھارتی حصہ کی تقسیم کرے۔

اب کیا ہوا؟ سارے علمائے اہلسنت ایک طرف سارے بد مذہب ایک طرف۔ یہ بالکل میں ڈٹ کر کہتا ہوں کہ آج دیکھیں پاکستان بنانے کے دعوے دار کون بنے

بحوالہ روزنامہ الفضل قادیان، ص ۱۷، مئی ۱۹۴۷ء

ظفر اللہ خاں قادیانی بطور وزیر خاجہ پاکستان؟ یہ ایک سوال ہے اس کے جواب میں صادق علی زاہد لکھتے ہیں ”پاکستان کی پہلی کابینہ“ اور ”پاکستان کیوں ٹوٹا؟“ کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز وائسرائے کے دہ کے تحت عظیم قائد محمد علی جناح کو بدل خواستہ بعض غلط فیصلے کرنے پڑے جن میں قادیانی وزیر خاجہ کا تقرر، جو گندہ ماٹھ منزل کو وزیر قانون بنا دیا اور آزاد پاکستان کی افواج کا کمانڈر انچیف ایک انگریز (ڈچس گریسی) کو بنا دیا شامل ہے، تاریخ بتاتی ہے کہ ظفر اللہ قادیانی کی باؤڈری کمیشن میں پاکستانی مؤلف کی وکالت سے دہر داشتہ ہو کر قائد اعظم انہیں کسی طرح وزیر نہیں بنا رہے تھے مگر انگریز وائسرائے نے اس کی تفری پر بہت اصرار کیا، یہاں تک کہ دھمکی دی کہ اگر ظفر اللہ قادیانی کو وزیر نہ بنایا گیا تو اختیارات کی منتقلی کا اعلان نہیں کیا جائے گا۔“ (سازشوں کا دیباچہ قادیانیت از رائے کمال، ص ۱۹۵ پاکستان کیوں ٹوٹا، ص ۷۳، از ڈاکٹر صفدر محمود)

دوسرا قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد پاکستان شتم ہو جانے کی ضرورت دل میں لے کر جب مرنے لگا تو وصیت کر دی کہ مجھے عارضی طور پر ربوہ میں دفن کیا جائے بعد میں قادیان کے بھٹی مقبرہ میں میری قبر بنائی جائے، اس جماعت نے وصیت قبر پر کندہ کر دی، جب حالات سازگار ہو جائیں تو میری میت کو نکال کر قادیان میں دفن کیا جائے جماعت پر فرض ہے کہ وہ میری وصیت پر ہر لحاظ سے پورا پورا عمل کریں (سازشوں کا دیباچہ از رائے کمال، ص ۱۹۴) ابھی چند برس قبل قادیانیوں نے مد کور و کندہ شدہ اللہ ظہر ز محمود کی قبر سے ہٹائے ہیں بھول شورش کا شیریں۔

تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے ابتدائی ایام میں قادیانیوں کے کردار کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے قیام پاکستان سے لے کر اب تک یہ کتنے گھٹاؤں نے کردار کے حامل رہے ہیں، اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے، ملخصاً (۱) ہنامہ خیائے حرم لاہور، بحریہ رینج الٹنی ۱۳۸۸ھ / اگست ۱۹۹۷ء تحریک پاکستان اور گروہ قادیان، ص ۱۳۶ تا ۱۴۹

ہیں؟؟ مولانا مودودی، مفتی محمود کی جماعت، جمعیت علمائے اسلام، مولوی فضل الرحمن، مولوی سمیع الحق، جمعیت علمائے اسلام دوسرا گروپ، جماعت اسلامی یہ سب دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے پاکستان بنایا۔

پاکستان کس نے بنایا میں آپ کو بتاتا ہوں۔ تاریخی حوالہ دیتا ہوں اور آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ غور سے ملاحظہ فرمائیے۔ ہندوستان سے ایک اخبار نکلتا تھا جس کا نام تھا ”وید پتہ سکندری“ یہ اخبار رامپور سے چھپتا تھا (۲۶) اپنی اشاعت 10 جون 1946 میں لکھتا ہے۔ ”جب بنارس میں ”سنی کانفرنس“ منعقد ہوئی لاکھوں عوام کے سامنے 5000 علماء و مشائخ اہلسنت (اور پروفیسر اکرم رضا کی تحقیق کے مطابق پانچ سو مشائخ و سات ہزار علماء) نے فیصلہ کیا ”تمام علمائے اہلسنت پاکستان کے حق میں ہیں اور ہماری یہ آواز جناح صاحب تک پہنچادی جائے کہ جناح صاحب اور مسلم لیگ اگر حصول پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار بھی ہو گئے تو ہم علماء اپنی کوشش جاری رکھیں گے۔ علماء پاکستان کے مطالبے سے دستبردار نہیں ہونگے۔“ (۳۷) علماء کی ان کوششوں میں کیا ہوا۔ ایک کانفرنس اپریل

۱۸۶۶ء سے اہلسنت کی ترجمانی کرتا رہا، آں انڈیا سنی کانفرنس کے احیاء کے موقع پر اس اخبار نے اپنے آپ کو ترجمان آں انڈیا سنی کانفرنس کے طور پر متعارف کرایا، سنی کانفرنس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اس کا اولین مقصد قرار پایا۔ خبروں، مضمون اور اداروں میں سنی کانفرنس کے مفادات کا تشہد کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرتا رہا کہ سنی کانفرنس کی رہ دہ سے رہ دہ خبروں کو اپنے موقر ترجمان سے جس جگہ دے مگر ان خبروں کی تعداد اب ۱۹۳۶ء میں اتنی بڑھ گئی کہ ان تمام خبروں کو اخبار میں جگہ دینا مدیہ جناب محمد نعل حسین صابری کے لئے ممکن نہ رہا۔ (تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۱۳۸)

۷۷ اس صفحہ کا ٹکس محمد جلال الدین قادری کی کتاب ”پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ“ (ص ۲۱۴) میں موجود ہے، اس صفحہ پر عنوان ”آل انڈیا سنی کانفرنس کا فیصلہ“ از حضرت صدرالفاضل اساتذہ العلماء جناب مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی صاحب عالم آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آبادی۔

1946 میں بنارس میں ہوئی جس کی صدارت حضرت علامہ محمد نجف صاحب اعظم ہند سید محمد نجف صاحب کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی۔ (۳۸) حضرت محمد نجف صاحب کچھوچھوی کا یہ خطبہ اہلسنت

پہلی بار کے تحت ہے ”ہستی کانفرنس برگز پاکستان سے دست بردار نہ ہوگی مگر بالفرض مسٹر جناح مطالبہ پاکستان سے دست بردار بھی ہو جائیں تو بھی ہستی کانفرنس اس میں ان کی موافقت نہیں کرے گی اور اپنا مطالبہ پاکستان ضرور حاصل کرے گی، مسلمانوں کا یہ حق مل کر رہے گا“۔

۳۸ محمد نجف صاحب کچھوچھوی، سید احمد، علامہ سید محمد نجف صاحب اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی ولادت رائے پور بریلی میں ہوئی، آپ کا سلسلہ نسب حضور غوث انیسویں محبوب بھائی سید ماسیح عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے، صرف پانچ سال کی عمر میں آپ نے باقر قرآن شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی، والد گرامی سید نذیر اشرف علیہ الرحمہ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ عربی درس نظامی کے لئے مدرسہ نظامیہ فرنگی محل کے نامور استاد کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، آٹھ سال بعد علی گڑھ میں مفتی علف اللہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”شرح تجرید“ اور ”افق امیں“ کا درس لیا، مفتی صاحب نے منہ فراغت میں آپ کے نامہ کے ساتھ علامہ کا اضافہ فرمایا، پہلی بھیت میں مولانا شاہ مطیع الرسول عبدالمقدر بدایونی علیہ الرحمہ سے حدیث پڑھ کر سند حدیث حاصل کی، دہلی میں مدرسہ المدینہ قائم کر کے درس حدیث دیا، امام جنت الشیخ شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمہ کے ایما پر اپنے ماسوں عارف بھائی مولانا شاہ احمد اشرف علیہ الرحمہ سے مرید ہو کر تکمیل سلوک کیا اور درجہ کمال کی پہنچے، ایک عالم آپ سے فیض یاب ہوا تقریباً پانچ ہزار غیر مسلم آپ کے ہاتھوں شرف بہ اسلام ہوئے، کئی بار حج و زیارت سے شرف ہوئے، آپ کا شمار اعلیٰ حضرت محمد نجف صاحب دہلوی کے علیہ الرحمہ کے معزز خلفاء و کاندہ میں ہوتا ہے۔

سید محمد نجف صاحب اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے دیگر مشائخ ہفت کے ساتھ نہ مگر قائدانہ حیثیت سے کام کیا، تحریک پاکستان کی حمایت میں ملک گیر دورے کئے اور عوام کو مسلم لیگ کے منشور سے آگاہ کر کے نظریہ پاکستان کا منصوبہ بنایا۔

آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی قائم کردہ ”مجماعت رضائے مصطفیٰ بریلی“ کے تاحیات صدر رہے، بنارس میں ہستی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے موقع پر اسناد کے لئے بالاتفاق صدر عمومی مقرر ہوئے اور اسی کانفرنس کے استقبالیہ کے صدر بھی آپ ہی تھے، اس سے آپ کی سیاسی بصیرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے

برقی پرپس مراد آباد سے چھپ کر شائع ہوا تھا، ہندو با لاکھت اس کے آخری صفحہ پر موجود ہیں، اس سے پہلے ایک ”ہستی کانفرنس“ 1935ء میں بدایوں میں ہوئی اس کی صدارت کے لئے حضرت علامہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محمد نجف صاحب علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (۳۹) تشریف لائے۔ اس کے بعد میں پچھونہ ایک مقام ہے ہندوستان میں وہاں ایک

= سید محمد نجف صاحب کچھوچھوی علیہ الرحمہ خطابت کے شہسوار تھے، آواز میں بلا کی کاٹ اور لہجہ میں شرینی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جو بات منہ سے نکالتے ہی دلوں میں ارتقی چلی جاتی، بنارس کی آل انڈیا مسلم تہی کانفرنس اور اجیر تہی کانفرنس میں آپ کے خطبہ تحریک پاکستان کی حمایت کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں، ان خطبات کو شہرت عام حاصل ہے، ۸ جون ۱۹۴۶ء کو تہی کانفرنس اجیر شریف میں آپ کے خطبہ صدارت سے ایک اقتباس ملاحظہ کرتے چلیں ”اے نبی بھائیو! اے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والیہ کے لشکر یو! اے خواجہ کے مستوا! اب تم کیوں سوچو کہ سوچنے والے مہربان آگئے اور تم کیوں رکو کہ چلنے والی طاقت آگئی، اب بحث کی سنت چھوڑو، اب غفلت کے جرم سے باز آ جاؤ، آؤ آٹھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ روکو، پاکستان بنا لو تو چا کر دم لو کہ یہ کام اے سیناؤن لو کہ صرف تمہارا ہے۔“ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رقی الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲، شمارہ ۱۰، ص ۷۲-۷۳)

۳۹ امیر ملت سید جماعت علی شاہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محمد نجف صاحب علی پوری بن سید کریم شاہ (ف ۱۹۰۲ء) کی ولادت با سعادت ۱۲۵۷ھ ۱۸۴۱ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں ہوئی، حفظ قرآن و ابتدائی تعلیم علی پور سیداں سے حاصل کر کے بعد برصغیر کے نامور علماء و فضلاء سے علمی استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ آپ نے ترکی کے نامور محدث مولانا علامہ محمد عمر ضیاء الدین استانبولی سے بھی اجازت حدیث شریف حاصل کی۔ امیر ملت نے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور شیخ طریقت حضرت باوایی فقیر محمد فاروقی چوراسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔

آپ کی حیات مبارکہ مذہبی، ملی اور سیاسی خدمات سے عبارت ہے، آپ نے پاک و ہند میں مشرق لے کر مغرب تک اور شمال سے جنوب تک سفر کر کے خواجہ باقوم کو پیدا کیا، قزاقانہ اور شیعہ تحریک، تحریک ہجرت، تحریک آزادی کشمیر، تحریک علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انجمن حیات اسلام لاہور، تحریک مسجد شہید تنج، بور، غرض برصغیر کی تمام مسلم تحریکیں میں مجاہدانہ اور قائدانہ کردار ادا کیا، تحریک

کانفرنس ہوئی جو حضرت مجددؑ کی چھوچھوی علیہ الرحمۃ کی صدارت میں ہوئی۔ اس کا نام بھی

پاکستان میں آپ کا کردار تاریخ کا ایک شہرہ باب ہے اور انہی کے لئے مشعل راہ۔

۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظم نے مسلم لیگ کی تنظیم نو کا بیڑا اٹھایا اور ہندو مسلم دو جدا جدا گانقہوں کی آواز بند کی تو برصغیر میں سب سے پہلے امیر ملت نے قائد اعظم کو اپنے مکمل اور بھرپور تعاون کا یقین دلایا، آپ اس وقت حیدرآباد دکن (انڈیا) میں مقیم تھے وہاں سے قائد اعظم کے نام ایک ہمدردانہ و ہمت افزا، پر خلوص خطاب تھا کہات: ”بھئی کے ایڈریس پر ارسال کرتے ہوئے فرمایا کہ ”قوم نے مجھے امیر ملت مقرر کیا ہے اور پاکستان کے لئے جو کوشش آپ کر رہے ہیں وہ میرا کام تھا لیکن میں سو سال کے قریب عمر کا ضعیف و ناتواں ہوں یہ بوجھ آپ پر آتا ہے، میں آپ کی مدد کرنا فرماں تصور کرتا ہوں، میں اور میرے متوسلین آپ کے معاون و مددگار رہیں گے، آپ مطمئن رہیں“ اس کے بعد حضرت امیر ملت نے اپنے تئیں اور روحانی دوروں کے دوران پشاور سے راس کھری تک مسلم لیگ کا پیغام بکھر کر پھینکا حتیٰ کہ مسلم لیگ برصغیر کے چپے چپے میں مقبول عام بن گئی اور جوڑھے بچے جوان کی زبان پر مسلم لیگ زندہ جاوے کے پورے دھڑے کو بچھنے لگے۔

۲۲ اپریل ۱۹۳۸ء کو جامع مسجد کلاں میانہ پور ہسپتال کوٹ میں خطبہ جمعہ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے حضرت امیر ملت نے ”حقایق اسلام“ کے موضوع پر اڑھائی گھنٹے کے ایساں افروزہ اور باطل سوز خطاب میں فرمایا: ”مسلمانوں! آج ایک جھنڈا اسلامی ہے، دوسرا کفر کا، تم کس جھنڈے کے سائے میں رہو گے۔“ سب حاضرین نے مختلف ”دار میں کہا: ”اسلام کے جھنڈے کے سائے میں“، پھر آپ نے کلمہ شہدہ پڑھا کر حاضرین سے وعدہ لیا اور سب حاضرین نے یک زبان ہو کر ہاتھ بند کر کے وعدہ کیا کہ ہم کفر کے جھنڈے کے نیچے جا کر ان میں ہرگز شامل نہ ہوں گے بلکہ ان سے شامل ہونے والوں کے ساتھ کسی قسم کا برتاؤ نہ رکھیں گے نہ ان کی نمار جنازہ پڑھیں گے اور نہ ان کو اپنے قبرستان میں مرنے کے بعد دفن کریں گے۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو آپ نے صوبہ سرحد کے مریدان کو ایک خصوصی پیغام بھیجا کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر آزادی کی منزل حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر مساعیٰ صرف کر دیں۔ دسمبر ۱۹۳۸ء آپ براہ کراچی عارم حج ہوئے، بخشی مصطفیٰ علی خان (ضیفہ امیر ملت ف ۱۹۷۴ء) بھی ہمراہ تھے۔

”سنی کانفرنس“ تھا۔

جہاں کی روانگی کے انتظار میں چاروں کراچی قیام کرنا پڑا، دریں اثنا قاضی شہر نے آپ سے دریافت کیا کہ ”مسلم لیگ کے متعلق حضور کی رائے کیا ہے؟ یہاں صوبہ سندھ میں خود مسلمانوں کی دو جہتیں ہو گئی ہیں، ایک مجبور کرتی ہے کہ کانگریس میں شامل ہوں دوسری زور نکاتی ہے کہ مسلم لیگ میں داخل ہوں“ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: ”قاضی آپ کے سامنے دو علم ہیں، ایک حق دوسرا باطل کا فرمایا، آپ کون سا علم پسند کریں گے، مرا بھی ہو تو کیا باطل کے علم کے نیچے مرا پسند کرو گے۔“

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قیام پورک، سور میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس قرار دیا، پور منعقد ہوا، حضرت امیر ملت نے ”آں انڈیا سنی کانفرنس“ کی نمائندگی کے لئے پیر آف، مکی شریف، پیر آف زکوٰۃ شریف، علامہ عبد الغفور ہزاروی وغیرہم کو وہاں بھیجا۔

آخر جون ۱۹۴۵ء میں حضرت امیر ملت نے تحریک پاکستان کی حمایت میں ایک زبردست بیان جاری فرمایا جس کا عنوان ”تحریک پاکستان اور صوفیاء کرام“ تھا، اس بیان کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ محمد علی جناح ہمارا بہترین وکیل ہے اور مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے لہذا سب مسلمان قیام پاکستان کی جدوجہد میں شریک ہوں۔ ۱۶ تا ۱۹ ستمبر ۱۹۴۵ء ہر درجہ، ہفتہ، اتوار، ”دار اعلوم مرکزی انجمن حزب اختلاف ہند“، پور کے سارے اجلاس کے موقع پر ہندوستان بھر کے اکابر، علماء اہلسنت و جماعت تحریف لائے، اجلاس کی صدارت حضرت امیر ملت نے فرمائی اور فیصلہ کیا گیا کہ کانگریس، احرار، خاکسار، ریٹسٹ ہرگز ہرگز مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں نہیں ہیں، کانگریس، مشرکین و مرتدین کی جماعت ہے اور اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن ہے، اس سے یہ ہرگز توقع نہیں کہ یہ مسلمانوں کے حقوق کی نمائندگی کر سکے، لہذا مسلمانوں کو اپنا قیمتی ووٹ کانگریس کو دینا حرام ہے۔ احرار، خاکسار، ریٹسٹ وغیرہ غیرہ اکثریت سے کٹ کر گاندھی اور ہرداس کے روخ پر غلام بن چکے ہیں، انہیں مسلمانوں کی نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہے، مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کا حق صرف ”سنی عقیدہ“ مسلمانوں کو ہے جو بطنوں میں چاکر مسلمانوں کے چارے حقوق کی نگہداشت کریں اور احکام شریعت کے مطابق جدوجہد کریں حضرت امیر ملت کے زیر صدارت اس اعلان حق سے مخالفین پاکستان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی، مشہور کانگریسی (و ہندی) مولوی حفصہ الرحمن نے اپنی بوکھلاہٹ کا بیان کرتے ہوئے کہا

1946ء میں ایک سنی کانفرنس اجیر شریف میں ہوئی۔ جس کی صدارت سید آل رسول دیوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔ جو اس زمانہ میں خواجہ خواجگان خواجہ غریب نواز کی اولادوں میں سے تھے۔ یہاں ان تمام کانفرنسوں میں پاکستان بننے کی قرارداد منظور ہوئی۔ اس کے بعد شاہجہان پور، UP میں مئی 1946 میں ایک سنی کانفرنس ہوئی۔ اس کے بعد ایک سنی کانفرنس ۱۲-۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو عید گاہ بندر روڈ، کراچی کے وسیع میدان میں حضرت علامہ مولانا خدام رسول قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے مزار کو رحمت و رضوان کے پھولوں سے سے بھر دے۔ ان کا مزار سو لجر بازار کراچی میں ہے۔ اس کانفرنس میں ہندوستان سے حضرت علامہ عبدالحلیم بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شریک ہوئے اور سندھ کے نامور علماء و مشائخ نے اس میں شرکت کی۔ اس

”گزشتہ دنوں ایک بدعتی چرنے شریک کانگریس کو حرام اور ان کو ووٹ دینا حرام اور کانگریس شریک و مرتدین کی جماعت ہے قرار دے کر جس طور مسلم لیگوں کی ہمت ہزانی کی وہ تمام شرعیت کی پہلی ہے۔“ ۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس کا بنارس (بھارت) میں فقید المثال اور تاریخ ساز آپ کی صدارت میں شروع ہوا تو کانگریس علماء نے اپنے ایجنٹ بھیج کر اجلاس کو درہم برہم کرنے کی سازش کی، ایک قرارداد مرتب کی جس میں قائد اعظم کو کافر، ملعون اور مرتد قرار دیا گیا اور مطالبہ کیا گیا کہ حضرت امیر ملت نے قائد اعظم کے بارے میں جو قرآنی کلمات فرمائے ہیں وہ واپس لیں ورنہ صدارت سے مستعفی ہو جائیں، آپ نے اس سازش کا دندان شکن دوا کر کے جواب دیا کہ کسی کو سامنے سے بولنے کی جرأت نہ ہوئی اور خالصین اپنا سامنے لے کر رو گئے۔

۳ اگست ۱۹۴۷ء کو جب ”راوی کی صبح طلوع ہوئی اور پاکستان کی شکل میں ہمیں سورج سے ریہہ روشن منزل مل گئی تو حضرت امیر ملت نے حضرت قائد اعظم اور دوسرے زعماء کو مبارکباد کے تار ارسال کئے، قائد اعظم کے مبارکباد کے تار میں تحریر فرمائی ”ملک گیری آسان ہے، ملک داری مشکل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو ملک داری کی توفیق عطا فرمائیں“ (ملخصاً از ماہنامہ خیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء/ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱، ص ۳۵-۳۴)

طرح کی کانفرنس ہوئیں تو اہلسنت نے ہندوستان میں ایک تہمکہ مجاویہ (۴۰) اس کے بعد میں جیسا کہ پہلے ذکر کر دیا گیا کہ آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد واکل ۱۹۲۵ء میں رکھی گئی، اس کا پہلا اجلاس شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ/ مارچ ۱۹۲۵ء کو مراد آباد میں ہوا اگرچہ سنی کانفرنس کی ابتداء بقول تحقیق و مؤرخ علامہ نسیم احمد صدیقی کے ۱۸۹۷ء کو بمقام پٹنہ بہار میں ہوئی جہاں محدوم امین احمد منیری کی صدارت میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی جس کے روح رواں امام اہلسنت امام احمد رضا محدث بریلوی اور علامہ عبدالقیوم تھے جس میں محدث بریلوی نے دو قومی نظریہ پیش کیا، دوسری سنی کانفرنس ۱۱ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ/ ۲۰ فروری ۱۹۲۱ء کو بمقام مسجد بی بی جی بریلی شریف منعقد ہوئی اور اسی سال امام اہلسنت کا وصال ہوا، (ملخصاً از سنی کانفرنسوں کا تاریخی تسلسل) پھر ۱۹۲۵ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی جس کے تحت ملک کے طوب و عرض میں دو قومی نظریہ کی حمایت اور ایک وطن کے حصول کے لئے عام کو بیاد کرنے اور ان کو بدعتیہ کی اور بدعتی سے روکنے کے لئے تسلسل کے ساتھ کانفرنس منعقد ہوئیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں

صفر المعظم ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء، اجیر مقدس میں، ۱۵ تا ۱۷ ذوالقعدہ ۱۳۳۵ھ/ ۱۸ تا ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء، کو ضلع مظفر پور (ہار) میں، ۱۶ صفر ۱۳۴۷ھ/ ۳ اگست ۱۹۲۸ء، کو مراد آباد میں، ۲۲ تا ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ/ ۲۲ تا ۲۴ مئی ۱۹۳۰ء، کو بہار ضلع، مدہ بنگال میں، شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ، دسمبر ۱۹۳۰ء میں بنارس میں، ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۵ء میں بدایوں میں اور ۱۹، ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۸ھ/ ۲، ۳ اکتوبر ۱۹۳۹ء، مراد آباد میں، ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے اجلاس منعقد ہوئے، پھر ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۵ء میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کی منعقدہ تانیہ ہوئی، اور صدارت کے لئے امام اہلسنت امام احمد رضا کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان کا نام پیش ہوا جسے با اتفاق رائے منظور کر لیا گیا۔ ۳، ۴، ۵، ۶ شعبان المعظم ۱۳۶۴ھ/ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ جولائی ۱۹۴۵ء، کو مراد آباد میں، جمادی الثانی ۱۳۶۴ھ/ ۸ تا ۱۲ شوال المعظم ۱۳۶۴ھ/ ۱۳ تا ۱۶ جمادی الثانی ۱۹۴۵ء، کو دارالعلوم انجمن حزب الاحناف ہند، لاہور صوبہ پنجاب میں، ۱۳ شوال المعظم ۱۳۶۴ھ/ ۱۶ تا ۱۹ جمادی الثانی ۱۹۴۵ء، کو دہلی میں، ذوالقعدہ ۱۳۶۴ھ/ ۱۹ تا ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء، کو مین پوری میں، جمعہ، ہفتہ کے روز ۲۵، ۲۶ ذوالقعدہ ۱۳۶۴ھ/ ۲، ۳ نومبر ۱۹۴۵ء، کو ضلع کجرات میں، اکتوبر ۱۹۴۵ء، کو بدایوں میں، ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء، کو مراد آباد میں، ۶ نومبر ۱۹۴۵ء، کو صوبہ دہلی میں، ۱۹ ذوالحجہ ۱۳۶۴ھ/ ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء، کو مبارک پور۔

اب بندگان کو کیا سوجھی۔ ان کا سرخیل کوئی مولوی غیرت مند ہو تو جواب دے اور یہ کہے
 طبع اعظم گڑھ میں، ۱۹۳۵ء کو پٹی کوٹھی تارکس میں، نومبر ۱۹۳۵ء کو بدن پورہ (مقامی) میں،
 ۲ نومبر ۱۹۳۵ء کو امرتسر میں، ۲۱ نومبر ۱۹۳۵ء کو کالچی ضلع جالون میں، ۲۵ نومبر ۱۹۳۵ء کو حافظ خانقاہ
 رشیدیہ مین پوری میں، ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء کو فتح پور کی مسجد ضلع بہگل پور میں، ۲۵ نومبر ۱۹۳۵ء کو سلطان پور
 ضلع بہگل میں، ۲ دسمبر ۱۹۳۵ء کو جھانسی میں، یکم محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کو قصبہ جین پور ضلع
 اعظم گڑھ میں، ۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء کو پکن میں، ۱۲ دسمبر ۱۹۳۵ء کو فتح پور ضلع بہگل
 پور میں، انہی دنوں قصبہ گھوی ضلع اعظم گڑھ میں، ۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۵ء کو پاک پانڈی کا بندنگ
 بمبئی میں، ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء کو قصبہ چڑاگاؤں ضلع جھانسی میں، ۲۲ دسمبر ۱۹۳۵ء کو قصبہ منوٹا تھ بھجن میں، ۲۳
 محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء کو چتوڑ گڑھ میواڑ میں، محرم الحرام ۱۳۶۵ھ میں مہاباڑی کا لاچکی
 بمبئی میں، ۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء کو کھگی مسجد چاندور، زار ضلع امراتلی میں، ۶ جنوری ۱۹۳۶ء کو انکس ضلع
 بنگلہ بنگال میں، ۲ صفر ۱۳۶۵ھ جنوری ۱۹۳۶ء کو بدایوں شہر کے مضائقہ میں، ۱۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو
 دلہانہ روڈ جبل پور (سی پی) میں، ۸ جنوری ۱۹۳۶ء کو ضلع کجرات پنجاب میں، جنوری ۱۹۳۶ء کو قصبہ
 منوہر ضلع کوٹہ (ریاست راجپوتانہ) میں، ۵ جنوری ۱۹۳۶ء کو ضلع وردپا کی میں، ۲۲ جنوری ۱۹۳۶ء کو
 ۴ سعدیہ پکڑ صوبہ سی پی ویدار میں، ۷ جنوری ۱۹۳۶ء کو بہرام میں، ۷ جنوری ۱۹۳۶ء کو داندہ شاہ
 محمد الہ آباد میں، ۸ فروری ۱۹۳۶ء کو ایڈاپٹی (ٹرانکور) میں، ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء کو صوبہ تحصیل ننڈ وپیار
 (سندھ) میں، ۱۰، ۱۱، ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء کو شہر اروائی میں، ۷ صفر ۱۳۶۵ھ ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء
 کو قصبہ پھونڈ ضلع اٹواہ میں، ۱۲ فروری ۱۹۳۶ء کو داندہ ملا محمدی شاہ محلہ کوٹہ نولہ آباد میں، ۲۱ رجب
 انور ۱۳۶۵ھ ۲۳ فروری ۱۹۳۶ء کو قصبہ ایریاں ضلع فتح پور بہسور میں، ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء کو جامع مسجد
 حنفیہ دھڑی ضلع ناگپور (سی پی) میں، ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء میں موضع لال کرتی ضلع الہ آباد میں، ۱۹
 فروری ۱۹۳۶ء کو جالون میں، فروری ۱۹۳۶ء میں پالی میں، ۲۶ فروری ۱۹۳۶ء کو قصبہ کپڑہ ضلع بہیر پور
 میں، اسی ۱۰ میں قصبہ یواڑی ضلع بہیر پور میں، ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء کو بنگالوں ضلع بہگل پور میں، ۲۰ مارچ
 ۱۹۳۶ء کو ضلع باندہ میں، فروری ۱۹۳۶ء کو پھونڈ میں، ۲۰ فروری ۱۹۳۶ء کو قصبہ موہاہ میں، ۱۱ رجب
 الآخر ۱۳۶۵ھ ۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو اٹواہ میں، رجب الاول ۱۳۶۵ھ ۱۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو خانقاہ ہریلہ

کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر اس میں ذرہ برابر جرأت ہے تو ہمارے بیان کو غلط ثابت
 میں، مارچ ۱۹۳۶ء میں فتح پور بہسور (ضلع بدایوں) میں، ۲۲، ۲۱ مارچ ۱۹۳۶ء کو خانقاہ سجادہ شیعہ
 گڑھ ضلع بدایوں میں، ۲۵ مارچ ۱۹۳۶ء کو یوپی کے مرکزی مقام الہ آباد شہر میں، ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو بہرام
 صوبہ بہار میں، ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو جامعہ مسجد کوٹھی گاؤں (سی پی) میں، ۳ اپریل ۱۹۳۶ء کو کوالہڑ ضلع
 سیالکوٹ میں، ۱۴ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ ۱۶ اپریل ۱۹۳۶ء کو قصبہ اوری ضلع اعظم گڑھ میں، ۱۱ جون
 ۱۹۳۶ء کو بہان پور (سی پی) میں، ۱۵ جون ۱۹۳۶ء کو مالی گاؤں میں، ۲۲ تا ۲۵ رجب المرجب
 ۱۳۶۵ھ ۲۳ جون ۱۹۳۶ء کو ضلع بدایوں میں، ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء کو بادشاہی مسجد، بہور میں، ۳۰ مئی
 ۱۹۳۶ء کو اسلام آباد، بہور میں، ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء کو پھونڈ ضلع اٹواہ میں، ۱۱، ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو کئی بہتی ۲ گڑھ
 میں، ۱۹ اپریل ۱۹۳۶ء کو کچھوچھا شریف، ضلع فیض آباد میں، ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو کچھوچھا شریف میں
 (دوسرا جلسہ)، ۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو گنج زار ضلع بہرائچ میں، ۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو درگاہ بابا قاسم چنار میں،
 ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو بیٹھک خانہ روڈ سی بکال کلکتہ میں، ۱۱، ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو ریلوے زار کلکتہ میں، ۷ اپریل
 ۱۹۳۶ء کو ہونہ میں، ۲۲ اپریل ۱۹۳۶ء کو پارسی بکال کلکتہ میں، ۲۱ اپریل ۱۹۳۶ء کو انکس ضلع بنگلہ میں،
 ۷، ۱۸ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ ۱۹، ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء کو مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں، ۷ تا ۱۳ اپریل
 ۱۹۳۶ء جمادی الاول ۱۳۶۵ھ کو تارکس میں چارہڑے کا جماعت ہوئے جس کی تیاری ایک مہر سے
 جاری تھی، جس میں پانچ سو مشائخ عظام، سات ہزار صلہ کرام اور دو لکھ سے زیادہ غوام نے شرکت
 کی، اس کانفرنس میں قیام پاکستان کی ضرورت حمایت کی گئی اور صلہ و مشائخ سے مہدی بن گیا کہ وہ اپنے اپنے
 حلقہ اثر میں پاکستان کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۶)
 تحقیق ڈاکٹر کوکب نورانی اوکاڑوی (۳ مئی ۱۹۳۶ء کو ریاست وادوں ضلع اعظم گڑھ میں، ۷ رجب
 ۱۳۶۵ھ ۷ جون ۱۹۳۶ء کو چتوڑ میں، ۸ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ ۸ جون ۱۹۳۶ء کو چتوڑ میں دوسرا
 اجلاس، ۳۰ جون ۱۹۳۶ء کو کانپور میں، ۱۰، ۱۱، ۱۲ جون ۱۹۳۶ء کو ریاست ریلوے میں، ۲، ۳ جولائی
 ۱۹۳۶ء کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں، ۶، ۷ جولائی ۱۹۳۶ء کو مدرسہ اجماع العلوم تحصیل مراد آباد میں، ۸،
 ۹ جولائی ۱۹۳۶ء کو جامع مسجد چندوی ضلع مراد آباد میں، جولائی ۱۹۳۶ء میں بلند شہر، اداکل مئی ۱۹۳۶ء
 میں مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں، مئی ۱۹۳۶ء میں ضلع باندہ کے موضع ہڈیا اور موضع کیوٹی میں،

کر کے بتائے۔

۱۹۴۶ء میں ضلع بدایون کے سات محلوں میں ۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو جامع مسجد مشی بدایون میں ۲۳ اگست ۱۹۵۴ء کو مسجد کور میں ۲۶ اگست ۱۹۴۶ء / ۲۸ رمضان ۱۳۶۵ھ قصبہ راٹھ میں ۱۱ شوال المکرم ۱۳۶۵ھ ۸ ستمبر ۱۹۴۶ء کو مین پوری میں ۲۹ ستمبر ۱۹۴۶ء کو بچ پور میں ۶ رجب المرجب ۱۳۶۵ھ ۸ جون ۱۹۴۶ء کو جمیر شریف میں ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو عید گاویندر روڈ کراچی میں (عبد اللہ شاہ عبدالحق کی زیر صدارت) بزم سید سندھ کے زیر اہتمام منعقد ہوئی جس میں مجاہد ملت مولانا عہد الی بدایونی مولانا قلیو رائسن درس مولانا غلام رسول قادری، سید طریقت محمد قاسم مشوری، سید محمد ہاشم جان سرہندی اور سید غلام محمد دسرہندی وغیرہم شریک ہوئے۔ تہی کانفرنس کا تاریخی تسلسل ۳۸، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو جامع مسجد میاں محمد جان امرتسر میں، مارچ ۱۹۴۶ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان میں، ۶ فروری ۱۹۴۷ء کو بزم پاکستان کے زیر اہتمام ریاست رام پور میں، ۱۰ فروری ۱۹۴۷ء کو جالون میں، یکم رجب الثانی ۱۳۶۶ھ ۲۳ فروری ۱۹۴۷ء کو کھریاں سنج ریاست رائے گڑھ میں، ۱۵ فروری ۱۹۴۷ء کو تھس کہہ ال آباد میں، رجب الآخر ۱۳۶۶ھ ۵ رجب ۱۹۴۷ء کو سالہ ال آباد میں، ۱۸ رجب ۱۹۴۷ء کو احمد علیج ال آباد میں، ۲۰ رجب ۱۹۴۷ء جامع مسجد رائے گڑھ میں، ۱۸ اپریل ۱۹۴۷ء جامعہ عربیہ ناگپور میں، ۲۱ اپریل ۱۹۴۷ء کو دیں نگر پور ضلع مراد آباد میں، ۱۵ اپریل ۱۹۴۷ء کو دیں ناگپور میں، ۲۶ اپریل ۱۹۴۷ء کو سر بیہ تھ نہ سمری بختیار پور ضلع موگیہ صوبہ بہار میں، ۱۹ جون ۱۹۴۷ء کو جامعہ عربیہ مراد آباد میں، ۲۹ رجب ۱۹۴۷ء کو پٹنم جشن خاب دہلی میں، ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء تا ۲ جنوری ۱۹۴۶ء میرٹھ میں، ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مبارک پور اعظم گڑھ میں، ۱۵ رجب الآخر ۱۳۶۵ھ ۱۹ مارچ ۱۹۴۶ء کو مدرسہ اسلامیہ گھوڑ روڈ ضلع موگیہ میں، ۷ مئی ۱۹۴۷ء کو ضلع اعظم گڑھ میں۔

ان اجتماعات اور اجلاسوں کے ذریعے مشائخ و علماء اہلسنت نے دوقومی نظریہ کی اشاعت کی اور تحریک پاکستان میں اور قیام پاکستان کی منزل کو قریب سے قریب تر لانے میں مسلم لیگ اور محمد علی جناح کا بھرپور ساتھ دیا اور رادئی وطن کے لئے اہلسنت کے مشائخ اور علماء نے اپنی تمام توانائیاں صرف کیں اور کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کیا، اس جدوجہد میں خود بھی شامل رہے اور اپنے تمام مریدین، معتقدین، اور

مسلمانوں کا نقطہ نظر یہ تھا مسلمان الگ قوم ہے اور ہندو الگ قوم ہے۔ ہماری قوم

مختلف توحید میں پاکستان کی جدوجہد میں مسلم لیگ کا ساتھ دینے کے لئے سختی سے پابند کیا، اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جسے تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، خود بھی پاکستان نے بھی اس حقیقت کا اقرار کیا اور بین الاقوامی مؤرخ ڈاکٹر قریشی نے ان الفاظ سے اقرار کیا، چنانچہ خواجہ رضی حیدر لکھتے ہیں کہ اب تحریک پاکستان میں علماء کی اجتماعی جدوجہد بات چل نکلی تو تہی کانفرنسوں کے انعقاد سے تحریک پاکستان کو جو تقویت پہنچی اس پر بھی ڈاکٹر صاحب نے اظہار خیال فرمایا، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، سید محمد نواز پٹوچھوڑی، مولانا عہد الخاں بدایونی اور دیگر علماء نے تہی کانفرنس منعقد کر کے تحریک پاکستان کی حمایت کی اور اپنے ملک فکر کے علماء اور عوام کو اس کی حمایت پر آمادہ کیا، یقیناً ان علماء کی اس جدوجہد سے تحریک پاکستان کو تقویت پہنچی کیونکہ ان علماء کا اثر تھا اور کافی تھا۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی ص ۲۲) یہ تو تہی تہی علماء و مشائخ، دوسری طرف دیوبند کے علماء جو نہ صرف قیام پاکستان کے مخالف تھے بلکہ عوام کے ایک طبقے کو علماء اسلام سے بیزار کرنے کے بھی ذمہ تھے، چنانچہ ڈاکٹر قریشی فرماتے ہیں ایک طبقہ ایسا تھا جو مولویوں سے بیزار تھا اور سیاسی طور پر قائد اعظم کا اسوا تھا، مولویوں سے بیزاری کا سبب بھی دراصل یہی تھا کہ علماء دیوبند کی طرف سے انہیں مایوسی ہوئی تھی۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی ص ۲۲)

ایک طبقے کی مایوسی کی وجہ بظاہر تو یہی ہے کہ علماء دیوبند نے انہوں کو چھوڑ کر غیروں کا ساتھ دیا، آزادی کو چھوڑ کر سپریم انگریزوں کی غلامی کو قبول کیا پھر جب انگریزوں نے اس سر زمین سے جانے کا تہیہ کر لیا تو انہوں نے ہندوؤں کی غلامی کو قبول کیا اور مختلف تحریکیں اور رجحانات قائم کر کے عوام المسلمین کو ہندوؤں کی غلامی کی زنجیر میں جکڑنے کی بھرپور سعی کی، اس میں خاص طور پر مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی مفتی کفایت اللہ دیوبندی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا مودودی، علامہ اللہ شاہ بخاری وغیرہم شامل رہے پھر دارالعلوم دیوبند کے علماء نے اگر مسلم لیگ کی حمایت کا ارادہ ظاہر کیا تو اس کے لئے اس دور میں بچے بزار روپے مانگ لئے، چنانچہ پاکستان کے مشہور مؤرخ خواجہ رضی حیدر نقل کرتے ہیں کہ ۸ جون کو آل انڈیا مسلم لیگ کونسل اور مرکزی پارلیمنٹری بورڈ کے اجلاس دیوبند میں منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں میں مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی)، مفتی کفایت اللہ (دیوبندی) اور مولانا احمد سعید

مذہب سے ہے، ہم مسلمان ایک ملت ہیں۔ چاہے کہیں کے بھی ہوں اور دیوبندیوں کے سرخیل نے کیا فتویٰ دیا؟؟ کہ یہ بات غلط ہے کہ ملت مذہب سے ہے بلکہ ملت وطن سے ہے۔ ہندوستان رے وطنی ہیں ایک وطن کے رہنے والے۔ ہم مسلمان ہندوستانی ہیں، ہندو بھی ہندوستانی ہیں۔ لہذا ہم دونوں بھائی بھائی ہیں۔ یہ فتویٰ اتنا مشہور ہوا اگر میں آپ کو علماء کی دستاویز دکھاؤں تو آپ کہیں گے یہ سوویوں کا جھگڑا ہے۔ نیچے ڈاکٹر اقبال نے کہا:

عجم ہنوز نداند رموز دین ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوجھی ست
سرود بر سر منبر کہ مکت از وطن ست
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست (۳۱)

= (دیوبندی) نے بھی خطاب کیا اور انہوں نے کہا دیوبند کا ادارہ اپنی تمام خدمات لیگ کے لئے پیش کر دے گا بشرطیکہ پوچھنے والا خرچہ لیگ برداشت کرے۔ اس کام کے لئے پچاس ہزار (۵۹۰۰۰) روپے کی رقم طلب کی گئی جو لیگ کی استعداد سے باہر تھی، اس لئے محمد علی جناح نے اس مطالبہ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ نہ اتنا سرمایہ لیگ کے فی الوقت موجود ہے اور نہ ہی اس کا مستقبل میں امکان ہے، اس لئے صرف قومی جذبہ کے پیش نظر کام کیا جائے، مگر ابوالحسن اصلہ نے یہ لکھا ہے کہ اس علماء (دیوبند) کو اس سے (۵۹۰۰۰ روپے نہ ملنے سے)، پوسی ہوئی اور وہ رفتہ رفتہ کانگریس کی طرف ڈھلنے لگے اور کانگریس پارٹی کے لئے پچا کر کرنے لگے، چونکہ ہرے کہ ان کے مالی تقاضے پورے نہ کیے گئے۔ بحوالہ مرزا ابو الحسن اصلہ نے، ص ۳۰ (قائد اعظم کے ۲۷ سال، ص ۳۰۶-۳۰۷)

اور خود یہ لوگ قیام پاکستان کے مخالف رہے اور تحریک پاکستان میں شامل رہنماؤں کو سرعام گالیاں دیتے رہے، خود مسلم لیگ کی حمایت سے دست بردار رہے اور حمایت کرنے والوں کو سورا اور نہ جانے کیا کچھ کہتے رہے، پاکستان کو پییدستان، پاکستان، پاکستان اور نہ جانے کس کس ناموں سے یاد کرتے رہے، بہر حال یہ سب کچھ مبہم بنا اس طبقہ کے علماء سے بیزار ہونے کا اثر ہے کہ یہ اس طبقہ کی کج فہمی اور نادانی کے سوا کچھ نہ تھا

۳۱۔ یہ اشعار ڈاکٹر اقبال کے مجموعہ کلام "مزمع انجمن" میں موجود ہیں، جن کا ترجمہ یہ ہے

دیوبند کا اتنا بڑا عالم جسے حسین احمد فی کہتے ہیں منبر رسول پر بیٹھ کر یہ کہتا ہے ملت وطن سے ہے ایسا لگتا ہے کہ یہ بد بخت مقام مصطفیٰ ﷺ سے بے خبر ہے۔ میں کہتا ہوں ملت مذہب سے ہے (۳۲)۔ اس میں ڈاکٹر اقبال نے کلیئہ اہلسنت و جماعت کے علماء کی ترجمانی کی۔ (۳۳)

= کہ "مجھی ابھی تک رموز دین سے بے خبر ہیں ورنہ دیوبند سے حسین احمد یہ کیا ہی عجیب شخص ہے برسر منبر راگ الاچا ہے کہ ملت وطن سے متی ہے وہ محمد عربی کے مقام سے کتنا بے خبر ہے (کہ حضور نے بھی دو قومی نظریہ پیش کیا، مسلمان ایک قوم ہیں اور کفار دوسری) اپنے آپ کو مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا (اے نادان ان کی غلامی کر) کہ دین تو آپ ہی کی ذات ہے اگر آپ تک نہیں پہنچے گا تو تیرا دین، دین مصطفیٰ کی بجائے دین ابولہب ہوگا (تحریک پاکستان اور علمائے حق، ص ۱۰)

۳۲۔ جب کہ اہلسنت و جماعت کے علماء کا نظریہ تھا کہ ملت و قوم کی تعمیر دین سے ہوتی ہے چنانچہ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۵ء کو حضرت سیدنا محمد عارف اللہ قادری میرٹھی خطیب خیر المساجد میرٹھ کے تاریخی خطاب کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو "اخبار روہ پب سکندری" کی رپورٹ میں ہے "مولانا موصوف نے نظریہ قومیت پر بھی روشنی ڈالی اور بتایا کہ مسلمان قوم کی تعمیر وطن، نسل، رنگ، زبان وغیرہ امتیازات کو چھوڑ کر دین سے ہوتی ہے۔" (اخبار روہ پب سکندری، مہر یہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ / ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء، ص ۵) اس سے صاف ظاہر ہے کہ اہلسنت کا نظریہ تھا کہ دین مقدم ہے اس کے مقابلے میں نہ وطن مقدم ہے اور نہ رنگ و نسل و زبان۔ جب کہ مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی اور اس ہم مشرب مولویوں کا عقیدہ وہی تھا جو اس نے کہا کہ "قومیں اور ملتان سے متی ہیں مذہب سے نہیں بنتیں۔"

۳۳۔ اور اسی کے متعلق نظریہ علی خان نے کہا تھا

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملت ہے وطن سے حالانکہ فرمودہ شاہ دوسرا اور نظریہ علی خان کا یہ شعر "جہنستان" (۶۲۲) میں موجود ہے (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۳۰) اور اسی کے متعلق خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی نے کہا تھا

ہاں حسین احمد ہی شیخ الہند تھا کل تک غرور آج ہے لیکن مقام مصطفیٰ سے بے خبر

مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی کے اس فتویٰ کے بارے میں تحریک پاکستان کے رکن ممتاز مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (۳۳) کی بھی سننے جو انہوں نے اپنے ایک

مہر نبوی میں جو کل تک رہا گرم بخود وارد حالے آئرم میں جبکہ گیا آج اس کا سر
(تحریک پاکستان، ص ۳۹۰) (حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۴۰)

اور انہی دنوں چوہدری عبدالجبار نے کوثر انوار ایک نظم عنوان ”گاندھی کے مولانا“ ۱۳ اگست

۱۹۴۵ء کا اخبار ”نوائے وقت“ میں شائع کروائی اس کے دیوبند ملاحظہ ہوں

پیغمبر کے قمر ہی چلین تھے اس امت کے تمہیں تاج نگین تھے
تمہیں تو حامل شرع مبین تھے تمہیں تو محفل ایمان و دین تھے
مگر اب دین ہتی ہے نہ ایمان مسلمان آپ کے ہاتھوں ہے نالوں
ذرا تو سوچئے اسلاف کیا تھے وہ امت کے حقیقی رہنما تھے
وہ ملت پر دل و جان سے فدا تھے وہ محبوب خدا و مصطفیٰ تھے
مگر آپ ہیں گاندھی جی کے محبوب وہ طالب آپ کے آپ ان کے مطلوب
(حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند، ص ۴۰-۴۱)

۳۳ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کا تعارف: تحریک پاکستان کے رہنما، ممتاز ماہر تعلیم اور مبین
الاقوامی شہریت یافتہ مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ریجسٹرڈ خلیع ماہریر و (یو پی) میں ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء کو پیدا
ہوئے ۱۰ اور ۹۲۶ء میں تاریخ میں یونیورسٹی آف دہلی سے بی اے آنرز کیا، اور ۱۹۲۸ء میں اسی یونیورسٹی
سے تاریخ میں ایم اے کیا، اور ۱۹۲۹ء میں اسی یونیورسٹی سے فارسی میں ایم اے کیا، اور ۱۹۳۹ء میں
یونیورسٹی آف کیمبرج (برطانیہ) سے تاریخ میں ڈاکٹریٹ کیا، اور مختلف یونیورسٹیز میں مختلف عہدوں پر
فائز رہے آپ کو اردو، انگریزی، فارسی، عربی، اٹالوی، فرانسیسی زبان پر یکساں قدرت حاصل تھی
خصوصاً اردو اور انگریزی پر بے پناہ مہارت رکھتے تھے تحریک پاکستان میں بذات خود شامل رہے،
انہوں نے اس عہد کی تاریخ کو اپنی سیمکوں سے بننے دیکھا، اور وہ ایک بالغ نظر صاحب الرائے بلکہ
تاریخ نویس میں مجتہدانہ صد جیتوں کے حامل تھے اور ان کا شمار قائد اعظم کے معتدترین ساتھیوں میں

یادگار راہرو یو میں کہا، چنانچہ ایڈیٹر لکھتے ہیں: ”ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے تحریک پاکستان
میں علماء، طلباء، تاجروں اور سیاستدانوں کے کردار کا اجمالی تذکرہ کرتے ہوئے کہا علماء کی دو
جماعتیں تھیں، ایک پاکستان کے حق میں تھی اور دوسری پاکستان کی مخالفت میں۔ انہوں نے
کہا کہ علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی (دیوبندی) کے درمیان مخالفت کی ابتداء اس
سہوا تھا خبر رساں انجمنی اے پی پی کی ایک اطلاع کے مطابق ۱۹۳۰ء میں جو رہنما قائد اعظم کو
ہندوستان واپسی پر آمادہ کرنے برطانیہ گئے ان میں ڈاکٹر صاحب بھی شامل تھے۔ مسم بیگ کی تنظیم کو
بعد قائد اعظم کی اہم تقاریر ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی لکھا کرتے تھے، اسی طرح یہ وقت علی خان کی تقاریر
بھی ڈاکٹر قریشی نے لکھی تھیں، ایک روایت کے مطابق ”قرار داد مقصد“ کا مسودہ بھی ڈاکٹر قریشی نے
تیار کیا اور اردو میں اس کا مستند ترجمہ بھی انہوں نے ہی کیا اور ۲۲ جنوری ۱۹۸۱ء اسلام میں انتقال ہوا، اور
۲۳ جنوری کو کراچی میں آپ کی نماز جنازہ خیر آبادی مکتبہ فکر کے روشن چراغ مولانا منتخب القادری نے
پڑھائی، سبزی منڈی کے قریب واقع قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ (دوقومی نظریہ اور ڈاکٹر اشتیاق
حسین قریشی، مطبوعہ سورتی اکیڈمی، کراچی)

ڈاکٹر قریشی کے انتقال پر تحریک پاکستان کے تعلیم رہنما مولانا عہد استار خان نیازی نے فرمایا کہ
”وہ تحریک پاکستان کے رہنما، ماہر تعلیم، اردو کے خد نگار اور اسلامی اقدار کو قومی سطح پر فروغ دینے کے
زبردست حامی تھے، انہوں نے تحریک بحالی جمہوریت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں جو نہایت کردار انجام دیا
وہ ہمیشہ یادگار رہے گا۔“ (دوقومی نظریہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ص ۴۶)

”تحلیف پاکستان اور علمائے اہلسنت“ کے مصنف حضرت علامہ سید شاہزاد ابالحق قادری نے فرمایا
کہ ”وہ ایک عظیم کردار شخصیت کے مالک تھے، ان کی حب الوطنی مثال تھی کراچی میں یوم رضا کی
تقریب سے خطاب کرتے ہوئے دوقومی نظریہ کے حامی علماء کی تحریک پاکستان کے سلسلہ میں جو فضیلت
عیان کی تھی، اس سے ایک مستقل تاریخی بدیلیاتی کا ازالہ ہوا، خصوصاً ڈاکٹر قریشی نے اپنی کتاب ”علماء ان
پائیکس“ میں فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کے دوقومی نظریہ کی ترویج و اشاعت کے
سلسلہ میں خدمات کا جس مستحسن انداز میں تذکرہ کیا ہے وہ ہمارے تذکرہ نویسوں اور مؤرخین کے لئے
انکسار حق کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ (دوقومی نظریہ کے حامی اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ص ۴۷)

وقت ہوئی جب ۱۹۳۸ء میں دہلی کی ”جنگل والی مسجد“ میں تقریر کرتے ہوئے مولانا حسین احمد دینی نے کہا کہ ”دنیا میں جتنی بھی قومیں بنتی ہیں ان کی بنیاد وطنیت ہے، مذہب نہیں“، چونکہ یہ بات علامہ اقبال اور اسرار کے فلسفے سے متصادم تھی لہذا علامہ اقبال نے وہ مشہور شعر کہے۔۔۔۔۔ (۳۵)

اور انجمن طلبہ اسلام کراچی کی جانب سے فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی یاد میں منعقد ہونے والے ایک مذاکرے میں انہوں نے کہا کہ ”اس نازک دور میں جب مسلمان اپنی بھائی جنگ لڑ رہے تھے، مولانا حسین احمد دینی (دیوبندی) نے دہلی کی مسجد میں یہ کہا کہ ”مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں کیونکہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں“ تو علامہ اقبال نے اپنے اشعار میں اس نظریہ کا فوراً رد کیا۔

سرورِ سرمنبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی است
انہوں نے کہا کہ ملک، وطن، ثقافت، زبان، قومیت کی بنیاد نہیں، بلکہ ملت عقیدے اور ایمان سے بنتی ہے اور ایمان مقام یا رنگ و نسل کا پابند نہیں ہے۔ (۳۶)

پھر کچھ لوگ حسین احمد دیوبندی کے ہم مسلک کہتے ہیں کہ ڈاکٹر اقبال اور حسین احمد دیوبندی کے مابین آخر وقت میں مفاہمت ہو گئی تھی، یہ بالکل غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (۳۷)

۳۵۔ جسے ملتِ رورہ ”افتخ“ کے سابق ایڈیٹر احمد مجاہد نے تحریر کیا، اور اسی مفت روزہ میں ۱۹ مارچ ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا (جیسا کہ دوقومی نظریہ کے حامی علامہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ء میں ۳۰)۔

۳۶۔ یہ مذاکرہ ۹ فروری ۱۹۷۸ء کو منعقد ہوا، جسے روزنامہ ”نوائے وقت“ کے سب ایڈیٹر حاجی احمد مجاہد نے، جہانمہ ”فیضان“ لائبریری کے لئے تحریر کیا، اس مذاکرے کی رپورٹ، ۱۹ مارچ ۱۹۷۸ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی، جیسا کہ کتاب ”دوقومی نظریہ کے حامی علامہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی“ کے عنوان ”ایک یادگار مجلس مذاکرہ“ میں ۳۵ پر ہے۔

۳۷۔ ”ڈاکٹر قریشی نے بھی اس سے انکار کیا ہے، مفت روزہ ”افتخ“ میں شائع ہونے والے

عزیزانِ گرامی! جب بھارت میں تہملکہ مچ گیا۔ سارے بد مذہب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ اس نتیجے پر پہنچ گئے کہ انگریز چلا جائے گا لیکن کوشش کرنی چاہیے کہ انگریز متحدہ ہندوستان سے اصرار و یوں ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اس بات کی تردید کی کہ علامہ اقبال اور مولانا حسین احمد دینی (دیوبندی) کے درمیان اختلافات اہم و تقسیم کے درمیان سے ہو گئے تھے، بلکہ مولانا دینی (دیوبندی) نے علامہ اقبال کی تحریروں پر تاویلوں کے انبار لگا دیئے، اس سے بعض لوگ یہ سمجھے کہ وہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹ گئے تھے جب کہ جمیعت علماء ہند (دہلی دیوبندی علماء کی بڑی تعداد اسی جماعت میں تھی اور یہ جماعت کامی اور ہندوؤں کے موقف کی حامی تھی اس لئے ڈاکٹر قریشی نے کہا کہ دیوبندیوں کے دو چار علماء کے علاوہ باقی ماندہ حصہ تو ہندوؤں میں مدغم ہو چکا تھا) کے لوگ کبھی اپنے موقف (اکھنڈ بھارت) سے پیچھے نہیں ہٹے۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علامہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ء میں ۳۰)

اور روزنامہ ”محنت“ کے سابق سب ایڈیٹر خواجہ رضی حیدر کے بتاؤ ۲۶ مارچ ۱۹۷۸ء کو ڈاکٹر قریشی سے لئے گئے اصرار و یوں میں ہے جسے ۸ جنوری ۱۹۷۹ء کو ملتِ رورہ ”افتخ“ کراچی نے شائع کیا تھا۔ بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال اور مولانا حسین احمد دینی (دیوبندی) میں آخر وقت میں مفاہمت ہو گئی تھی اور اگر ”مرفعہ جواز“ ڈاکٹر محمد اقبال مرتب کرتے تو وہ ان اشعار کو اس سے نکال دیتے جو انہوں نے حسین احمد دینی (دیوبندی) کے بارے میں کہے تھے، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ”ہمارے پاس جواز ”مرفعہ جواز“ ہے اس میں تو وہ اشعار موجود ہیں، مولانا حسین احمد دینی (دیوبندی) نے دہلی کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں جب علامہ اقبال سے یہ سنا تو انہوں نے اپنے مشہور اشعار۔

عجم جنوز نداند رموز دیں ورنہ

کہے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تو جیہات کو قبول کر لیا تھا تو جب تک ہمارے پاس ثبوت نہ ہو ہم کیسے اسے تسلیم کر سکتے ہیں، اقبال کی تحریروں سے یہ کئیں ظاہر نہیں ہوتا کہ ایسی مفاہمت ہو گئی تھی، اگر مفاہمت ہو گئی تھی تو عجیب بات ہے کہ ”مرفعہ جواز“ اُن کی زندگی میں مرتب ہوئی اور شائع ہوئی، اگر وہ چاہتے تو اشعار نکالوا دیتے، لیکن یہ اشعار اب تک موجود ہیں (دوقومی نظریہ کے حامی علامہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ۱۰ دسمبر ۲۰۰۷ء میں ۳۵، ۳۶)۔

رکھے۔ اقتدار کانگریس کو دے کر جائے۔ لیکن ہوا یہ کہ جب یہ تحریک علماء اہلسنت کی بہت عروج پر چلی تھی کہ تمام علماء دیوبند کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ پاکستان بن جائے گا۔ انہوں نے یہ کیا کہ اپنے دو تین موبوی مسم لیگ میں چور دروازے سے بھیج دیئے (۳۸)۔ وہ کون تھے؟۔ موبوی شبیر احمد عثمانی چور دروازہ سے مسم لیگ میں آئے، اس کے علاوہ مولوی ظفر احمد انصاری۔ انہوں نے یہ طے کیا کہ اگر پاکستان بن گیا تو ہماری اولاد بھی ہو جائے گی کہ علماء دیوبند بھی تحریک آزادی میں شامل ہیں۔ اور اگر پاکستان نہیں بنتا تو ہم تو ہیں ہی ہندوستانی۔ (۳۹)

جب تحریک چلی تو دیوبندی موبوی مفتی محمود احراری احرار کالیدز، حبیب الرحمن

۳۸ جدوجہد آزادی اور تحریک پاکستان کے ممتاز لیڈر کن محمد علی جناح کے معتد ساتھی اور عالمی شہرت یافتہ مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی دیوبندی علماء کے بارے میں یہی کہا کہ چنانچہ ان کے ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء کے انٹرویو میں ہے: "دو چار علماء کے علاوہ دیوبند یوں کا بولی ماندہ حصہ تو ہندوؤں میں مدغم ہو چکا تھا"۔ (دقیقی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی میں ۷۰)

۳۹ یہ آٹھ گئے مگر کوئی ان سے پوچھ کر تو دیکھے کہ ان کے ساتھ کیا تھی چنانچہ ڈاکٹر کوکب اوکاڑوی "حقائق مامہ دار العلوم دیوبند" (ص ۴) میں لکھتے ہیں "ان علماء دیوبند میں سے جناب شبیر احمد عثمانی نے ضرور قائد اعظم کا ساتھ دیا مگر اس جرم کی پاداش میں ان کا جو حشر ہوا وہ خود ان کی زبان قلم سے ملاحظہ ہو: "دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور قسش دشتہا رات اور کارٹوں ہمارے متعلق چسپاں کئے ہیں جن میں ہمیں ابوجہل تک کہ گیا اور ہمارا جنازہ نکال گیا، دارالعلوم کے طلباء نے میرے قتل تک کے حلف اٹھائے اور قسش اور گندے مضامین میرے دروازے پر پھینکے کہ اگر ہماری ماں بہنوں کی نظر پڑ جائے تو ہماری "نکلیں شرم سے جھٹک جائیں، کیا آپ (علماء دیوبند) میں سے کسی نے بھی اس پر مدمت کا کوئی جملہ کہا بلکہ میں کہہ سکتا ہوں بہت سے لوگ اس کمیز حرکت پر خوش ہوئے تھے" (مکالمہ الصدورین ص ۲۱)

قارئین کرام کیا آپ کو معلوم ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب کجایت پاکستان کی پاداش میں گالیاں دینے والے اور ان کے قتل کے ورپے ہونے والے کون تھے؟ وہ سب کے سب مولانا کے۔

لہذا نئی کیا کہتے؟۔ پوچھو آج مولوی فضل الرحمن سے جو جمعیت علماء نے اسلام کے قائد ہیں پوچھو کیا تمہارا سنا کے قائد نے یہ بیان دیا یا نہیں، اس نے یہ کہا

"دس ہزار جناح، شوکت اور ظفر بہرہ کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں" (۵۰)

شاگرد تھے چنانچہ خود ان کا اپنا بیان ملاحظہ جو مکالمہ الصدورین ص ۲۶ ۲۷ طبع ہائی کڈ پو میں ہے "دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے جو گندی گالیاں اور قسش دشتہا رات اور کارٹوں ہمارے متعلق چسپاں کئے جن میں ہم کو ابوجہل تک کہ گیا اور ہمارا جنازہ نکال گیا، آپ حضرات نے اس کا بھی کیا تذکرہ کیا تھا؟ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت دارالعلوم کے تمام مدرسین، مہتمم اور مفتی سمیت بالواسطہ یا بالواسطہ محمد سے بہت تکذہ رکھتے تھے"۔ (تحریک نظریہ پاکستان، مامہ مضامین جرم، ہور، بحریرہ دوالحجۃ ۱۴۰۰ھ، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۶۲)

اور اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیوبندی ذہنیت تحریک پاکستان کی کس قدر مخالف تھی، پاکستان کے خلاف ان کے دل و دماغ میں کس قدر زہر تھا کہ ان کا کوئی اپنا ہم مسلک حتیٰ کہ اپنا استاد بھی اگر تحریک پاکستان کی حمایت کرتا ہے تو اُسے بھی گالیاں اور قتل کی دھمکیاں دی جاتی ہیں اگرچہ اس کے حمایت کرنے اور اس طرف آنے میں ان سب کی فلاح تھی اور وہ اس لئے آئے ہیں کہ پاکستان بن جاتا ہے تو ہماری آڑ میں ان کے لئے بھی پناہ کا سامان ہوسکے۔

یاد رہے کہ مولانا عثمانی نے "جمعیت علماء ہند" سے الگ ہو کر انگریزوں کے ایماء پر "جمعیت علماء اسلام" کے نام سے جماعت بنائی تھی اور پاکستان کی "جمعیت علماء اسلام" وہ "جمعیت علماء اسلام" نہیں جو قیوم پاکستان سے قتل قائم کی گئی بلکہ وہ "جمعیت علماء ہند" ہے جو تحریک پاکستان کی مخالف اور کانگریسی کے ہموار تھی جس کا نام بعد میں تبدیل کر دیا گیا، تقسیم سے قبل بننے والی "جمعیت علماء اسلام" بھی انگریزوں کی مدد اور اشارے پر قائم کی گئی تھی، چنانچہ "مکالمہ الصدورین" (ص ۷) میں ہے "جناب حنیف الرحمن صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ کلکتہ میں "جمعیت العلماء اسلام" حکومت (برطانیہ) کی مالی امداد اور ایماء کے ایمان پر قائم ہوئی ہے" (حقائق مامہ دار العلوم دیوبند، ص ۴۲)، اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ جماعت بھی انگریزوں نے اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے بنائی ورنہ اُسے اس کے قیوم کے لئے مالی امداد دینے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ انگریز وہیں خرچ کرتا ہے جہاں اس کا کوئی مفاد ہو

احرار کی مفتی محمود کے ٹو لے نے یہ کہا یہ ”پاکستان“ نہیں ”پلیدستان“ ہے۔ یہ ”قائد اعظم“ نہیں ”کافر اعظم“ ہے۔ ستاد یہ کس نے کہا (۵۱)۔

۱۵۔ یہ کوئی دھکی چھکی بات نہیں کہ لوگ نہ جانتے ہوں کہ یہ کس نے کہا تھا ہم نے تو بچپن سے اپنے بزرگوں سے سنا کہ وہابی دیوبندی عقائد رکھنے والے مولویوں نے یہ کہا تھا اہلسنت کے مخالفین نے یہ ذرا گلا تھا اور اس پر تاویلاً پاکستان پر لکھی جانے والی کتب و رسائل و مضامین گواہ ہیں، سب سے بڑھ کر ”رپورٹ جسٹس منیر تحقیقاتی عدالت“ شاہد ہے جو اس کے اثر ہم نہ ہونے اور ہتھیج ثابت ہونے کیا ذہنی ثبوت ہے اور مزید یہ کہ ہائیکورٹ کے اس فیصلے کو جس میں ان لوگوں پر پاکستان کی مخالفت اور مازیا نکل سے استعمال کرنے کا جرم ثابت ہوا، اس فیصلے کو ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اگر وہ اثر ہم تھا تو ان لوگوں نے اس فیصلے کو اعلیٰ عدالت پر یعنی سپریم کورٹ میں چیلنج کیوں نہ کیا، اور اپنی صفائی کیوں نہ پیش کی، کیسے جاتے سپریم کورٹ اگر جاتے بھی تو اپنی صفائی کیا کہتے، کیا پیش کرتے کہ اس کی پاکستان دشمنی کے ثبوت خود ان کی دینی کتب و رسائل و جرائد میں موجود تھے، اس لئے انہوں نے خاموشی اختیار کرنے میں اپنی عافیت بھی کہ خاموش رہ جائے، ایک عرصہ گزرنے کے بعد عوام یہ سب کچھ بھول بھال جائیں گے، پھر نئی نسل کو تو اس کا بالکل علم ہی نہ ہوگا اس طرح سیاست میں ایک مقام حاصل کرنے کے لئے عوام کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، اس طرح حکومت ہارے ہاتھ آ جائے گی چنانچہ اس مقام پر وہابیوں، دیوبندیوں کی چند نعویات کی طور رسوم پیش کر دی جاتی ہے، ان میں سے کوئی احزابی کہانا تھا تو کوئی جمعیت علماء ہند کا رہنما، کوئی کانگریس کا ممبر، کوئی اچھوت، کوئی دارالعلوم دیوبند میں استاد تھا تو کوئی طالب علم، کوئی بھارت اسلامی کا بانی تو کوئی اس کا ممبر

۱۔ ”قائد اعظم کافر اعظم ہے“۔ (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، ادارہ، بحریہ دسمبر ۱۹۷۸ء/محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد (۸)، شمارہ (۵)، ص ۲۷۳، لائن) (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالفین علماء کا بیان، ص ۲۳)

۲۔ ”یہ کافر اعظم ہے یا قائد اعظم“ بحوالہ حیات محمد علی از رئیس احمد جعفری (تحریک پاکستان اور علمائے حق، ص ۹)

۳۔ ”اک کافر کے واسطے اسلام چھوڑا“۔ (رپورٹ جسٹس منیر تحقیقاتی عدالت، ص ۱۱)

۴۔ (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، ادارہ، بحریہ دسمبر ۱۹۷۸ء/محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد (۸)، شمارہ (۵)، ص ۱۰۹) (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۲)

۵۔ ”یہ قائد اعظم ہے کہ کافر اعظم“۔ بحوالہ حیات محمد علی جناح از رئیس احمد جعفری (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، ادارہ، بحریہ دسمبر ۱۹۷۸ء/محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد (۸)، شمارہ (۵)، ص ۱۰۹) (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۲)

۶۔ نئی دہلی ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حسین احمد مدنی نے ”قائد اعظم“ کو ”کافر اعظم“ کا لقب دیا۔ بحوالہ مجموعہ کمالیہ الصدورین، ص ۴۸ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالفین علماء کا بیان، ص ۲۲-۲۳)

۷۔ ”پاکستان پلیدستان ہے“۔ (خطبات احزاب، ص ۹۹)

۸۔ ”احزابیہ روں نے اپنی تقریروں میں پاکستان کو پلیدستان بھی کہا“۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۱۰، ص ۲۵، ص ۲۷۵، ص ۲۷۶)

۹۔ ”کتوں کو بھونکن چھوڑ دو، کاروان احزاب کو اپنی منزل کی طرف چلنے دو، احزاب کا وطن لگی سرمایہ دار کا وطن نہیں، احزاب اس کو پلیدستان سمجھتے ہیں“۔ (بیان چوہدری افضل حق، مندرجہ خطبات احزاب، ص ۹۹) (تحریک پاکستان اور مفلس علماء، ص ۸۸۳) (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۶)

۱۰۔ مولوی محمد علی جالندھری نے ”تقسیم سے پہلے تقسیم کے بعد پاکستان کے لئے ”پلیدستان“ کا لفظ استعمال کیا، بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۲۷۵ (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۲-۲۵)

۱۱۔ دیوبندی مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء کو علی پور کی احزاب کا نفرنس میں اپنی تقریر میں ڈکے کی جوت پر یہ اعلان کیا کہ ”مسلم لیگ کے لیڈر بے مصلوں کی ٹولی ہیں جنہیں اپنی عاقبت بھی یاد نہیں اور جو دوسروں کی عاقبت بھی خراب کر رہے ہیں اور جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں بلکہ ”خاکستان“ ہے“۔ بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۲۷۳ (مخالفین پاکستان، ص ۳۷)

عطاء اللہ شاہ بخاری نے علی پور کی احرار کانفرنس میں کہا: ”مسلم لیگ کے لیڈر جس مملکت کی تخلیق کرنا چاہتے ہیں وہ پاکستان نہیں ”پاکستان“ ہے۔“ بحوالہ روزنامہ سلاپ، ۲۷ دسمبر ۱۹۴۵ء اور استقلیٰ نمبر روزنامہ جدید، ۹۵۰ء (انگریز اور ان کے حامی مخالف علماء کا بیان، ص ۲۳)

دیوبند یوں اور مودودی تو ”پاکستان“ کو پلیدستان، ناپاکستان، اور پاکستان کے نام سے یاد کرتے تھے جب کہ اہلسنت و جماعت کے مشہور عالم دین اور اپنے وقت کے بہترین مقرر حضرت علامہ مولانا ابوالخیر محمد بشیر صاحب کوٹلوی متحدہ ہندوستان کے دہلی، بمبئی، کلکتہ وغیرہ کے بڑے بڑے اجتماعات میں یہ شعر پڑھا کرتے

پاک اللہ، پاک احمد، پاک جسم و جان ہو کیوں نہ رہنے کے لئے بھی ملک پاکستان ہو
(حاشیہ خالصین پاکستان، ص ۳۶)

یہ شعر پڑھ کر دیوبندیوں، وہابیوں، مودودیوں کو بتا دیا کہ ہم جس ملک کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں وہ نہ ”پلیدستان“ ہے اور نہ ”ناپاکستان“ ہے بلکہ وہ ”پاکستان“ ہے۔

۱۲۔ احرار کی شریعت کے رہبر مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے امر وہد میں تقریر کرتے ہوئے کہا ”جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سب سڑکیں اور سڑکھانے والے ہیں۔“ (چنستان، ص ۱۶۵)

(ماہنامہ ترجمان اہلسنت، ادارہ، مجریہ دسمبر ۱۹۷۸ء، محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد (۸)، شمارہ (۵)، ص ۱۰-۹) (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۵)

۱۳۔ مولانا فضل الرحمن کے والد مفتی محمود احمد احرار دیوبندی نے فتویٰ دیا تھا کہ ”مسلم لیگ کو ووٹ دینے والوں کا نکاح منع ہو جائے گا۔“ بحوالہ روزنامہ ندائے ملت لاہور، ۳ جون ۱۹۷۰ء (انگریز اور پاکستان کے حامی مخالف علماء کا بیان، ص ۲۶) (تحریک پاکستان اور علمائے حق، ص ۹)

(حاشیہ خالصین پاکستان، ص ۳۶)

۱۴۔ دیوبندی امیر شریعت کا اعلان: ”دس ہزار جناح، شوکت اور نظیر بہرہ کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔“ (چنستان، ص ۶۵) (ماہنامہ ترجمان اہلسنت، ادارہ، مجریہ دسمبر ۱۹۷۸ء، محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، جلد (۸)، شمارہ (۵)، ص ۹-۱۰) (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۲)

= ۱۵۔ لدھیانوی صدر مجلس مہرٹھ میں اس قدر جوش میں آئے کہ فرماتے تھے ”دس ہزار جینا (محمد علی جناح) اور شوکت (حیات) اور نظیر (علی خان) جواہر لال نہرو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔“ بحوالہ چنستان، ص ۱۶۵ (انگریز اور پاکستان کے حامی مخالف علماء کا بیان، ص ۲۵)

ان کلمات پر ”تو اے وقت“ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۰ء میں تبصرہ شائع کیا کہ ”مے کیا کہتے کہا دھروں ہزار جناح شوکت و نظیر کو ایک دھبہ اسلام کافر کی جوتی کی نوک پر قربان کیا جا رہا ہے، لیکن دوسری طرف پنڈت زادی ”دبے کشمی“ کے زہریک یہی جناح اتھارڈی دیہاری ہے کہ ”اگر مسلم لیگ میں ایک سو گاندھی اور دوسوا ابوالکلام آزاد ہوتے ان کے مقابلے میں صرف ایک جناح ہوتے تو ملک کبھی تقسیم نہ ہوتا۔“ (انگریز اور پاکستان کے حامی مخالف علماء کا بیان، ص ۲۵)

۱۶۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا ”پاکستان ایک بازاری غورٹ ہے ہم نے اسے مجبوراً قبول کیا ہے۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، ص ۲۷۵، سطر ۴، بیون مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری) (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۶) (انگریز اور پاکستان کے حامی مخالف علماء کا بیان، ص ۲۳)

۱۷۔ عطاء اللہ شاہ بخاری نے پروکانفرنس ۱۹۴۶ء میں کہا ”پاکستان کا بنا تو بڑی بدھ ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جنا جو پاکستان کی ”پ“ بھی مانگے۔“ (روزنامہ ”جدید نظام“ استقلیٰ نمبر، ۱۹۵۰ء) (تحریک پاکستان اور نہضت علماء ص ۸۸۳) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۵)

۱۸۔ ”ان لوگوں کو شرم نہیں آتی وہ اب بھی پاکستان کا نام چپتے ہیں سچ ہے کہ پاکستان ایک خونخوار ساپ ہے جو مسلمانوں کا خون چوس رہا ہے اور مسلم لیگ کی بانی کاٹھ ایک پیڑا ہے۔“ (آزاد، ۹ نومبر ۱۹۴۶ء) (تحریک پاکستان اور نہضت علماء ص ۸۸۳) (دیوبندی مذہب، ص ۳۲۵)

۱۹۔ ”مسلم لیگ والے سب کے سب ارباب غرض اور رجعت پسند ہیں لہذا ووٹ مسلم لیگ کی بجائے کانگریس کو دینے چاہئیں۔“ (ملخص چنستان، ص ۱۵۱) (دیوبندی مذہب، ص ۳۳۳-۳۳۵)

۲۰۔ نئی دہلی ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مولانا حسین احمد (مدنی دیوبندی) نے مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام قرار دیا بحوالہ مجموعہ مکالمات الصدورین، ص ۳۸ (انگریز اور پاکستان کے

اور یہ بات تو میرے نوجوان ساتھیوں کو شاید معلوم نہ ہو کہ ان کو تاریخ غلط پڑھائی گئی ہے

= ان لوگوں کی اسلام و پاکستان دشمنی کو دیکھ کر ان کے ہم مسلک نظریاتی خاں یوں گویا ہوئے

نہرو ہے وہاں تو دہن مجلس احرار ہو چر بخاری کو مبارک یہ عروسی

(جہنستان، ص ۱۵۹)

ہندوں سے نہ سکوں سے نہ سرکار سے ہے جگہ روحانی اسلام کا احرار سے ہے

حرف پنجاب میں ہاموں نی پر آہا قائم اس قلم کی بنیاد ان اشرار سے ہے

آج اسلام اگر ہند میں ہے غوار و ذلیل تو یہ سب ذلت اسی طبقہ کے عذر سے ہے

بحوالہ جہنستان، ص ۴ (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۵)

۱۸۔ بھاشا اسلامی کے ہالی مولانا مودودی نے کہا: ”جو لوگ پاکستان کے مخالف تھے جب

یہ کہتے تھے یہ محض فریب ہے، سیاسی چال ہے تو کیا وہ غلط کہتے تھے“۔ (ترجمان القرآن، ج ۳۳، ص ۶۰،

دہشت جلدی لاٹری ۱۳۷۷ھ) (دیوبندی مذہب، ص ۲۳۶)

۱۹۔ کانگریس جمعیۃ العلماء کے اجلاس دہلی میں مولوی حبیب الرحمن اور مولوی عطاء اللہ شاہ

بنوری نے مسلم لیگ کو جو کانگریس میں ان کا ذکر اخباروں میں آچکا ہے، اس لوگوں نے مسٹر محمد علی جناح

کو یزید اور مسلم لیگ کے کارکنوں کو یزید (یوں) سے تشبیہ دی، خدا کا شکر ہے کہ کہیں کانگریسی کو، ام حسین

سے مشابہ قرار نہیں دیا۔ بحوالہ اخبار المقلد، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱

گیا۔ ایک بات یہ بھی تھی جو قومی اسمبلی کے ریکارڈ میں بھی موجود ہے کہ جب ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم تھے، جمعیت علمائے اسلام (فضل الرحمن گروپ) کے قائد کے والد مفتی محمود نے قومی اسمبلی کے فلور پر یہ بیان دیا:

”اللہ کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہیں۔“ (۵۳)

حامی == عہد ماورڈاکٹر قریشی میں ۱۹)

ڈاکٹر قریشی مرحوم نے ان کلمات میں اہلسنت میں ان لوگوں کو مشورہ دیا ہے جو صاحب قلم ہیں کہ وہ جدوجہد آزادی اور تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے اہل قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والے اسلاف کے تذکرے لکھیں تو جموٹ کی تردید خواہ مخواہ ہو جائے گی کیونکہ جب حق ثابت ہو جائے تو باطل وہاں نہیں رہتا، اور یہ حقیقت ہے کہ ایک عرصے تک ہم لوگوں نے اس طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہمارے جوان مسلمانوں کے خدایوں، ہندوؤں کے یاروں، پاکستان کے مخالفوں کو مسلمانوں کا خیر خواہ اور قیام پاکستان کے لئے جدوجہد کرنے والا سمجھتا ہے کیونکہ اس کو جو تاریخ پڑھائی گئی اس میں یہی لکھا ہوا تھا لہذا آزادی کے لئے قربانیوں دینے والوں اور قیام پاکستان کے سبب و روز محنت کرنے والوں کا ذکر کرنا ان کے کارناموں سے عوام الناس کو روشناس کرنا از بس ضروری ہے۔ اس سے ان کی تردید بھی ہوگئی کہ ماضی کے ذکر کو اور اسلاف کے تذکروں کو غیر مفید سمجھتے ہیں۔

۴۔ موصوفی احراری تھے اور ”احرار“ کی پاکستان اور تحریک پاکستان میں شامل علماء و مشائخ اور سیاسی لیڈران اور عوام سے دشمنی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور خود مفتی محمود صاحب نے بھی پاکستان بننے سے قبل ایک فتویٰ دیا جو تاریخ کے اوراق کا حصہ ہے، چنانچہ مولانا ابو داؤد صادق روزنامہ ”ندائے ملت“ لاہور کی ۳ جون ۱۹۷۰ء کی اشاعت کے حوالے سے لکھا، مفتی محمود نے فتویٰ دیا تھا کہ ”مسلم لیگ کو ووٹ دینے والوں کا نکاح صحیح ہو جائے گا“ اور پاکستان بننے کے بعد وہ مانزیا نکلے گا۔ کہے جن کو مصنف نے ذکر کیا اور مولانا ابو داؤد صادق نے لکھا ہے کہ مفتی محمود نے ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۵ء کو بمقام کٹھنی چوہدری تکیو رائی گلبرگ لاہور میں متحدہ محاذ کے اجلاس میں کہا ”خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شامل نہیں تھے“ معلوم ہوا موصوفی نے یہ کلمات ایک بار نہیں متحدہ و بار متحدہ مقامات پر کہے تھے اور وہ کبھی بھی پاکستان کے ساتھ ظلم نہ تھے چنانچہ لکھتے ہیں مفتی محمود

غور کریں! ”جمعیت علمائے اسلام“ کا قائد یہ کہہ رہا ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد وہ اس ملک سے کس طرح وفادار ہو سکتے تھے کہ پاکستان بننے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ہم اس کے بنانے کے گناہ میں شریک نہیں، دوسری طرف احرار کا مشہور مولوی، وہابیوں کا بہت بڑا سرخیل عطاء اللہ شاہ بخاری وہ تو ہندوؤں کے ساتھ قریب ہو گیا کہ جس کی انتہا نہیں کہ خود ان کہ ہم مشرب، ہم مسلک ظفر علی خان نے جب عطاء اللہ شاہ بخاری کو دیکھا کہ اتنا بڑا احرار کا مولوی ہے اور نہرو کی دھوٹی سے چمٹ گیا ہے رات دیکھو اس کے پاس۔ دن دیکھو اس کے پاس، اسٹیج پر دیکھو اس کے پاس تو اس نے اپنے اخبار ”چندستان“ (غالباً 1949 کا چھپا ہوا اس کی نقل ہمارے پاس موجود ہے) کا امداد معرکہ کہا:

نہرو جو بنے دولہا تو دلہن مجلس احرار

ہو پیر بخاری کو مبارک یہ عروسی

یعنی عطاء اللہ شاہ بخاری تم کو یہ عروسی مبارک ہو، نہرو کو ہناؤ دولہا اور دلہن ہناؤ مجلس احرار۔ آپ غور کریں کہ سارے کے سارے بد مذہب کانگریس میں لگ گئے اور جب مودودی کی روح قرار داد پاکستان کو دیکھ کر ماتم کر رہی تھی، اور وہ پاکستان کو ”ناپاکستان“ کہہ رہا تھا، دیوبندی مولوی اسے ”پیدستان“ اور ”خاکستان“ اور خونخوار سانپ کہہ رہے تھے، مسلم لیگ کی قیادت کو سپیرا کہا جا رہا تھا اور مسلم لیگ کی حمایت کرنے والوں کو سڑاؤ اور سڑاؤ رکھانے والے بتایا جا رہا تھا، جب یہ لوگ ہانی پاکستان کو ”کافر اعظم“

اپنے معتقدین کی محفلوں میں کہتے رہتے تھے ”پاکستان فوجی ہے تو نئے ہمیں کیا، ہمارے اکابرین پاکستان کے خلاف تھے“۔ جیر مفتی محمود نے راولپنڈی کی محفل میں کہا ”میں پنجابیوں پر پوچھا کرتا ہوں“ یہ الفاظ کہتے وقت انہوں نے مولانا عبد اللہ انور اور مولانا عبد اللہ درخواسی وغیرہ اپنے اکابر کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا، ملخصاً (بحوالہ الفت روزۃ الجمعۃ، چٹائی، ۸ دسمبر ۱۹۷۳ء، ص ۱۳) (پاکستان اور انگریز کے حامی و مخالف علماء کا بیان، ص ۲۵، ۲۶)

(۵۵) کلام سے یہ ذکر رہے تھے، اس وقت مشائخ و علمائے اہلسنت ایک جگہ جمع ہو گئے اور

۵۵۔ ہائی پاکستان کے بارے میں ان کے مولویوں کا نظریہ تو آپ نے پڑھا، اب سنی علماء و مشائخ کا نظریہ بھی پڑھئے سنی علماء کرام و مشائخ عظام محمد علی جناح کو دنیاوی امور میں اپنا رہنما قرار دیتے تھے، چنانچہ شیخ الفقہ حضرت مولانا عبدالحق بھاری سے اس کے بارے میں ایک استفتاء لیا گیا جو مندرجہ ذیل ہے

سوال۔ ابو الفتح عبید ارض محمد حشمت علی خان اور محمد علی جناح کی شخصیت کے بارے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے، مسلمانوں کا خیر خواہ و قوم کا رہبر صحیح معنوں میں کس کو قرار دیا جاسکتا ہے؟

جواب۔ دونوں ہی خیر خواہ قوم و رہبر ہیں، مگر وہ اعتبار سے مولانا حشمت علی خان صاحب دینی معاملات کے رہبر وہاں ہیں اور مسٹر محمد علی جناح دنیاوی معاملات کے رہبر ہیں چونکہ دنیاوی قوانین کے ماننے اور ان کے مفہم و مضر ہونے کی واقفیت کا ان کو بہت زیادہ ہے اور دشمنوں کی چال کا جواب ان کو خوب معلوم ہے۔ (فلسفہ روزہ المظاہر، امرتسر، بھریہ کے ۱۳ جون ۱۹۳۶ء، ص ۹)

اسی طرح امیر منصف سید جہت علی شاہ صاحب کے متعلق منقول ہے کہ ۱۳ تا ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء کو امرتسر میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا عرس منعقد ہوا جس کے آخری اجلاس میں امیر منصف نے صدارتی خطبہ میں فرمایا: ”اس وقت مسلمانوں کے جھنڈے تھے منظم ہو جانا چاہئے، وہ جھنڈا صرف مسلم لیگ کا ہے

قائد اعظم ہمارے سیاسی وکیل ہیں ہم ان کے حکم پر پاکستان جیسی سر زمین حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے“۔ اور اسی دوران کسی نے سوال کر دیا کہ جناح کا فر ہے یا مسلمان؟ آپ نے برجستہ جواب دیا ”تمہیں کون سی ان کے ساتھ رشتہ داری کرنی ہے جو اس کا مذہب دہشت کرتے ہو، پھر فرمایا ”ہم نے جناح صاحب کو اپنا امام یا قاضی یا نکاح خواں مقرر نہیں کیا بلکہ وہ ہمارے وکیل ہیں ہم سب کا کام ہے جسے وہ کر رہے ہیں انھیں“ اور یہ بھی فرمایا ”پاکستان کے مخالفین کاں کھول کر تسبیحیں کہ پاکستان بن کر رہے گا“ پاکستان ہم سب کا ہے اس کے لئے مسٹر جناح کا نہیں ہے، ۱۷ مارچ ۱۹۴۷ء کا کام کر رہے ہیں“ (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص ۸۶-۸۳)

اور پھر غلام محمد دہلوی (نیا دہلی، سندھ) کے بارے میں منقول ہے کہ ”تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی آپ نے ہر طرح سے بھرپور مدد کی اور اس کی ترقی کے لئے بھرپور جتنی شریف کے پیر

پاکستان کی آزادی میں بھرپور حصہ لیا جب کہ آج یہ دہنا تے کھو رہے ہیں کہ پاکستان ہم نے بنایا۔

جب پاکستان کی تحریک چلی تو بانی پاکستان نے پوری دنیا میں پاکستان کو متعارف کرانے کے لئے کس کو بھیجا؟ حضرت مولانا عبدالحق بدایونی علیہ الرحمۃ (۵۶) کو بھیجا۔ دوسرے

سیوں عبد الرحمن قادری اور عبد الرحیم شبید کے ہمراہ آپ نے پورے سندھ کا دورہ کیا، کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ ”مسٹر جناح کے پیچھے کیوں لگ گئے ہیں؟“ تو آپ نے فرمایا ”ہمارے مقصد کو روکنے کا رونا دلایا یہی شخص ہوا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو ہم اس کے پیچھے لگ جاتے، جناح تو ایک مسلمان وکیل ہے جو بغیر پیسے اور فیس کے مسلمانوں کی دکانت کر رہا ہے، کیا کافر کو وکیل نہیں بنایا جاسکتا بلکہ فیس بھی دی جاتی ہے۔“ (انوار علماء اہلسنت سندھ، ص ۶۰۰) اسی میں ہے کہ ”قائد اعظم محمد علی جناح کی قیادت کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا ہم اس کی اقتداء میں لہر نہیں پڑھتے بلکہ ایک وکیل کر رہے ہیں جو انگریزوں اور ہندوؤں کا مقابلہ کر رہا ہے، بات کرنے کی طاقت رکھتا ہے ہمیں ایب میڈر نہیں ملے گا۔“ (ص ۶۰۲)

سید صابر حسین شاہ بخاری نقل کرتے ہیں کہ جمعہ کا دن تھا اور حضرت مولانا غلام بزدانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت صدر اشریہ علیہ الرحمۃ (ضیفہ اعلیٰ حضرت) کے شاگرد تھے تقریر فرما رہے تھے ان کا بیان تھا کہ ہمیں بہر صورت قیام پاکستان کی حمایت کرنی چاہئے، لوگ محمد علی جناح پر اعتراض کرتے ہیں اگر وہ صحیح بھی ہوں تو کچھ فرق نہیں پڑتا، محمد علی جناح مسلمان ہند کے وکیل ہیں، امیر المؤمنین نہیں، انہوں نے اچھے کام کا اقدام کیا ہے، دنیا میں ایک اسلامی سلطنت کی جدوجہد کر رہے ہیں جہاں ”لا الہ الا اللہ“ کا پیغام گونجے۔ (ماہنامہ خیا جرم، بھریہ، اگست ۱۹۹۷ء، ص ۱۸۳)

۵۶۔ عالم اسلام کے مشہور و معروف عالم دین اور تحریک خلافت و تحریک پاکستان کے صوبہ اوس کے قائد مجاہد ملت مولانا عبدالحق بدایونی ابن عبد القیوم بدایونی شبید ۱۸۹۹ء میں بھارت کے شہر دہلی میں پیدا ہوئے، جب مولانا کے والد کا انتقال ہوا تو اس وقت مولانا عبدالحق بدایونی عمر تقریباً ۲۰ یوم تھی، آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام آپ کی والدہ نے کیا، ابتدائی تعلیم اپنے آبائی مدرسہ دارالعلوم قادریہ شمس العلوم بدایوں سے حاصل کی اور مدرسہ کانپور سے تعلیم کی تکمیل فرمائی، تعلیم کی تکمیل کے

حضرت علامہ مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (خلیفہ اعلیٰ حضرت) یہ دونوں بعد مولانا دارالعلوم ٹمس العلوم کے نائب مہتمم مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۹ء میں بمبئی میں مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کے پیر طریقت مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے ہندو ہزار افراد کے اجتماع میں خلافت کمیٹی قائم کی اور تحریک خلافت شروع ہوئی تو مولانا اس سے وابستہ ہو گئے۔ خاص طور پر مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی خوب مہمان نوازی کی اور عجمی طور پر تحریک میں شامل ہو گئے۔ آپ نے تحریک خلافت میں نئی روح پھونک دی، لکھنؤ میں منعقد کانفرنس میں جب بمبئی کی محدود خلافت کمیٹی کو پورے ہندوستان میں پھیلانے کا فیصلہ کیا گیا تو مولانا اپنے بڑے بھائی مولانا عبداللہ جدید ایوبی کے ساتھ مل کر پورے ہندوستان کا دورہ کیا، اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں خلافت کمیٹی کی شاخیں قائم کیں، مولانا عبداللہ جدید ایوبی ضلعی خلافت کمیٹی کے جنرل سیکریٹری کے علاوہ صوبائی خلافت کمیٹی اور مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی کی مجلس عامہ کے رکن بھی رہے، گاندھی بھی حیارانہ طور پر خلافت کمیٹی میں شامل ہو گئے اور اچھی پوزیشن حاصل کر لی، مسلمان ہندوؤں کو اپنا ہمدرد بنانے لگے، لیکن شادی تحریک کے آغاز سے مسلمان کو گاندھی کی چالاکی سمجھ میں آ گئی، مولانا عبداللہ جدید ایوبی اور آپ کے بھائی تحریک خلافت سے بدظن ہو کر "انجمن تبلیغ اسلام" انبالہ و "گروہ میں شریک ہو کر ممتاز علماء کرام جن میں صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، پیر سید جماعت علی شاہ خٹہ علی پوری، مولانا سید ابوالحسن قادری، خواجہ حسن نظامی، مفتی عبداللطیف قادری، مولانا غلام قطب الدین برہنپوری کے ہمراہ اس جگہ (یعنی میواٹ) پہنچے جہاں "شادی تحریک" کام کر رہی تھی، ہندوؤں کی شک نظر کی اور دیں دشمنی کے پیش نظر مسلمانوں کی ایک جماعت کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ مسلم کانفرنس کے نام سے جماعت قائم کی گئی، سید اسد مودانا شاہ عبدالعلیم صدیقی، اور مولانا عبداللہ جدید ایوبی اور تحریک خلافت کے دیگر رہنما مسلم کانفرنس میں شامل ہو گئے، ۱۹۲۸ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس دہلی میں مولوی ابوالحسن فضل الحق کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مولانا عبداللہ جدید ایوبی نے بھی شرکت کی اور مسلم لیگ کے حامی ہو گئے، اس وقت مولانا عبداللہ جدید ایوبی کی عمر صرف ۲۰ سال تھی، اس موقع پر آپ نے نہایت تیز رفتاری اور ہر جوش و خروش کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کو منوایا

پاکستان سے باہر گئے۔ خصوصاً مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ نے عرب کا دورہ کیا اور جب دہلی میں مولانا شوکت علی کی رہائش گاہ میں مسلم لیگ کے رہنماؤں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں یہ طے ہوا کہ آئندہ تمام انتخابات میں مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہوگی، اس اجلاس میں دیگر کے علاوہ مولانا عبداللہ جدید ایوبی بھی شریک ہوئے۔ ۱۹۲۵ء پر اپیل لکھنؤ میں قائد اعظم محمد علی جناح کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں مولانا عبداللہ جدید ایوبی نے بھرپور حصہ لیا، ۱۹۲۸ء میں قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلم لیگ کو فعال، مؤثر اور مسلمان ہند کی نمائندہ جماعت بنانے کے لئے ہندوستان کے ہر صوبے سے دو دو افراد کو منتخب کیا گیا جو کہ مسلم لیگ کے اعراف و مقام صد عوام تک پہنچا سکے، ان افراد میں یوپی سے مولانا عبداللہ جدید ایوبی کا نام شامل کیا گیا، مولانا جدید ایوبی اور دیگر رفقاء نے ہندوستان بھر کا دورہ کیا اور عوام، علماء و مشائخ کو مسلم لیگ کا مقبول بنا دیا۔

۲۳ مارچ ۱۹۳۰ء کو، یور میں منٹو پارک (اقبال پارک) کو آل انڈیا مسلم لیگ کا تاریخ ساز اجلاس منعقد ہوا جس میں علامہ عبداللہ جدید ایوبی نے سنی کانفرنس کے مشائخ و علماء کے ہمراہ شرکت کی اور تقریر بھی کی، اگست ۱۹۳۱ء میں مدھیہ نہ میں پاکستان کانفرنس آپ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں آپ نے انتخابی پر جوش و خروش سے بھرپور تقریر کی یہ تقریر بعد میں نظامی پریس ہدایوں سے شائع کر کے مسلم لیگ کی شاخوں کو بھجوا دی گئی، ۱۹۳۵ء میں قائد اعظم اور امیر حیدر آباد وکن میر عثمان علی خان کے درمیان شدید قسم کے اختلافات ہو گئے تو قائد ملت بی وقت علی خان نے مولانا عبداللہ جدید ایوبی سے درخواست کی کہ وہ دونوں کی ملاقات کا راستہ ہموار کریں، مولانا نے دونوں سے ملاقات کی اور آپس میں ملاقات کے لئے راضی کر لیا۔

۱۹۳۶ء میں بنارس میں حصول پاکستان کے لئے "آل انڈیا سنی کانفرنس" کا ایک عظیم الشان اجتماع جس میں مولانا جدید ایوبی نہ صرف شریک ہوئے اسے کامیاب بنانے کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں اور آپ اس کے مرکزی عہدیدار بھی رہے۔ ۱۹۳۶ء کے انتخابات میں مولانا جدید ایوبی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، آپ نے یوپی، سی پی، بہار، اڑیسہ، بنگال، آسام، بمبئی، کراچی، قندھار اور سندھ، پنجاب، بلوچستان کے دور افتاد علاقوں کا دورہ کیا اور لوگوں کو مسلم لیگ کے حق میں ووٹ دینے پر آمادہ کیا صوبہ سرحد کے ریفرنڈم کے موقع پر سرحد میں کانگریس کی پوزیشن بہت مضبوط تھی، پیر امین

بے شمار بیرونی ممالک کا دورہ کیا۔ یہ سارا ذورہ کرنے کے بعد لوگوں کو متعارف کرایا کہ پاکستان کی شہریت نے محمد علی جناح سے درخواست کی وہ سرحد میں مسلم لیگ کے حق میں راہ ہموار کرنے کے لئے وفد بھیجیں۔ جس میں مولانا عبدالحامد بدایونی ضرور شامل ہوں، محمد علی جناح نے نواب بہادر پور جنگ اور مولانا بدایونی کو بھی مولانا نے اپنی زور خطابت اور خسی تدبیر سے سرحد کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کی حمایت کے لئے کمر بستہ کیا، آپ کی خطابت اور تدبیر نے کانگریسی اثرات کو ختم کر کے مسلم لیگ کی مقبولیت کو چار چاند کر دیا اور مسلم لیگ کے امیدواروں کو ووٹ دینے کے لئے ۲۵ علماء اہلسنت کے دستخط سے پوسٹر شائع کیا، اسی دوران ہرنوٹی کے مقام پر آپ پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا، آپ کی ان ہی خدمات پر محمد علی جناح نے آپ کو فاتح سرحد کے خطاب سے نوازا، اسی طرح سلہٹ اور بجال میں کانگریس سے وابستہ اور اس کے مبلغ (دارالعلوم دیوبند) کے مولوی حسین احمد مدنی کا اثر کم کرنے کے لئے آپ کو بھیجا گیا، آپ نے ان علاقوں میں اپنی کانگریس کے اثر کو نہ صرف ختم کیا بلکہ مسلم لیگ کی مقبولیت اور تحریک پاکستان کو پروان چڑھانے کی طرح عرب ممالک کے سربراہان و عوام کو نظریہ پاکستان سے روشناس کرنے اور انہیں پاکستان کی حمایت کے لئے تیار کرنے کے لئے سلیم، سلام، علامہ عبدالحق صدیقی کی طرح آپ کو بھی بھیجا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو بھی خیر دل نبھایا۔

۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو قیام پاکستان کے بعد علمائے اہلسنت پاکستان کے بے حد اصرار پر کراچی میں مستقل قیام کا فیصلہ کیا، اور استحکام پاکستان اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہو گئے، آپ ہی کی کوششوں سے عید میلاد النبی ﷺ کا سرکاری نوٹیفیکیشن جاری ہوا اور میلاد النبی ﷺ کی عام تعطیل کا اعلان ہوا۔

پہلی کامیابی میں جب فقر اللہ خان قادیانی کو وزیر خارجہ بنایا گیا تو مولانا بدایونی سے سخت احتجاج کیا۔ ۱۹۴۸ء میں مولانا شاہ عبدالحق صدیقی کی قیادت میں مولانا عبدالحامد بدایونی نے بانی پاکستان سے مذاقات کی اور پاکستان کا دستور کتاب و سنت کی روشنی میں تیار کرنے کے لئے وزارت مذہبی امور قائم کرنے کی یہ دواشت پیش کی۔

کشمیر کی آزادی اور تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، فروری ۱۹۵۳ء تا جنوری ۱۹۵۳ء ایک سال قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ۱۹۶۵ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر ملک گیر دورہ

پاکستان کیا ہے؟؟ مسلمان پاکستان کو کس لئے بنانا چاہتے ہیں؟؟ (۵۷) اس کے بعد میں نے کر کے مہاجرین و مجاہدین کی مدد کی مولانا نے منگھو پیر روڈ پر ایک وسیع اراضی پر ”جامعہ تعلیمات اسلامی“ کے نام سے ادارہ قائم کیا مگر آپ کی وفات کے بعد اس عمارت کو حکومت نے کالج میں تبدیل کر دیا جو کہ اس وقت انتہائی خستہ حال ہے۔

مولانا عبدالحامد بدایونی ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء کراچی میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اور آپ کی آخری آرام گاہ جامعہ تعلیمات اسلامیہ بنارس جو کہ منگھو پیر روڈ پر ہے۔ (ملخصاً، خواہ از ”فاتح سرحد“ نایف سید رفیع شاہ صاحب بانی رکن ”سرفاؤنڈیشن“، کراچی، اور سابق مہدی ار ”انجمن طلبہ اسلام“) ۷۵۔ محمد جلال الدین قادری لکھتے ہیں حصول پاکستان کی منزل کو آسان اور قریب کرنے کے لئے مسلم لیگ نے ایک وفد ترتیب دیا جس کی غرض دعوت یہ تھی کہ ہندوستان سے باہر کی دنیا کو مسلمانوں کا نظریہ پاکستان واضح کر کے اس کی حمایت حاصل کی جائے، اس وفد میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے ماعلم نشر و اشاعت سورما محمد عبدالحامد قادری بدایونی بطور کنوینر اور سورما عبدالحق صدیقی میرٹھی رکنی ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ شامل تھے۔

یہ وفد پہلی مرتبہ حجاز مقدس روانہ ہوا، ملک ابن سعود سے مذاقات کر کے اسے نظریہ پاکستان کی وضاحت کی اور حجاز مقدس میں حجاج کرام پر پناہ چڑھانے کی دہائی پر آمادہ کیا، وفد ملتے کے قیام کے بعد ۳۱ دسمبر ۱۹۳۶ء کو یہ وفد وطن واپس پہنچا کامیاب دورہ کی دہائی پر آپ کا شاندار استقبال کیا گیا۔

دوسری مرتبہ یہ وفد آخر جنوری ۱۹۴۷ء کو مصر، فلسطین، شام، عراق اور دیگر ممالک اسلام کے لئے روانہ ہوا، وہاں بھی یہ وفد اپنے مقاصد میں پوری طرح کامیاب ہوا، ان ممالک کی شاہان اور عوام نے نظریہ پاکستان کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھا اور مطالبہ پاکستان کی مکمل حمایت کی، اس طرح ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے زعمیم شیعہ کی شہرت سے پاکستان کے حصول کے مطالبہ کی مسلم لیگ کو پذیرائی ہوئی (فخت روزہ وہد یہ سکندریہ، راجپور، مجریہ ۱ جنوری ۱۹۴۷ء ص ۴)

مولانا عبدالحامد بدایونی نے حجاز مقدس سے واپسی پر یہ بیان اشاعت کے لئے جاری فرمایا ”آل انڈیا مسلم لیگ کا وفد حجاز میں دو ہفتے مقیم رہا، حکومت سعودیہ کے ساتھ بہت اچھا طریقہ عمل رہا، تسہیل حجاج کے لئے وفد نے جس قدر بھی تجاویز پیش کیں اکثر کو قبول کیا، نفس انگیز کی حرمت کو

اخبر رشاد ہیں کہ جناح صاحب نے شکر یہ ادا کیا اور ان کو تحریک پاکستان کی خدمات میں "سفیر اسلام" کا لقب دیا (۵۸) اور کہا کہ مولانا عبدالعلیم صاحب آپ کو جو ذمہ داری دی گئی

جلالت الملک نے تسلیم کر لیا مگر فرمایا کہ اس کی موافق غور و طلب ہے، انشاء اللہ اس کا بھی آخری فیصلہ جلد ہو جائے گا۔ نیک احمد نے تحریک پاکستان سے اپنی ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے مسلمان ہند کو پیغام دیا کہ وہ خدا پر بھروسہ کریں، مشرکیں ہند پر قطعاً اعتماد کریں، اپنی جدوجہد جاری رکھیں جس سے کام لیں، خدا ان کی ضرورت دکرے گا، وفد نے عالم اسلامی کے ہر ملک کے زعماء کو سندھ پاکستان پوری طرح سمجھلایا۔

اور مسلمان ہند کے سیاسی مؤکلف سے بخوبی واقف کیا، عالم اسلامی کے زعماء، علماء نے مسلمان ہند وستان کی تائید کا وعدہ کیا اور وفد کو عالم اسلامی میں آنے کی دعوت دی اور اس بات پر زور دیا کہ تمام مسلمان اسلام میں مسلم لیگ کے وفد آنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارے عوام بھی پاکستان کو بخوبی سمجھ سکیں، عالم اسلام کے ان مشاہیر نے اس کا بھی وعدہ کیا کہ وہ وہیں جا کر مسلمان ہند کے مسائل ذہن نشین کرائیں گے اور مسلم لیگ سے اپنا رابطہ اسی قائم کریں گے۔ مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی آف میرٹھ مدینہ طیبہ میں ٹھہر گئے اور واپسی پر وہ مصر وغیرہ جائیں گے، میرا عزم بھی ہے کہ آخری جنوری (۱۹۴۷ء) تک مملکت اسلامیہ کے دورہ پر روانہ ہو جاؤں۔ (تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، ص ۲۹۳-۲۹۵ بحوالہ ملت روز وود پبلیکیشنز، راپور، بکریہ، ۱۵ جنوری ۱۹۴۷ء ص ۳)

۵۸۔ سفیر اسلام سفیر اسلام علامہ شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ میرٹھ (پہلی) کے معروف صدیقی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، پانچ سال کی عمر میں باختر ہجرت کریم پڑھنے کے بعد اردو، فارسی، عربی اور دیہات کی تعلیم حاصل کی، چودہ سال کی عمر تک والدین کا سایہ عافیت رہا، سولہ سال کی عمر میں دینی علوم سے فراغت حاصل کر لی، جد یہ تعلیم کے لئے میرٹھ کا گھر میں پڑھتے رہے، اسی دوران اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی تعلق پیدا کر لیا، آپ کو اپنے بھائی مولانا شاہ احمد مجتہد صدیقی علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل تھی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی آپ کو خلافت و اجازت سے نوازا اور "علیم ارضاء" کے لقب سے شرف فرمایا۔

۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۳ء تک یورپ، افریقہ اور امریکہ کے متعدد ممالک اور ریاستوں میں جا کر اسلام کی روشنی پھیلاتے رہے، آپ نے اپنی زندگی میں مختلف ملکوں میں پینتالیس ہزار ہزار کو شرف اسلام

آپ نے اس کو کماحقہ انجام دیا۔ اس کا حق ادا کیا میں پوچھتا ہوں یہ کون لوگ تھے؟؟ یہ

کیا، ملک ملک محکم پھر کہ مدینہ منورہ پہنچ جاتے، یہاں تک کہ وہیں کے ہو کر رہ گئے، بیکار ہوئے فریاد میرے چاہائی باب اسلام مسجد نبوی پرے جاتی جاتے، جب چاہائی "باب اسلام" پر آئی گئی تو آپ نظر اٹھا کر وفود رسول ﷺ کی طرف دیکھتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اسی اثنا میں روح قدس عنقریب سے پرواز کر گئی، آپ کی خوش بختی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ آپ کو "جنت البقیع" میں حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں میں جگہ ملی، پاکستان کے معروف سیاستدان مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ آپ ہی کے فرزند ارجمند ہیں۔ (جن کا اب وصال ہو چکا ہے)

تحریک پاکستان میں آپ کی خدمات آپ زر سے لکھنے کے قابل ہیں، مبلغ اسلام علامہ محمد عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے تقریباً دس سال محکم ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کے مطالبہ کی دُرُور حمایت کی اور اس ضمن میں اپنے شب و روز ایک کر دیئے، ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد آپ نے قیام پاکستان کی تحریک میں نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور مختلف بددوا مصارف کے ذریعے کر کے علماۓ اہلسنت، مشائخ عظام اور عوام الناس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تاکہ ان کے حقوق کی بازیابی کے لئے مؤثر انداز میں آئینی جنگ لڑی جاسکے۔

۱۹۳۵ء کے اخیر میں انتخابات کے موقع پر جہاں دیگر علماۓ اہلسنت، مسلم لیگ کے انتخابات میں کامیابی کے لئے کوشاں تھے، وہاں مولانا عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ بھی اس کا ذریعہ بنے ہوئے تھے، آپ نے اکتوبر ۱۹۳۵ء میں بغرض حج عازم حجاز ہوئے، مسلمان ہند کے کام پر ایک مؤثر پیغام دیا جس کے آخر میں آپ نے کہا کہ تمام ہندوستان ملک کو علی الاطلاق وقت سفر حجاز مقدس میں یہ آخری وصیت دیتے ہوئے رخصت ہوتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو انتخابات جدید میں تمام اختلافات باہمی کو مٹا کر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں ہمت سرگرم ہو جائیں اور آئینے ترویج میں آکر شیرازے کو ہرگز منتشر نہ ہونے دیں، اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مسلمان متحد و متفق ہیں، تاکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے ان کی آزاد حکومت ہو جس میں نفاذ قوانین و احیائے تہذیب و معاشرت دین کی پوری قوت ان کو ہی حاصل ہو، اس کو خواہ پاکستان کا نام دیا جائے یا حکومت امیہ کے لقب سے ملے کیا جائے

سبستی تھے۔ 1946ء میں پاکستان بننے سے ایک سال پہلے بنارس میں ”سبستی کانفرنس“ ہوئی، پانچ ہزار علماء کرام و مشائخ عظام وہاں موجود تھے بعض کے بقول پانچ سو مشائخ اور سات ہزار علماء وہاں موجود تھے (۵۹)۔ صفحہ ۱۵ میں کون تھا؟ ایک بھی وہابی دیوبندی،

= مبلغ اسلام شاہ عبدالحق میرٹھی علیہ الرحمہ نے پڑتہ نیر سے ملاقات کے دوران ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف سخت احتجاج کیا، بمبئی اور مدراس میں تقریریں کر کے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی۔ تحریک پاکستان کے خلاف جب کانگریسی لیڈر حشرات الارض کی طرح بیرونی ملک میں پھیل گئے تو آپ نے انگلینڈ اور مصر میں ان کانگریسی گشتوں کو اپنی مدد سے تقریباً دو لاکھ روپے چھوڑے۔

۹۴۶ء میں معروف آل انڈیائی کانفرنس بنارس میں شرکت فرما کر تحریک پاکستان کی پابلیک دہلی حمایت فرمائی، ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ پیغام پہنچا دینا و بھارت میں جے کے موقع پر مسلم لیگ کی طرف سے متعدد حربے ممالک فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق وغیرہ کے ذریعہ پکڑے گئے، ہندوؤں کے شدید غلط رویوں کی بنا پر عام اسلام کے مسلمان ہندی مسلمانوں کے خلاف تھے، دنیا میں ہندوستان کی آزادی حاصل کرنے کو ”دیوانے کا خواب“ سمجھا جاتا تھا، آل انڈیا مسلم لیگ کو ہندوستان ہی میں اتنا کام تھا کہ وہ بے توجہ ہی نہ دے سکتی تھی، اس لئے آپ مدکورہ حکام سے ملے، دانشوروں اور وکلاء کے سامنے تقریریں کیں اور نظریہ پاکستان کی وضاحت کی جس کے نتیجے میں عرب علماء و عوام تحریک پاکستان کو صحیح طور پر سمجھنے لگے۔

قیام پاکستان کے بعد قائد اعظم علیہ الرحمہ کی طرف سے علامہ محمد عبدالحق میرٹھی کو اسلامی ممالک کی نمائندگی کا فریضہ سونپا گیا، آپ نے تنہا بین الاقوامی سطح پر تبلیغ اسلام کے ساتھ ساتھ تحریک پاکستان کے اغراض و مقاصد پر طویل ٹیکر دے کر اس کی اہمیت کو اجاگر کیا، قائد اعظم علیہ الرحمہ نے آپ کی انہی اسلامی اور ملی خدمات کی پیش نظر آپ کو ”مغیر اسلام“ کا خطاب دیا۔ (ماہنامہ حیدر، حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رجب الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۱۷، شمارہ ۱۰، ص ۶۹-۷۱)

۹۵ پر وضاحت کر دیا کہ جس طرح پورے برصغیر کے اصحاب علم و حکمت اس کانفرنس میں شرکت کے لئے آمنت پڑے، کانفرنس میں پانچ صد مشائخ اور سات ہزار علماء کرام اور تین لاکھ کے

شیعہ (۶۰) یا قادیانی نہیں تھا۔ حضرت علامہ عبدالحق میرٹھی علیہ الرحمہ، امیر ملت قریب عوام نے شرکت کی، صدر الافاضل نے وزارتی مشن لاؤ کریس وغیرہ کو بھی دعوت دی کہ وہ بطور گورنمنٹ نمائندہ وفد کے دیکھ لیں، سوا دا عظم کے اجتماعی مؤقف اور مسئلہ پاکستان کی حمایت میں اتنا عظیم الشان اجتماع اس دور میں ایک تاریخی مثال تھا (ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، بحریہ اگست ۱۹۹۰ء، تحریک پاکستان اور مشائخ، ص ۷۴)

۹۶ انگریزوں کی ہندوستان آمد سے لے کر قیام پاکستان تک کی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو ان لوگوں کا جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کوئی کردار تحریک آزادی کی حمایت کے حوالے سے نظر نہیں آتا اس حقیقت کو عبدالحق خان اختر شاہ جہانپوری نے یوں بیان کیا کہ ”مستندہ ہندوستان کی سر زمین میں بسنے والے مسلمانوں کا مذہب اہلسنت و جماعت تھا، جن کو آج کل بریلوی مکتب فکر کے نام سے کیا جانے لگا ہے، اور جملہ جماعتیں جو آج کل نظر آ رہی ہیں وہ انگریزی دور حکومت میں اسی جماعت سے برٹش گورنمنٹ کے قریبی منصوبے کے تحت پیدا ہو کر بنی تھیں، سوائے شیعہ حضرات کے جو سر زمین پاک و ہند میں مغلوں کے دور سے موجود تھے لیکن انتہائی اقلیت میں، یعنی آٹھ فی صد کے برابر، ان حضرات نے اپنے لئے یہی بہتر سمجھا کہ برٹش گورنمنٹ کے وفادار اور خیر خواہ بن کر رہیں، اسی لئے انگریزوں کے خلاف انہوں نے کبھی کسی تحریک میں حصہ نہیں لیا، شیعہ صاحبان کی اس وفاداری کا ڈاکٹر ولیم ہنٹر نے یوں اعتراف کیا ہے ”بغاوت کے غیر ضروری ہونے پر ان کا اعتدال بغیر کسی دباؤ کے واقع ہوا اور یہ بات نہایت ہی خوب ہے کہ ایسا اعلان بغاوت بطور پرخیز میں آگیا، اس دستاویز پر مستند اور قابل اعتماد شیعہ علماء کی مہرین ثبت ہیں اور یہ پورا فرقہ اس پر ہمیشہ سے عمل کرنے پر مجبور ہے، اس قسم کے باقاعدہ وعدوں کے بغیر بھی وعدہ رٹنا وفادار ہیں“

ڈاکٹر ولیم ہنٹر کے بیان کے متعلق مرید احمد خان صاحب کے اپنے تاثرات یہ ہیں: ”اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے شیعہ لوگوں کا کچھ ذکر کیا ہے اور جو تعریف ان کی کی ہے گو وہ بھی شروط پر مشروط ہیں، لیکن میں اس طرح سے بھی خوش ہوں کہ نیک صبری دانست میں یہی فیصلہ ہے عالم ڈاکٹر نے مسلمانوں کے ایک فرقہ کی تو تعریف کی، چنانچہ میں ان کی اس قدر مہربانی اور رحم کا شکر گزار ہوں“ (ہمارے ہندوستانی مسلمان، ص ۱۰۹)

حضرت علامہ مولانا پیر سید جہت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ سید محمد قارئین کرام! جن حضرات کو برٹش گورنمنٹ نے سر زمین پاک و ہند سے اپنا الگ کارنامہ اُن سے ٹخرا دین کا کام لیا، اُن سے مسلمانوں کی ملی وحدت کا پورا پورا کروایا، ایک اسلام کے متحد و جملی اسلام بنوائے، اور اس طرح یہاں کے مسلمانوں کو ایک پریشان کن مصیبت میں مبتلا کران کی طاقت کو منتشر اور دین و ایمان کو تباہ کر دیا۔ (برطانوی نظام کی کہانی، مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری، ص ۷۸۰-۷۸۱)

پھر آگے چل کر تحریک پاکستان کا مطمحہ کیا جائے تو ان کے خواہش میں سے چند افراد ہیں اس تحریک کا حصہ نظر آتے ہیں جیسے رابعہ صاحبہ محمود آباد اور اس کے ہم مسلک کچھ اور ساتھی، لیکن ساتھ ہی تحریک پاکستان اور بدلتی پاکستان کے مخالفین پر اگر نظر ڈالی جائے تو اس دور میں خصوصاً "آل انڈیا شیعہ پولیٹیکل کانفرنس" مسلم لیگ اور اس کے مقاصد کے خلاف میدان عمل میں تھی، حالانکہ رابعہ صاحبہ محمود آباد اس کو مسلم لیگ کی طرف لانے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے اور اپنی پاکستان نے ۱۵ جولائی ۱۹۴۳ء کو اس پارٹی کے صدر سید ظہیر علی کے تحریر کردہ خط کا جواب دیتے ہوئے انہیں مسلم لیگ کی حمایت اور اس میں شمولیت کی درخواست دی اور اُن کے اندیشوں کو دور کیا، جیسا کہ کتاب "رابعہ صاحبہ محمود آباد و حیات و خدمات" کے ص ۷۹ء ہے، اس کے علاوہ انہوں نے شیعہ کانفرنس کے سیکرٹری کے کام ۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو یک ٹیلی گرام لکھا "مجھے انیسویں کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شیعہ کانفرنس کے رجسٹریوں کو ہمارے دشمنوں نے غلط فہمی کا شکار کر دیا ہے اس مازک مرحلے پر میرا ہر شیعہ کو مشورہ ہے کہ وہ بغیر کسی تکلف کے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لے، اس کے علاوہ ہر اقدام عمومی طور پر مسلمانان ہند کے لئے خطرناک اور بڑی حد تک شیعہ مفادات کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگا۔" (رابعہ صاحبہ محمود آباد و حیات و خدمات، ص ۷۹-۸۰) اسی طرح اور بھی خط لکھے اس کے باوجود ۱۹۴۵-۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر "ایک شیعہ امیدوار حسین بھائی مال جی قائد اعظم کے مقابلے میں انتخابات لڑ رہے تھے، مطالبہ پاکستان کی منظوری کا تادمتر بارود ۲۶-۱۹۴۵ء کے انتخابات کے نتائج پر تھا۔" (رابعہ صاحبہ محمود آباد و حیات و خدمات، ص ۷۸۰)

اور رابعہ صاحبہ نے بھی جنوری ۱۹۴۶ء کو بمبئی سے ایک بیان جاری کیا جس میں انہوں نے بڑے واضح الفاظ میں (شیعہ رہنما) حسین بھائی مال جی اور علی ظہیر (صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس) کی

محدث کچھوچھوئی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ ابوہرکات صاحب علیہ الرحمہ (۶۱)، حضرت علامہ احمد مت اور کہا "گزشتہ دہائی میں منعقد ہونے والی شیعہ کانفرنس کی کاروائی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے، ان کے رہنماؤں کی تقاریر سے بھی اس امر کی توثیق ہو جاتی ہے کہ نئی صورت حال میں ان دونوں رجسٹروں کے نظریات ہند و ازم سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔" شیعہ کانفرنس کی کمیٹی آف ایکشن کانگریس کے جانب سے اپنے پوشیدہ رجحان کا انکشاف کر چکی ہے اور یہ بات طے ہو گئی ہے کہ شیعہ کانفرنس شیعوں کو مسلم لیگ سے جدا کر کے کانگریس کی طرف کھینچنے کی ایک اور کوشش ہے۔ (رابعہ صاحبہ محمود آباد و حیات و خدمات، ص ۷۸۳-۷۸۴)

۱۱۔ علامہ ابوہرکات: استاد العلماء علامہ ابوہرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کی پیدائش الور میں ہوئے، آپ امام الحدیثین سید دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمہ کے مامور فرزند ارجمند اور سردار الور کی علمی اور دینی وراثت کے امین ہیں، بچپن میں ہی اپنے والد مکرم کے "دارالعلوم قوت اسلام" کے فاضل اساتذہ سے مستفیض ہوئے، پھر صدر دار فاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے مدرسہ میں داخل ہو گئے، دو ماہ حدیث کے لئے اپنے والد مکرم کے مدرسہ آگرہ میں داخل ہوئے اور سند تکمیل حاصل کی۔ ۱۳۴۷ھ میں امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی رہنمائی کے لئے حاضر ہوئے اور اجازت مطلقہ کی سند حاصل کی، امام المشائخ شاہ علی حسین اشرفی میاں کچھوچھی سے بیعت کا شرف حاصل کیا، بعد میں والد گرامی کے ہمراہ لاہور آئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، والد مکرم کے وصال کے بعد "دارالعلوم حزب الاحناف" کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے، آپ کے مشاہیر علامہ کی فہرست کافی طویل ہے، تقریباً تمام ہی دنیائے علم و ادب کے آفتاب و ماہتاب ہیں، مرقہ انور "دارالعلوم حزب الاحناف" لاہور میں مرجع خلافت ہے۔

تحریک پاکستان میں آپ کی گراں قدر خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں، جن کا اپنے اور پرانے سب ہی اعتراف کرتے ہیں، تحریک پاکستان کی حمایت و نصرت کا مرحلہ آیا تو آپ نے دوقومی نظریہ اور قرارداد پاکستان کی حمایت کی اور مطالبہ پاکستان کی تائید کے لئے سرگرمی سے حصہ لیا، کانگریس کے خلاف توجہ دینے اور نظریہ پاکستان کی تائید کے لئے اپنے دارالعلوم کے سادہ سادہ جلسوں کو وقف کر دیا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" بنانے میں سرگرمی سے حصہ لیا، اور پاکستان کی حمایت میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے تاجی

ابوالحسن علیہ الرحمہ (۶۲)، حضرت علامہ پیر خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ فتوے پر خط ثبت فرمائے، مطالبہ پاکستان علی کے سلسلہ میں اسلامی حکومت کا خاکہ مرتب کرنے کے لئے جن اکابر علماء کا مزد کیا گیا ان میں بھی ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کا نام موجود ہے۔ (ماہنامہ نیا حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱، ص ۷۶)

۶۲ علامہ ابوالحسنات۔ قائد تحریک ختم نبوت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری سادات اور سے تعلق رکھتے ہیں، آپ امام ائمہ شیعہ اور علی شاہ قادری علیہ الرحمہ کے مامور فرزند اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ کے بڑے بھائی ہیں، صرف گیا جس میں حصہ کلام پاک اور اردو انشا پر داری اور فارسی میں بہت حاصل کی، پھر تمام علوم و فنون کی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی۔ (تاریخ شخصیات، ص ۷۹)، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ اور صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ سے کسب فیض کیا، شیخ المشائخ شاہ علی حسین، شرفی میں کچھ چھوی علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے اور اچانک خلافت سے شرف ہوئے۔ حضور داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمہ کے احاطہ میں محو آرام ہیں۔

مختلف تحریکوں مثلاً تحریک آزادی کشمیر، تحریک ختم نبوت اور تحریک پاکستان میں آپ کی گراں قدر خدمات اظہار من الشمس ہیں، تحریک پاکستان میں علامہ ابوالحسنات احمد قادری علیہ الرحمہ کا کردار بھی نہایت روشن ہے، تحریک پاکستان کو دم مروغ پر پہنچانے کے لئے آپ نے مسلم لیگ کے پروگرام کو عام تک پہنچانے میں شب و روز ایک کر دیئے۔

۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو مولانا ابوالحسنات علیہ الرحمہ اس جلسہ کے سرگرم کارکنوں سے تھے، ۱۹۵۰ء میں حج مبارک کے لئے تشریف لے گئے تو علماء کے عظیم اجتماع میں تحریک پاکستان پر روشنی ڈالی، اور علماء کو اپنا مسوا ایلا، بعد میں قائد اعظم علیہ الرحمہ سے ملاقات کر کے نظریہ پاکستان کی حمایت میں قلمی محاذ سنبھالا، ۱۹۳۹ء میں "آل انڈیا سنی کانفرنس" منعقدہ بنارس میں سرگرمی سے حصہ لیا، ۱۹۳۶ء میں جب مسلم لیگ نے اپنی عیش شروع کیا تو آپ نے علماء و مشائخ کے فتوے لے کر ہر ضلع کا دورہ کیا اور مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا، پاکستان بننے کے بعد "جمعیت علمائے ہند" کے عقیدہ میں جب جمعیت علمائے پاکستان کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو صدر منتخب کر لیا گیا۔ (ماہنامہ

(۶۳)، حضرت علامہ عبدالخامد بدایونی علیہ الرحمہ۔ کیا ان میں کوئی وہابی آپ کو نظر آتا ہے؟

نیا حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء / ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱، ص ۷۷)

۶۳ خواجہ قمر الدین سیالوی: آپ کی خدمات جلیلہ وسیع داخلی محاذ کے علاوہ اور بھی کئی محاذوں پر جاری و ساری تھیں، آپ ایک شجاع و علم و عمل مدہ ہیں مبلغ و مجاہد تھے، عیسائی مشربوں کو دندان شکن جوابات، لائل و براہین سے دیتے تھے، بڑے بڑے مشنری اپنی طاقت سانی بھول جاتے تھے، آپ کی مجاہدانہ سہ پہرے ضربات سے سامریوں کے طمس پاش پاش ہو جاتے تھے، مرزائیت کا فتنہ ہو یا رفس و فہدیت کے فتنے، عامۃ المسلمین کی جمیعت خاطر کو پر اگندہ کرنے کے لئے جہاں بھی سر اٹھاتے تھے حضرت ان کی سرکوبی سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔

علاوہ ازیں تحریک آزادی پاکستان کا ایک اور بھی محاذ تھا، انگریز کی غلامی کی بھاری زنجیروں کو توڑنے کے لئے یہ تحریک پورے ہندوستان میں زور و شور سے چاری تھی، اپنے اسلاف کے نقش پاک کی پیروی میں آپ نے بھی انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند رکھا۔ اسلام دشمن اور مسلم دشمن قوتوں کے خلاف جب جہاد شروع ہوا تو لوگ شریک تھے، ان میں حضرت علامہ محمد قمر الدین سیالوی کا نام بھی آتا ہے، اس جہاد میں مالی نقصان اور جسمانی اذیتوں کے علاوہ باہم خاندانی تعلقات کی بھی قربانی دی۔ پنجاب کے نواب، زمیندار اور جاگیردار یونینسٹ پارٹی کے طرفدار تھے اور انگریز کے وفادار، ان لوگوں نے بڑی کوششیں کیں کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے مجاہد نشین اس میں غیر جانبدار رہیں، ان لوگوں نے اپنی مستوراات کو بھیجا کہ منت سماجت کریں مگر مرد درویش نے فرمایا اور دونوں فرمایا کہ "پاکستان کی جنگ اسلام کی بقا، اور عظمت کی جنگ ہے، میں اس جنگ سے کنارہ کش نہیں رہ سکتا، بلکہ اپنی ہر چیز اس راہ میں قربان کروں گا اپنا عرض بھتا ہوں پاکستان کے جھنڈے کو ہاتھ سے رکھ دوں یہ ممکن ہے، میں آپ لوگوں کو چھوڑ سکتا ہوں لیکن نبی کریم ﷺ کے دین کے جھنڈے کو ہر گز نہیں دیکھ سکتا"۔

پاکستان کے سوسائفر مانی کی تحریک چل تو اس میں بھی آپ نے جان ڈالنے کے لئے اپنا تن من و جان سب کچھ تجھاور کر دیا اور احساس سود و زیاں سے ماوراء ہو کر میدان عمل میں مردانہ وار ڈٹ گئے، ملک بھر میں موجود آستانہ عالیہ سے وایت گدیاں سب کو حکم دیا کہ وہ اس جہاد میں شریک ہوں، صوبہ سرحد کا مقرر غلام بھی ایک اہم محرکہ تھے جس میں اس مرد درویش نے مجاہدانہ کردار ادا کیا اور ساتھ ساتھ

صدرالافاضل بدرالحمید شمل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ (۶۳)۔

تونسہ شریف کے گدی نشین پیر، مکی شریف اور پیر زکوٰۃ شریف کی کاوشیں پیش پیش تھیں، آپ کی عظیم اور بے لوث خدمت سے متاثر ہو کر قائد اعظم نے آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپ کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے آپ کا شکر یہ ادا کیا، اعراض ان مختصر طور میں آپ کی خدمات کے خدوخال کو فرید کرنے کا حق ادا نہیں ہوتا (ملخصاً از ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رجب الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲، شمارہ ۱۰، ص ۸۶-۸۸)۔

۶۴ صدرالافاضل: صدرالافاضل علامہ حافظ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی چائے پیدائش مراد آباد (انڈیا) اور تاریخ پیدائش، وصفر ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۳ء ہے، اور تاریخی نام ”غلام مصطفیٰ“ ہے، حفظہ قرآن کریم اور ابتدائی کتب کی تعلیم کے بعد مولانا شاہ فاضل احمد علیہ الرحمہ سے استفادہ کیا، مولانا سید گل محمد علیہ الرحمہ سے ذوق حدیث کی تشکیل اور سند فضیلت حاصل کی، سند عالیہ قادریہ میں اپنے استاذ مکرم مولانا سید گل محمد علیہ الرحمہ سے بیعت ہوئے، پھر شیخ المشائخ شاہ علی حسین اشرفی میاں پکوچھوی علیہ الرحمہ سے خلافت و اجازت حاصل کی اور آپ ہی کی اجازت سے اہم اہلسنت اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی سند رضویہ میں خلافت و اجازت پائی، اور آپ کے معروف خلفاء میں شمار ہونے لگے، آپ کے والد گرامی سید محمد معین الدین بہت علیہ الرحمہ بھی سلسلہ رضویہ سے منسلک تھے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہی نے آپ کو ”صدرالافاضل“ کا خطاب دیا اور ذکر احباب میں فرمایا میرے نعیم الدین کو نعمت اس سے بلا میں سامنے یہ ہیں

صدرالافاضل احتیاق حق اور ابطال باطل میں نہایت نرمی ثابت ہوئے یہی وجہ ہے کہ حضرت نے آپ کو کئی مواقع پر اپنا وکیل مقرر فرمایا، آپ کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری، آپ کے حلقہ ہوا کہ وہند میں بہت سی جامعات کے بانی، کتابوں کے مصنف اور کئی رسالوں کے مدیر ہیں

تحریک پاکستان میں حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ کی خدمات اظہار من القس ہیں ۱۹۳۰ء میں حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ نے کہ ”ہند میں مسلم لیگ کے اکیسویں اجلاس میں سیاسی پلیٹ فارم سے تقسیم ہند کی تجویز پیش کی، پھر یہی تجویز ۱۹۳۱ء میں دوسری گول میز کانفرنس کے موقع پر انگلستان میں حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کی گئی صدرالافاضل علیہ الرحمہ طبقہ علماء میں غالباً پہلے عالم ہیں

جنہوں نے ۱۹۳۰ء میں ”مسوالات الاعظم“ میں اس تجویز کی پُر زور تائید کی۔ آپ ہی نے ۱۹۲۵ء میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کی بنیاد رکھی۔

۱۹۳۶ء کی معروف سنی کانفرنس مدارس کے آپ روح رواں تھے، اس موقع پر آپ نے یہ اعلان کیا تھا ”اگر آں انڈیا مسلم لیگ کے مطالبے سے دستبردار بھی ہو جائے تو آل انڈیا سنی کانفرنس اس مطالبے سے دست کش نہیں ہوگی۔“

تحریک پاکستان کا آغاز ہوتے ہی حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمہ نے نظریہ پاکستان سے روشناس کرانے کے لئے ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے پلیٹ فارم سے غیر منقسم برصغیر کے ہر شہر و قریہ میں علماء اہلسنت کی جماعت کے ساتھ دورے شروع کر دیئے۔ صوبہ چٹ مدراس و کجرات، کاشیا دار، جونا گڑھ، راجپوتانہ، دہلی، یوپی، پنجاب، بہار، غیر منقسم بنگال میں کلکتہ، بنگلہ، چوہیں پرگنہ اور ڈھاکہ، برما لئی، چائنام، سلٹ، ہزارہ وغیرہ میں بغیر سکون وقفہ کے دورے شروع فرمائے، غرضیکہ نظریہ پاکستان کی پر زور حمایت اور ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کی تنظیم و احیاء کے سلسلہ میں آپ نے دن رات ایک کر دیا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ سید محمد مجتہد پکوچھوی علیہ الرحمہ، مفتی محمد عمر نعیمی علیہ الرحمہ اور مفتی علامہ معین الدین نعیمی علیہ الرحمہ دہلی سے بذریعہ طیارہ پاکستان تشریف لائے، یہاں اسلامی دستور کے نفاذ کے لئے قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمہ اور نواب زادہ بیات علی خاں اور دوسرے مقتدر افراد سے گفتگو فرمائی، انہی دنوں آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی جس کی وجہ سے آپ کو فوراً مراد آباد واپس جانا پڑا، اور ان صاحبان سے وعدہ فرمایا کہ دستور اسلامی مرتب کر کے بھیج دوں گا، ہندوستان پہنچنے کے بعد کچھ طبیعت سنبھلی تو آپ نے پاکستان کے دستور اسلامی کی تدوین و ترتیب شروع کی، دستور کی تیاری کے لئے مختلف اسلامی مراکز کے دستاویز و قوانین کے مسودے جمع کئے، اسلامی دستور کے خاکہ کے لئے چند ہی (تیارہ) دفعات لکھی تھیں کہ آپ کی صحت دوبارہ خراب ہو گئی، اور رات ساڑھے بارہ بجے ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۴۸ء کو آپ اس جہان فانی سے عالم جاہ کی طرف بحر یف لئے گئے، ملخصاً (از ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رجب الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲، شمارہ ۱۰) و از تاریخ اسلام کی عظیم شخصیت صدر

حجۃ الاسلام علامہ مولانا حامد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ (۶۵)، مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ

رضا خان علیہ الرحمہ (۶۶) ،

مولانا قاضی مرحوم مولانا نور محمد فیم القادری مولانا محمد رضوان القادری (فیم)

۶۵۔ حجۃ الاسلام: حجۃ الاسلام علامہ محمد حامد رضا خان قادری رکاتی نوری علیہ الرحمہ خلیفہ اکبر و خلیفہ اعلیٰ حضرت مدینہ الرحمہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے، آپ کا اسم گرامی ”محمد“ عرف ”حامد رضا“ اور القاب ”حجۃ الاسلام“ اور ”امام الاولیاء“ ہیں۔ درسیات کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی اور فارغ التحصیل ہوئے، علوم مرہونہ اور حدیث و تفسیر میں سند فضیلت حاصل کی۔ ایک ہندو پایہ خلیفہ، شعلہ بیان مقرر اور معروف مدرس علوم دینیہ کی حیثیت سے شہرت پائی، تفسیر وحدیث کی تدریس میں خصوصیت سے مشہور تھے۔ ستر سال کی عمر میں نماز پڑھتے ہوئے واصل باللہ ہوئے۔

تحریک پاکستان کو تقویت پہنچانے میں آپ کا کردار کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، ۴ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ، ۲۵ رجب ۱۳۷۵ھ میں مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور سیاسی ترقی کے لئے مقتدر علماء نے ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کی بنیاد رکھی، کانفرنس کے بانی اراکین میں حجۃ الاسلام کاظم گرامی سرفہرست ہے، کانفرنس کے پہلے بائیس اجلاس منعقد ہوئے ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ، ۱۹ تا ۱۶ رجب ۱۳۷۵ھ، مراد آباد میں بحیثیت صدر مجلس استقبالیہ جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ مسلمانوں کے سیاسی، سماجی، مذہبی، معاشی، معاشرتی، ہمرانی غرض ہر وجوہ ترقی کے واضح اور عمل لائق عمل پہنچا ہے، وقت گزرنے کے باوجود آج بھی وہ خطبہ واضح نشان راہ ہے، اسی خطبہ میں آپ نے ہندو مسلم اتحاد کی بجائے مسلمانوں کے آپس میں اتحاد کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے فرمایا: ”بے شک دو گھوڑوں کو ایک گاڑی میں جوڑ کر زیادہ وزن کھینچا جاسکتا ہے لیکن بکری اور بھیلریچ کو ایک جگہ کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا“۔ (ماہنامہ غیاء، حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رجب الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۷، شمارہ ۱۰، ص ۶۰)

۶۶۔ مفتی اعظم ہند مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ الرحمہ خلیفہ اعلیٰ حضرت مدینہ الرحمہ ہیں، آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے والد ماجد امام احمد رضا حیدر شاہ بریلوی علیہ الرحمہ، رہبر شریف میں تھے، وہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خواب میں دیکھا کہ لڑکا پیدا ہوا اور خواب میں ہی ”آل الرحمن“ نام رکھا حضرت محمد و شاد ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ نے ابو البرکات عجمی

علامہ ابن جیلانی نام تجویز فرمایا ”محمد“ کے نام پر حقیقہ ہوا اور عرف مصطفیٰ رضا قرار پایا، آپ نے مولانا شاہ رحمہ الہی سنگھ نوری مدینہ الرحمہ سے خصوصی تعلیم حاصل کی، ملک احمد و علامہ محمد ظفر احمد بن بہاری مدینہ الرحمہ کے دارالافتاء میں ان کے رفیق کار رہے

آپ نے ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے ہر اجلاس میں باقاعدگی سے شرکت فرمائی، ۱۹۶۶ء میں آل انڈیا سنی کانفرنس بتارس میں مشائخ و علماء کی جو کئی دستور مرتب کرنے کے لئے منتخب کی گئی آپ کو اس میں سرفہرست رکھا گیا، نیز مرکزی ”دارالافتاء“ کے سرپرست بھی تجویز کئے گئے۔

تحریک پاکستان کی حمایت میں ”آل انڈیا سنی کانفرنس“ کے مشاہیر علماء و مشائخ کا متفقہ فیصلہ اخبار ”دب پبلکنڈری“ راپورٹ کیا ہوا، جس میں مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان مدینہ الرحمہ کا نام سرفہرست ہے اس تاریخی فیصلہ کا متن ملاحظہ کیجئے ”آل انڈیا سنی کانفرنس مسلم لیگ کے اس طریقہ عمل کی تائید کر سکتی ہے جو شریعت مطہرہ کے خلاف نہ ہو، جیسے کہ الیکشن کے معاملہ میں کانگریس کو کام کرنے کی کوشش اس میں مسلم لیگ جس سنی مسلمان کو بھی اٹھائے سنی کانفرنس کے اراکین و ممبران اس کی تائید کر سکتے ہیں ووٹ دے سکتے ہیں دوسروں کو اس کے ووٹ دینے کی ترغیب دے سکتے ہیں مسئلہ پاکستان یعنی ہندوستان کے کسی حصہ میں آئین شریعت کے مطابق فقہی اصول پر حکومت قائم کرنا سنی کانفرنس کے نزدیک محمود و مستحسن ہے۔“

مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے وائسرائے ہند کے نام ایک ٹیلی گرام میں بھی اس بات پر زور دیا کہ صرف مسلم لیگ ہی ہندوستان کی مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے، مسلم لیگ کے موقف کی حمایت میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی تاریخی خبر اور دیگر علماء نے بریلی کا بیان الفت روزہ ”الغلیہ“ امرتسر میں بھی منظر عام پر آیا۔

۱۹۶۶ء کے فیصلہ گن الیکشن میں مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان مدینہ الرحمہ نے بریلی میں مسلم لیگ کے امیدوار سے حق میں سب سے پہلا ووٹ ڈالا، لیکن رضا کار انہیں جیوس کی شکل میں مفتی اعظم پاکستان کے خسرے لگاتے ہوئے واپس آستانہ رضویہ تک لائے، اس تاریخی واقعہ کو مولانا قدس علی خان بریلوی علیہ الرحمہ نے مولانا محمد عبدالکیم شرف قادری مدظلہ کے نام ایک خط میں یوں فرمایا ہے: ”حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز غالباً ۱۹۶۶ء کے الیکشن میں جس میں کانگریس اور مسلم لیگ کا

صدر الشریعہ بدرالطریقہ مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ (۶۷)، یہ سارے صفِ اَوَّل کے تحت مقبلہ تھا اور یہ فیصلہ ہوا تھا کہ پاکستان بنے یا نہیں؟ اس میں اول دوٹ حضرت کا ہوا امیدوار عزیز احمد خان ایڈووکیٹ تھے، عزیز احمد خان مسلم لیگ کی طرف سے تھے اور دوٹ ڈالنے کے بعد حضرت کو جہوں کی شکل میں مسلم لیگ کے رخص کار ”مفتی اعظم پاکستان“ کے نعروں کے ساتھ آستانہ شریف پر واپس لائے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رجب الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۴۷، شمارہ ۶۷-۶۸)

۶۷ صدر الشریعہ حکیم ابو العلاء صدر الشریعہ مدظلہ العالی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ عظیم نژاد پولی کے ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں، ابتدائی کتب اپنے جد امجد اور بھائی مولانا محمد صدیق علیہ الرحمہ سے پڑھیں، بعد ازاں مدرسہ حنفیہ چونپور میں مولانا ہدایت اللہ خان علیہ الرحمہ سے کسب فیض کیا، پھر امام احمد شین عداد دہلی احمدیہ سورتی علیہ الرحمہ سے پڑھنے کے بعد دہلی و رگڑہ رضوی سے منسلک ہو گئے اور خلافتِ سیدہ رضویہ قادریہ واجازتِ حدیث سے نوازے گئے۔ دارالعلوم ”مفتی اسلام“ بریلی میں برسوں حدیث اور دوسرے فنون کی تعلیم دی، دو سال اجیر مقدس میں صدر المذہبین کے عہدہ پر فائز رہے۔

صدر الشریعہ عدم محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ دو قومی نظریہ کے عظیم مبلغ اور راہبما تھے، مارچ ۲۲۹ھ ۹۲ء کو بریلی میں جمعیتہ انصار ہند کا اجلاس منعقد ہوا، جس میں ابو الکلام آزاد، کے علاوہ دوسرے میڈر بھی شریک ہوئے، جمعیت کے لیڈر اس جوش و خروش سے آئے تھے کہ گویا ”ہندو مسلم اتحاد“ کے مخالف علماء اہلسنت کو ناجواب کر دیں گے، مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے جماعتِ رضائے مصطفیٰ بریلی کے شعبہ علمیہ کے صدر کی حیثیت سے اراکین جمعیت کے ہندوؤں سے اتحاد کے بارے میں ستر سو امانت (اتمامِ حجت نامہ) مرتب کر کے قائدین جمعیت کو بھجوا دی، بار بار اصرار اور مطالبہ کے باوجود انہوں نے کوئی جواب نہ دیا

اعلیٰ حضرت مجتہد بریلوی علیہ الرحمہ کے پچیسویں عرس مبارک منعقدہ ۲۳، ۲۴، ۲۵ مفر المظفر ۲۲۵ھ ۳۰، ۲۸ جنوری ۹۳۶ء کو بریلی شریف میں تحریک پاکستان کی راہ ہموار کرتے ہوئے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے فرمایا ”ہماری تمام سنی کانفرنسیں جو ملک کے گوشہ گوشہ میں بربر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلہ میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں، چنانچہ پچھلے انکیشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں

علماء تھے۔ انہوں نے پاکستان بنایا علامہ عبدالسلام جیل پوری علیہ الرحمہ، مفتی برہان الحق جیل پوری علیہ الرحمہ (۶۸) کتنے نام گئے جائیں مفتی ظفر علی نعمانی علیہ الرحمہ، پیر صاحب کامیاب یوٹیس اور کانگریس کو شکست ہوئے، سنی کانفرنس کی کوششیں بہت مفید ثابت ہوئیں، اس وقت ہم پھر بھی اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو کانگریس کی حامی جماعتوں جمعیت علماء دیوبند، پارٹی مولوی حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ احرار و خاکسار پینٹس وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہے یہ جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کی غریب کاری میں نہ آئیں۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں بنارس کے مقام پر منعقد عظیم الشان ”سنی کانفرنس“ کو قیوم پاکستان کی بنیاد کی حیثیت حاصل ہے، اس میں اسلامی حکومت کے لئے بحال مرتب کرنے کے لئے جلیل القدر علماء کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس کے ممتاز اراکین میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ شامل تھے۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رجب الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۴۷، شمارہ ۶۱-۶۲)

۶۸ مفتی برہان الحق جیل پوری، مفتی اسلام مفتی برہان الحق جیل پوری علیہ الرحمہ کی ولادت جیل پور (دھوبی پور، بھارت) میں ہوئی، ابتدائی تعلیم غم محترم قاری بشیر الدین علیہ الرحمہ اور والد ماجد مولانا عبدالسلام جیل پوری علیہ الرحمہ سے حاصل کی۔ پھر بریلی شریف حاضر ہوئے اور دارالافتاء میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے ارشادات قلم بند کرتے رہے، کم و بیش تین سال بریلی شریف میں کسب فیض کیا، امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے نہ صرف آپ کے بلکہ آپ کے جد امجد مولانا عبدالکریم علیہ الرحمہ اور والد ماجد مولانا عبدالسلام علیہ الرحمہ کے بھی گہرے مراسم اور تعلقات تھے، والد ماجد کو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی۔

مفتی محمد برہان الحق جیل پوری علیہ الرحمہ نے بھی اعلیٰ حضرت کے دیگر خلفاء کے ساتھ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا ”آں انڈیا سنی کانفرنس“ میں بڑھ چڑھ کر کاوشیں کیں، جیل پور میں اس کی شاخ قائم کی اور بنارس کانفرنس میں شرکت فرمائی، آپ تحریک پاکستان کو کامیاب کرنے کے لئے مسلم لیگ جیل پور کے صدر مقرر ہوئے، یکم ۳۲ جنوری ۱۹۴۰ء جیل پور (سی پی) کے ناخانی اجلاس میں صدر مسلم لیگ نے جو خطبہ صدارت پیش فرمایا اس کا ایک ایک لفظ علمائے اہلسنت کی سیاسی بصیرت،

بھر چوٹ دی علیہ الرحمہ، (۶۹) مفتی اعظم سرحد مفتی شائستہ گل علیہ الرحمہ (۷۰)،

مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے ساتھ والہانہ لگاؤ اور اس دور میں عوام اہلسنت کی جذباتی کیفیات کا آئینہ دار ہے، اسی خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا ”اس کانفرنس کے انعقاد سے ہمارا یہ مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی آواز ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچا کر دنیا کو اپنی مظلومانہ حالت بتائیں اور اپنے امتلااح صوبہ سی۔ پی کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پرچم کے نیچے منظم اور متحد ہونے کی دعوت دیں۔“

۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظور کی بعد آپ نے ملک کے طول و عرض میں دورے کئے، سرحد، پنجاب، سندھ میں تحریک پاکستان کی حمایت میں زوردار تقریریں کیں پاکستان کی آزادی کے لئے آپ کی کوششوں کو قائد اعظم محمد علی جناح نے سراہا اور شکر یہ کا خط بھی لکھا جس ضمن میں آپ کو فرماتے ہیں: ”فقیر نے تعمیر پاکستان میں جو نمایاں حصہ لیا اور مسٹر جناح کے مشن کو تقویت دینے کے لئے صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد اور صوبہ سندھ کا پورا دورہ کیا اور اس سلسلے میں فقیر کی جو تقریریں ہیں وہ ایک علیحدہ موضوع ہے، جو بے حد تعالیٰ قلم بند ہے مگر فقیر اپنی شہرت کا کبھی طالب ہوا نہ اس کی ضرورت سمجھی۔ مسٹر جناح کے ایک شکر یہ کا خط بھی مملوٹا ہے، اللہ تعالیٰ میرے کوششوں کو قبول فرمائے اور پاکستان کو ہر قسم کے شرف و اور پریشانی سے محفوظ رکھے، آمین۔ (ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۲۷، شمارہ ۱۰، ص ۶۶-۶۷)

۶۹ حضرت میر عبد الرحمن اور میر عبد الرحیم شہید دونوں نے تحریک پاکستان کی کامیابی اور قیام پاکستان کے لئے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

۷۰ مفتی اعظم سرحد: مولانا شائستہ گل بن مولانا محمد علی (۱۸۴۷ء-۱۹۲۵ء) بن ملک اصنام مولانا عمر درار کی ولادت ۸۹ء میں موضع لنڈی شاو مت ضلع مردان ضلع مردان (سرحد) کے یوسف ”یوسف رکی منڈرافقان قبیلہ“ میں ہوئی، والد گرامی کے علاوہ مختلف مامور علماء سے علمی استفادہ کیا، سند حدیث مولانا عبدالمعلی دہلوی سے حاصل کی، نیز جون پور (بھارت) کے دارالعلوم حنفیہ سے بھی دورہ حدیث کی تکمیل کر کے سند فراغت حاصل کی، قرأت مولانا موسوی قاری عبدالسلام بن عبدالرحمن پانی پتی سے پڑھی، تیس سال کی عمر تمام علوم مریچہ معقول و معقول میں کمال حاصل کر لیا، فرما عجب علم کے بعد درس و تدریس اور افاقہ کو مقصد حیات بنالیا، اپنے گائوں ”دارالعلوم حنفیہ نقیہ“ کے کما م سے مدرس

قائم کیا جس میں درس نظامی کا مکمل اہتمام تھا

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ زلہد یہ میں حضرت میر عبدالوہاب آف، ماگی شریف (۱۷۹۷ء-۱۹۰۴ء) کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی، مذہبی مصروفیات و خدمات کے ساتھ ساتھ سیاست میں بھی بھرپور دلچسپی لی اور تحریک خدائے متکاار میں شامل ہو کر خان عبدالغفار خان کے دودہوش آزادی کی جدوجہد میں حصہ لیا، مگر جب خان موصوف نے اپنی تنظیم کو انڈین نیشنل کانگریس میں مدغم کر دیا تو آپ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔

۱۹۴۵ء میں میر صاحب، ماگی شریف عمر امین اسانات نے آپ کے مشورے سے ماگی شریف میں علامہ مشائخ کی کانفرنس طلب کی جس میں سنگتوں کے علمائے کرام اور مشائخ عظام نے شرکت کی، اس عظیم الشان اجتماع میں ”جمعیت انصاف“ کی تشکیل عمل میں آئی تھی جس کا نام مولانا شائستہ گل اور صدر میر ماگی شریف کو منتخب کیا گیا، اس اجتماع کی صدارت میر معصوم چورامی نے کی تھی، اس اجتماع میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان کیا گیا، پھر مسلسل دورے کر کے مولانا شائستہ گل نے صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کی جڑیں مضبوط کیں حتی کہ پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب صوبہ سرحد میں مسلم لیگی وزارت خاں عبدالقیوم خاں نے سنبھالی تو مولانا شائستہ گل نے اپنی تقاریب میں نفاذ شریعت کا مطالبہ شروع کر دیا، مسلم لیگ کے جلسے کو ہاٹ میں شریک ہو کر مسلم لیگ کو شریعت کے نفاذ کا وعدہ دو دور کبڑے روڑے پر کیا، حکومت کو آپ کی یہ بات ناگوار گزری اور وہاں ہی پر دہ کو ہاٹ کی چوٹی پر آپ کو کچڑ کر تین دن تک حوالت میں بند کر دیا گیا، بعد ازاں گیارہ ماہ کے لئے خارج از پاکستان کر دیا، آپ وہاں سے سیدھے سوات میں تھانہ کے مقام پر گئے اور وعظ و نصیحت میں مصروف ہو گئے، اب آپ کو مسلم لیگ سے کٹی طور پر مایوسی ہو گئی، اور سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے عائد حد کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

آپ کی وفات حسرت آیت ۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۸۱ء بروز منگل مردان میں ہوئی اور وہیں پرو خاک ہوئے ملخص (تحریک پاکستان اور علمائے کرام، مؤلفہ محمد صدق قصوری، ص ۳۹۷-۳۹۹)

علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری، حضرت پیر آف، مکی شریف (۱۷۰۰ء)، شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ایچ پیر آف، مکی شریف: پیر محمد امین الشحات بن پیر عبدالرؤف (ف ۱۹۳۳ء) بن پیر عبداللہ (ف ۱۹۲۸ء) بن پیر عبدالوہاب قادری (ف ۱۹۰۳ء) کی ولادت یکم فروری ۱۹۲۲ء/ ۳ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ بروز بدھ خاٹھا قادریہ مکی شریف ضلع پشاور میں ہوئی، پندرہ سال والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور گیارہ سال بعد شفقت پوری سے بھی محروم ہو گئے، حضرت قرآن پاک کے بعد مختلف علماء کرام سے جمہور علوم متداولہ کی تحصیل کی، دوران تعلیم ہی والدہ ماجدہ کی رحلت پر سجادگی کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا پڑا۔

پیر صاحب، مکی شریف، پنجابی فعال، بلند اخلاق، مدبر اور دانشمند انسان تھے، انہوں نے روحانیت اور سیاست کے میدان میں ائمہ نقوش چھوڑے ہیں۔ ہندو کلیت والے صوبہ سرحد میں اسلام کو ہندو اکثریت والے صوبوں سے زیادہ خطرہ اور پیش قدمی کا اثر بہت سوچ بچار کے بعد پیر صاحب نے ۳ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو، مکی شریف میں، ماسٹریج کی کانفرنس طلب کی جس میں سینکڑوں جید علمائے کرام اور ماسٹریج عظام نے شرکت کی، اس عظیم الشان اجتماع میں ”جمعیت الاصفیاء“ کی تشکیل عمل میں لائی گئی، پیر صاحب کو مجبور کر کے اس کا صدر بنایا گیا، آپ نے اعلان کیا کہ ”محتاجات میں مسلم لیگ کے امیدواروں کی حمایت کی جائے گی، ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایک پیچہ اسلامی مملکت پاکستان کے قیام کی بھرپور جدوجہد کرے اور اس کے بنانے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے۔“

۹ نومبر ۱۹۴۵ء کو قائد اعظم جب پشاور پہنچے تو ایک شاندار اور تاریخی جلوس نکالایا، اس میں ایک بینک قائد اعظم صدارت میں ہوئی جس میں پیر صاحب، مکی شریف اور دوسرے اہم مسلم لیگی لیڈر شریک ہوئے، اس موقع پر پیر صاحب نے مسلم لیگ میں شمولیت کا اعلان کیا۔

اپریل ۱۹۴۶ء میں حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ حیدر علی پوری (ف ۱۹۵۱ء) کی زیر صدارت ”آل انڈیا مسلم کانفرنس“ بنارس کا انعقاد ہوا تو پیر صاحب، مکی شریف نے سرحد کے علماء و ماسٹریج کی شریعتی اتحاد کے ساتھ اس میں شرکت کی اور اڑھائی گھنٹے تک خطاب فرمایا، دوران تقریر آپ نے فرمایا کہ ”میں نے قائد اعظم سے وعدہ لیا ہے کہ اگر انہوں نے مسلمانوں کو بھوکا دیا یا اسلام کے خلاف کوئی نظام جاری کرنے کی کوشش کی تو آج ہم جس طرح آپ کو دعوت دے رہے ہیں اور آپ

ہزاروی (۷۴)۔

کی قیوت کو مان رہے ہیں کل اس طرح اس کے برعکس ہوگا۔“

۲۱ فروری کو دن کے دو بجے چوک یادگار پشاور میں پیر صاحب، مکی شریف کی زیر سرپرستی مسلم لیگ کے زیر اہتمام ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا جس سے خان فدا محمد خان، خان بخت جلال خان اور ارباب عبدالغفور خان نے خطاب کیا، پیر صاحب کے ہزاروں مرید اس جلسے میں شریک تھے۔

تحریک سوں مافرمائی میں پیر صاحب، مکی شریف نے پورے صوبے کا طوفانی دورہ کیا تقریریں اور رائے عامہ کو پیدار کیا، ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء کو گرفتار کر لئے گئے اور ۳ جون ۱۹۴۷ء کو رہا ہوئے۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو قائد اعظم نے کراچی سے فون پر آپ کو قیام پاکستان کی مبارکباد دی اور کہا ”پاکستان“ قائم ہو گیا اور یہ سب آپ کی برکت ہے، جوا پیر صاحب نے بھی مبارکباد دی۔ قیام پاکستان کے بعد پیر صاحب، مکی شریف کو وزارت کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے کمال بے نیازی سے فرمایا کہ ”درویشوں کو وزارت سے کوئی سروکار نہیں۔“

۵ جنوری ۱۹۶۰ء، ۱۳۷۹ھ کو، مکی شریف سے ایک چوتھے آپ کی کار فتح جنگ کے قریب حادثے کا شکار ہو گئی، ڈرائیور نے تو موقع پر دھتور دیا مگر آپ بری طرح لٹھی ہو جانے کی وجہ سے طنری ہسپتال راولپنڈی میں داخل کئے گئے لیکن زخموں کی تاب نہ کر ۲۸ جنوری ۱۹۶۰ء کو یہ روحانی پیشوا اور مجاہد آزادی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ملخص (تحریک پاکستان اور ماسٹریج عظام، مؤلفہ محمد صدق قصوری، جس ۱۳۳-۱۵۶)۔

۲ شیخ القرآن۔ مولانا علامہ محمد عبدالغفور بن مولانا عبدالحمید بن مولانا محمد عام کی ولادت باسعادت ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ یکم اپریل ۱۹۱۰ء بروز جمعہ اسہارک ہری پور ضلع ہزارہ کے قریبی گاؤں چبہ پنڈ میں ہوئی، آپ کا خاندان کئی پشتوں سے علم و ادب کا گہوارہ تھا، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کرنے کے بعد مختلف اساتذہ کرام سے استفادہ کیا، پھر دہلی کے مختلف مدارس میں پڑھنے کے بعد بریلی شریف تشریف لے جا کر اعلیٰ حضرت فاضل مولانا شاہ احمد رضا خان مدینہ ارحمہ کے ہذ سے عاتب ازادہ حید الاسلام سے مولانا شاہ حامد رضا خان علیہ الرحمہ سے زائفے مکلف ملے کیا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد بریلی شریف ہی میں مسید دوس و تدریس پر فائز ہو گئے، قابیلیت و لیاقت کا یہ عام تھا کہ

مشکل ترین مسائل کو بھی نہایت آسانی سے حل کر دیا کرتے تھے، اسی بنا پر حضرت جید الاسلام علیہ الرحمہ نے آپ کو ”ابوالحقائق“ کا خطاب بخشا۔

حضرت شیخ القرآن نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء کو لاہور کی تاریخی جلسہ گاہ موچی دروازہ ”مجلس اہل ملت“ کی بنیاد رکھی گئی تو آپ کو مرکزی نائب منتخب کیا گیا، مجلس اہل ملت کے ہیڈ فارم سے آپ نے گرانقدر خدمات انجام دیں، ۱۹۳۸ء میں مسلم لیگ سے وابستہ ہو گئے اور قیام پاکستان تک ہر طرح سے اس کی معاونت کرتے رہے، مسلم لیگ میں شمولیت کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ ۸، ۹، ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو آل انڈیا لیگ کا سالانہ کلکتہ میں انعقاد ہوا، ۱۹، ۲۰، ۲۱ اپریل کے اجلاس میں قائد اعظم کی موجودگی میں آپ نے ”مجلس اہل ملت“ کے توڑنے اور مسلم لیگ میں مدغم کرنے کا اعلان کیا، آپ نے اپنی بڑی مقررہ میں کہا: ”آج سے ہم اپنی ”مجلس اہل ملت“ کو مسلم لیگ میں مدغم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، اب ہم مسلم لیگ کے پرچم تلے ملک و قوم کی خدمت سرانجام دیں گے، اس جدوجہد کے ”جیش نعل پوش“ اب مسلم لیگ کے سپاہی ہوں گے۔“

مارچ ۱۹۴۰ء میں جب منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس وقت برصغیر کے ممتاز مسلم لیگی بیڈز شریف فرما تھے، اہلسنت کی نمائندگی مولانا عبد حامد دہلوی اور حضرت شیخ القرآن وغیرہ کر رہے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں آپ نے وزیر آباد ”پاکستان کانفرنس“ منعقد کرائی، یہ صوبہ پنجاب میں پہلی کانفرنس تھی جس میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کی گئی۔

فروری ۱۹۴۶ء کے صوبائی انتخابات میں حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی امیدواروں کی حمایت میں طوفانی دورے کئے، ان کے اپنے حلقہ پنجاب اسی گوجرانوالہ شمالی میں مسلم لیگ کے امیدوار چوہدری صدیق الدین چٹھہ آف احمد نگر تھے، حضرت شیخ القرآن نے مسلم لیگی امیدوار کی ڈٹ کر حمایت کی اور اسے کامیاب و کامران کر دیا۔

جنوری ۱۹۴۷ء میں سرخضر حیات ٹوانہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف سول باغی کی تحریک چلی اور گورنر پنجاب مسٹر ڈگلس نے مسلم لیگیوں سے خائف ہو کر باغی قرار دیا، اور بھڑا بھڑا فرقہ ریاں شروع ہو گئیں، جمیع گوجرانوالہ میں تحریک پاکستان کے سلسلے میں گرفتاری کی سعادت سب سے پہلے حضرت

پیر صاحب زکوڑی شریف (۷۳) * * * * *

شیخ القرآن ہی کے حصہ میں آئی، اس کے بعد دوسرے کارکن گرفتار ہوئے، حضرت شیخ القرآن نے اپنے زمانہ اسیری کو ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں بڑی محنت و پامردی اور خندہ دلچسپی سے گزارا۔

پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد آپ نے سیاست کو خیر باد کہہ دیا اور اپنی تمام تر توجہ اسلام کی خدمت پر مرکوز کر دی، ۱۹۵۳ء کی ”تحریک ختم نبوت“ میں کفن بردوش ہو کر دیگر مجاہد علماء کے ساتھ میدان میں آ گئے اور اپنے جادو بیانی سے ملک میں حراعت کا ماحقہ بند کر دیا۔

آپ شروع ہی سے صبح کی سیر کے عادی تھے، چنانچہ ۷ شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۷۰ء بروز جمعہ المبارک حسب معمول وزیر آباد کے نواحی مال پلکھو سے جی ٹی روڈ پر گزر رہے تھے کہ اچانک ایک ٹرک کی زد میں آ گئے، جس سے آپ بڑی طرح زخمی ہو گئے، فوراً ہسپتال پہنچا دیا گیا، آپ کے جبکہ عمل ملاحظہ ہو کہ آجری لکھتے ہیں آنکھیں کھول کر فرمایا: ”میں نے مجرم کو معاف کیا۔“ اور پھر گلہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے مالک حقیقی سے چاہے۔ مطلقاً (تحریک پاکستان اور علمائے کرام، مؤلفہ محمد صادق قصوری، ص ۳۷۲-۳۷۳)

۳۔ پیر آف زکوڑی شریف: تحریک پاکستان کے نامور مجاہد قائد اعظم کے معتقد رفیق اور دستار روحانی پیشوا پیر عبد العزیز کی دور رس ۱۳ ذوالحجہ ۱۳۲۲ھ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء بروز پیر خٹاہ عالیہ زکوڑی شریف، ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد) میں ہوئی۔ وائدہ جد کا اسم گرامی حضرت مولانا فقیر عبد القادر (ف ۱۹۱۹ء) بن مولانا پیر محمد حسن (ف ۱۸۹۷ء) بن امام الشیخ حضرت فقیر محمد رضا نوحانی زکوڑی (ف ۱۸۵۷ء) تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے زکوڑی شریف، بنوں اور سیٹل شریف میں مختلف اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ کیا، ۱۹۳۲ء میں اپنے بڑے بھائی مولانا پیر بھائی مولانا پیر عبد القادر خاں کی رحلت کے بعد سجادہ نشین بنے۔

۱۹۳۹ء میں ڈیرہ اسماعیل خان میں مسلم لیگ کی بنیاد رکھی گئی، پیر صاحب بھی اپنے دوستوں سمیت مسلم لیگ میں عملی طور پر شریک ہو گئے، ۱۹۴۰ء میں جلسہ سقرا واد پاکستان کے موقع پر ۲۳ مارچ کو نوجوان پیر صاحب نے ڈیرہ اسماعیل خاں کی نمائندگی کی اور پھر تحریک پاکستان کو ہر دل کی دھڑکن بنانے کے لئے صوبہ سرحد کے کونے کونے میں دورے کر کے مسلم لیگ کی ستائشیں قائم کیں اور جلسے کئے،

دوسرے صوبوں سے بھی مقرریں کو بنایا جن میں نواب بہار جنگ (ف ۱۹۳۳ء) مولانا کرم علی طبع آبادی (ف ۱۹۷۲ء) اور مولانا عبدالجبار ابوبنی (ف ۱۹۷۹ء) بھی شامل تھے۔

۳۵-۱۹۳۶ء میں صوبہ سرحد میں مسلم لیگ کو فعال بنانے کے لئے تین بورڈ قائم کئے گئے، ایک بورڈ کا نام سلیکشن بورڈ تھا جس کا کام آئندہ انتخابات کے لئے موزوں امیدواروں کا انتخاب تھا، پیر زکوزی شریف کو اس بورڈ کا ممبر منتخب کیا گیا، اس بورڈ نے تمام سرحد کا دور کیا تمام صوبہ کا دور کرنے کے بعد بورڈ نے اپنے اجلاس میں عام انتخابات کے لئے بالائینک ٹکٹ تقسیم کئے، پیر صاحب کو حلقہ کی مغربی سے نامزد کیا گیا۔ جب انتخابات کا نتیجہ نکلا تو پچاس کے ایمان میں سے مسلم لیگ کے حصہ میں سترہ نشستیں آئیں جس میں سے دو تین نشستیں صرف پیر صاحب کی جگہ سے جیتی گئیں، پیر صاحب اپنی بیٹ سے ۵۵۷ ووٹ لے کر جیت گئے جب کہ ان بد مقابل آزاد امیدوار خان عبدالستار کو ۶۷۷ ووٹ ملے۔

اس کے بعد سرحد میں ڈاکٹر خٹاب صاحب کی کانگریسی وزارت نے مسلمانان سرحد کا قافیہ تلک کر دیا، ان پر بے پناہ مظالم توڑے گئے، آخر صوبہ سرحد کے عوام باطل کا مقابلہ کرنے کے لئے ڈٹ گئے، حکومت نے مسلم لیگ کے جلسے جلوسوں پر پابندی عائد کر دی، مسلم لیگ کے اہم لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا، اور گرفتار شدگان کی اکثریت ڈیرہ اسماعیل خان میں پابندِ کیدی گئی جن میں پیر، انکی شریف شامل تھے۔

جیل میں تمام سیاسی قیدی پانچوں وقت نماز پابجا حمت ادا کرتے جن کی امت کے فرائض پیر صاحب رکوزی شریف ادا فرماتے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو دائرہ سرائے چارس کا اعلان ہوا جس کے تحت تقسیم ملک کا فیصلہ کیا گیا، صوبہ سرحد میں استصواب رائے کا مرحلہ تو ملک بھر کے سیاسی قیدیوں کو رہا کر دینے کا اعلان ہوا، اس طرح پیر صاحب اور ان کے ہزاروں ساتھی جیل سے باہر آئے۔

۱۰ جون ۱۹۴۷ء کو صوبہ سرحد کے نمائندگان کا خصوصی اجلاس حضرت قائد اعظم کی صدارت میں ہوا جس میں صوبہ سرحد کی سیاسی حالت اور دیگر مسائل زیر بحث آئے اور آخر میں بالائینک صوبہ سرحد کے لئے ریفرنڈم کا سربراہ پیر صاحب رکوزی شریف کو مقرر کیا گیا۔ ریفرنڈم کے لئے کانگریس کے صندوقچہ کا رنگ سرخ اور مسلم لیگ کے صندوقچہ کا رنگ بنز تھا، ان سرخ اور بنز رنگ کے تقاطع سے قائد واثق کر پیر صاحب جلسوں میں اپنی خطابت کے یوں جو ہر دکھاتے ”لوگو! دیکھو، جہنم کا رنگ سرخ ہے آگ کے

حضرت مولانا عبدالستار نیازی (۷۲) رحمہ اللہ (جمعہ)

شعلے سرخ ہیں، مانگریں کا منہ سرخ ہے، بند لگا چہرہ سرخ ہے، تپائی مچانے والی آندھی کا رنگ سرخ ہے، اور کفر کے صندوق کا بھی رنگ سرخ ہے جو اس سرخ صندوق میں دوٹ ڈالے گا وہ جہنم کی دکانی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔ اس کے مقابلے میں چکن زار بنز ہے، روضہ مبارک کا رنگ بنز ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جبار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے علم کا رنگ بنز ہے، مسم لیگ کے پچم کا رنگ بنز ہے جو اس بنز رنگ کے صندوق میں دوٹ ڈالے گا وہ بہشت کے بنز رنگ کے پرندوں کے ساتھ بہشت میں خوشی سے پرواز کرے گا۔“ آخر پیر صاحب اور ان کے مخلص ساتھیوں کی سعی و کوشش رنگ رانی، ریفرنڈم کے دن پونٹک اسٹیشنوں پر پاکستان کے حق میں دوٹ ڈالنے والوں کی بی بی قطاریں گئی ہوئی تھیں، لیکن کانگریس کے چندالوں میں ہو کا عالم طاری تھا، جب پونٹک کا نتیجہ نکلا تو پاکستان کے حق میں ۲۸ لاکھ ۹ ہزار اور ہندوستان کے حق میں صرف ۸ لاکھ ۷۷ ہزار ووٹ بنے۔

قیام پاکستان کے بعد پیر صاحب اس نوزائیدہ مملکت کی قیادت و بہبود کے لئے ہمدن مصروف رہے، حق کوئی دیوانہ کی اس کا شیوہ رہا، پیریں سبب گئی بد رقیہ دہند کی مصونیتوں سے خبردار رہے، ۲۲ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ / ۴ فروری ۱۹۷۸ء بروز پیر از حنائی بجے علی الصبح ملتان میں دل کا دورہ پڑنے سے آپ کی رحلت ہوئی، جسد مبارک کو خانقاہ رکوزی شریف میں رکھ کر سپرد خاک کیا گیا۔ (مخلص از ما ہنامہ فیائے حرم، لاہور، اگست ۱۹۹۷ء، رجب الثانی ۱۴۱۸ھ، جلد نمبر ۱۷، شمارہ ۱۰، ص ۳۵-۵۰)

۴۔ مولانا عبدالستار خان نیازی: آپ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۳۳ھ / یکم اکتوبر ۱۹۱۵ء کو ایک پنیار تحصیل عینی خیل ضلع میانوالی کے ایک ممتاز خاندان میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں، پھر عینی خیل میں حاصل کی، میٹرک کے بعد ڈاکٹر اقبال کے قائم کردہ اشاعت اسلام کالج میں ۱۹۳۳ء میں داخل ہوئے، ۱۹۳۵ء میں اسی کالج سے ماہر تبلیغ کورس میں اوپن پوریشن حاصل کر کے ڈاکٹر اقبال کے دست مبارک سے سند حاصل کی، ۱۹۳۶ء میں اسی کالج میں تھرڈ ایئر میں داخلہ لیا، اسی سال ”دی پنجاب مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن“ کی بنیاد رکھی، ۱۹۳۸ء میں بی اے کے امتحان میں کامیاب ہوئے، پھر ۱۹۳۸ء تا ۱۹۴۰ء کے لئے مسلم لیگ ضلع میانوالی کے کنوینر و صدر منتخب ہوئے، ۱۹۳۸ء میں ایم اے عربی میں داخلہ لیا، اکتوبر ۱۹۳۹ء کو مدلی میں محمد علی جناح سے پہلی ملاقات ہوئی، ”قرارداد پاکستان“ ۱۹۴۰ء

غرض کہ پانچ ہزار علماء و مشائخ

کو لاہور کے جس اجتماع میں پیش کی گئی اس میں اسٹیج پر اہلسنت کے دیگر علمائے دین کے ساتھ آپ بھی موجود تھے، ۱۹۴۱ء میں بانی پاکستان کی زیر صدارت میں ”پاکستان کانفرنس“ میں خطاب کیا، ۱۹۴۱ء میں بانی پاکستان کے مخالفت اخبارات کے خلاف بھرپور احتجاج کیا اور لاہور میں اخبار سوزی کے ناقابل فراموش مناظر پیش کئے، ۱۹۴۲ء میں خلیع مسلم لیگ میانوالی کے دو بارہ صدر منتخب ہوئے، ۱۹۴۳ء میں انجمن نعمانیہ ہند لاہور کے ڈپٹی جنرل سیکریٹری بنائے گئے۔ ۱۹۴۸ء تا ۱۹۴۹ء کو پنجاب مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں بانی پاکستان کی موجودگی میں علامہ عبدالحامد بدایونی اور آپ نے تقریریں کیں، ۱۹۴۵ء میں مولانا نیازی نے معروف صحافی اور رکن مسلم لیگ میاں محمد شفیع کے ساتھ مل کر ”پاکستان کیا ہے اور کیسے بنے گا“ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی، ۱۹۴۵ء کو جب کہ آپ خلیع مسلم لیگ میانوالی کے صدر، صوبائی مسلم لیگ کے سیکریٹری تھے تو آپ کے حریفوں نے ایک سارٹش کے تحت گرفتار کر دیا، ۱۹۴۶ء جنوری ۱۹۴۶ء کو اسلام آباد کا لاہور کے گراؤنڈ میں امیر ملت سید جماعت علی شاہ تختہ علی پوری کی زیر صدارت ایک عظیم الشان کانفرنس ہوئی، جس کا مقصد پنجاب میں مسلم لیگ کے کام کو تیز کرنا تھا اور رائے رائے ہونے والے الیکشن میں مسلم لیگ کو بھاری اکثریت سے کامیاب کرنا تھا، اس کانفرنس میں اکابر اہلسنت مولانا ابوالحسن علی قادری (ف ۱۹۶۱ء)، مولانا عبدالحامد بدایونی (ف ۱۹۷۰ء)، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور بزاروی (ف ۱۹۷۰ء)، خوب قرادین سیالوی (ف ۱۹۸۱ء)، محمد و محمد رضا شاہ گیلانی ملتان (ف ۱۹۴۹ء)، خوب غلام محی الدین گوڑوی (ف ۱۹۷۴ء)، جید صاحب، انکی شریف (ف ۱۹۶۰ء) اور مولانا جمال میاں فرنگی نکی کے علاوہ مولانا تیار ری نے خطاب کیا، ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں صوبائی میٹ کے لئے مولانا تیار ری کو بانی پاکستان کی ہدایت پر ٹکٹ دیا گیا اور آپ نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی، ۱۹۷۰ء کو سولہ فرمائی کی تحریک میں مولانا تیار ری نے گرفتاری پیش کی، اس طرح جب ۳ اگست ۱۹۷۰ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا، اس کے بعد انگریز کے کارہائیں سرمایہ دار کمیونسٹ ذہنیت رکھنے والوں نے ”نظر یہ پاکستان“ کو ابھانے اور ملک میں فکری انتشار اور بے دینی پھیلانے کی سازشیں شروع کیں اور وہ جاگیر دار اور رئیس جو قیام سے قبل اسلام، اسلام کانفرنس لگاتے تھے، اسلام سے راہ فرار اختیار کرنے لگے تو مولانا نیازی نے مسلم لیگ کے اندر ۱۹۴۸ء میں ایک

(ایک روایت کے مطابق پانچ سو مشائخ اور سات ہزار علماء) (۷۵) کی موجودگی میں قرار داد پیش کی گئی کہ مسلم لیگ اور محمد علی جناح اگر قیام پاکستان کے فیصلے سے دستبردار بھی ہو گئے تو ہم دستبردار نہیں ہو گئے ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ وہابیوں نے برائے نام اپنے دو تین مولوی بھیج دیئے۔ اور جب پاکستان بنا تو سب آستینیں چڑھا کر باہر آ گئے، مولانا مودودی باہر آ گئے ہم نے پاکستان بنایا، مفتی محمود بھی میدان میں آ گئے ہم نے پاکستان بنایا، سارے وہابی میدان میں آ گئے ہم نے پاکستان بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اہلسنت و جماعت کے مشائخ عظام نے قائم کیا ہے۔ اور اس کا اعتراف مخالفین نے بھی کیا ہے۔ (۷۶)

اپوزیشن ”خلافت پاکستان گروپ“ کی اور گویہ پاکستان کی پہلی اپوزیشن تھی۔ بہر حال مولانا نیازی نے قیام پاکستان سے قبل اسلام اور قیام پاکستان کے لئے مگر انقدر خدا سے سرائی م دیں اور قیام پاکستان کے بعد بھی کوششیں اختیار کیں کی بلکہ دین اسلام اور ملک قیام کی حمایت میں فذل کردار ادا کرتے رہے خصوصاً ”تحریک شتم نبوت“ میں آپ کا مجاہدانہ اور سر فرود شانہ کردار ناقابل فراموش ہے کہ جس میں آپ کو ہزائے موت ہوئی جو بعد میں عرقید میں تبدیل کر دی گئی۔ آخر تک آپ نے ملک میں نظام مصطفیٰ کے نفاذ کی کوششیں جاری رکھیں بالآخر ۷ صفر ۱۳۲۲ھ ۲ مئی ۱۹۰۱ء بروز بدھ آپ نے لہ نہ فجر ادا کی اس کے بعد ذکر و اذکار میں مشغول تھے کہ ۵۵ پر حرکت قلب بند ہونے سے جان، جات افریقہ کے سپرد کر دی ملخصاً۔ (۱) خود از کتاب حیات خدامت، تعلیمات مجاہد مت مولانا عبد الستار خان نیازی

۵۵۔ یہ اعداد و شمار خمس ارباب و تجسیم محمد ضمیمہ بدر (علیگ) نے بیان کیا جو اس عظیم الشان اجلاس میں شامل تھے، بحوالہ سات ستارے ص ۸۲، مطبوعہ لاہور (پاکستان طائفے والے علماء و مشائخ، ص ۱۰۸) اور پروفیسر محمد اکرم رضوانے بیان کیا (ماہنامہ خیائے حرم، اگست ۱۹۹۰ء، ص ۷۴)

۶۱۔ خانین پاکستان اس حقیقت کا براہ اعتراف کرتے ہیں کہ تکی اکابرین مسلم لیگ کے ہموار تھے، ان میں سے صرف دو بیانات درج ذیل ہیں۔

۱۔ خان عبدالغفار خان جسے سرحدی گاندھی کہا جاتا تھا اس نے کہا ”حکومت اور مسلم لیگ نے اور سرحد کے گندی نشین پیر اور پیریزگار سب کو کانٹھوں سے نکال کر الیکشن میں جھونک دیا

اب کہیں جہت اسد می کے جو لوگ کہتے ہیں ہم نے پاکستان بنایا وہ نہیں: مودودی صاحب کی اپنی کتاب ”تحریک آزادی ہند“ میں تحریک پاکستان کے متعلق کیا لکھا ہے۔ مودودی صاحب سے پوچھا گیا آپ اس تحریک میں شریک کیوں نہیں ہوتے۔ جواب سنئے ”آپ حضرات یہ ہرگز گمان نہ کریں کہ میں اس کام میں کسی قسم کے اختلاف کی وجہ سے حصہ نہیں لیتا دراصل میری مجبوری یہ ہے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ حصہ لوں تو کس طرح لوں ادھوری نہ میرے ذہن کو بالکل اپیل نہیں کرتی، نہ داندوڑی ہی سے کبھی مجھ کو“۔ بحوالہ اقبال، قائد اعظم از رشید محمود راجہ، ص ۳۳ (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۴)

۲۔ مشہور کانگریسی مولوی دارالعلوم دیوبند کی بڑی شخصیت مخالفین پاکستان کے اول دستہ کے سردار اعظم مولوی حسین احمد دیوبندی کا اعتراف ”خود علماء کس حال میں ہوں گے، کیا آپ کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ اسی پنڈل میں (مسلم لیگ) کے اجلاس کے بعد علماء کا اجلاس ہوا، اور پھر چنڈی شریف کے پیر صاحب نے صدارت فرمائی، مولانا جمال صاحب، صاحبزادہ مولانا عبدالباقی صاحب مرحوم فرنگی محل اور مولانا عبدالمدبائی اور بہت سے حضرات ان دنوں ان تمام اجلاسوں میں شریک رہے، جب حالت اس درجے بدل گئی ہے کہ مسلم عوام، ارباب طریقت، ارباب شریعت سب کے سب اس سیلاب (مسلم لیگیشن) کی نذر ہوتے ہوئے دیں اور احکام دین سے برگشتہ ہونے جا رہے ہیں تو جمعیت (علماء ہند) کے مٹھی بھر افراد اپنی خستہ حالی کے ساتھ کے کر سکیں گے“۔ بحوالہ مکتوبات شیخ الاسلام، جلد اول، مؤلفہ نجم الدین احمدی، مکتبہ دبیہ دیوبند، ص ۲۶۰ (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۴)

ناٹووی سے دیوبندی، پھر دیوبندی سے مدنی کہوانے والے حسین احمد کا یہ بیان اعتراف حقیقت کے ساتھ ساتھ تعجب خیز ہے کہ بائیس ہزار سے زائد مشائخ و علماء تو قیام پاکستان کے نئے مسلم لیگ کی حمایت اور مکی سٹی میں شریک ہونے کی جہ سے دین اور احکام دین سے برگشتہ ہو گئے اور تم قہار رہے ہم مسلک ہندؤں کی حمایت کر کے، مسلمانوں کی مخالفت کر کے، انہیں انگریزوں کی غلامی سے نجات ملنے پر ہندؤں کی خدمت بنانے کی ناکام سعی کر کے، گاندھی کو منبر رسول پر بٹھا کے، گاندھی اور نہرو جیسے کانفرنس کو اپنا معتاد بنا کے، گاندھی، نہرو کے قصیدے گائے، مسلمانوں کو گالیاں دے کے بھی دین اور احکام دین پر قائم رہیں

دلچسپی رہی، اگر کوئی تعمیر پیش نظر ہوئی تو میں دل و جان سے ہر خدمت انجام دینے میں عملاً کوئی خدمت انجام دینے کے بجائے خود طالب علم کی طرح دیکھتا ہوں سوچنے والا اس جزوی اصلاح اور تعمیر کی کیا صورتیں نکالتے ہیں“ کیا مطلب ہوا کہ یہ جو تحریک چل رہی ہے میں صرف ایک طالب علم کی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

پاکستان کے مشہور مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جو وزیر تعلیم بھی رہے اور کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی (۷۷ء)۔ وہ اور ان کے علاوہ دیگر مؤرخین نے کہا کہ جہت اسلامی اور مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی (۷۸ء)، میں آپ سے ۷۷ء موصوف ۱۹۵۰ء میں فلسفاتی اسٹیٹ حکومت پاکستان برائے تعلیم و آداب دکاری ہوئے اور ۱۹۶۱ء تا ۱۹۷۱ء یونیورسٹی آف کراچی (پاکستان) کے وائس چانسلر رہے (حالات زندگی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، از خواجہ رضی حیدر، ص ۳۸-۴۰)

۸۔ مولانا مودودی: ابوالحسن محمد رمضان قادری لکھتے ہیں مودودی صاحب نے صرف یہ کہ پاکستان کے خلاف تھے بلکہ سرے سے آزادی کے ہی مخالف تھے، جس وقت ہندو کانگریس اور مسلم لیگ دونوں بڑی جماعتیں حصوں آزادی کے لئے سرگرم عمل تھیں، اس وقت مودودی صاحب تحریک آزادی میں حصہ لے کر بھارت کی بھارتی آزادی کے خلاف سرگرم عمل تھے، اس وقت بھی موصوف یہ منطلق بھارت رہے تھے کہ انگریزوں کو ملک سے نکال دیے کی کیا ضرورت ہے ذرا مبر سے کام لو، اپنی آزادی روک دو، تو ہم رفتہ رفتہ انگریزوں کو اپنی لٹریچر پڑھا کر اور انہیں سمجھا کر اسودم قبول کرینے پر رضامند کریں گے۔ اور پھر مودودی صاحب اس منطلق کے ذریعے ملک پر انگریزوں کی رات کو مذتوں مسطر دیکھنے کی فکر میں تھے۔ (بحوالہ مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، ۱۲۲/۳، ۱۲۳)

بہرحال اگر کوئی شخص ان کے ارشادات سے ان کے مافی الضمیر کو سمجھنے سے قاصر ہو تو انہی کا مندرجہ ذیل فرمان دیکھ لے ”مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے نزدیک یہ امر بھی کوئی قدر قیمت نہیں رکھتا کہ ہندوستان کیا انگریزی امپیریلزم سے آزاد کر دیا جائے“۔ (کتاب مذکور، ص ۹۴)

اور اگر پھر بھی کسی قسم کا کوئی شک باقی نہ گیا ہو انہی کا تیسرا اعلان حاضر ہے ”مسلم لیگ، احرار، خاکسار اور جمیعہ العلماء اور آزاد کانفرنس سب کی سب اس وقت تمام کارروائیاں صرف باطل کی طرح محو

کہتا ہوں کہ یہ سارے دیوبندی وہابی جنہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر پاکستان کی = کرو دینے کے لائق ٹھہرتی ہیں، نہ ہم قومی اقلیت ہیں نہ آبادی کے فیصد تناسب پر ہمارے وزن کا انحصار ہے نہ ہندوؤں سے ہمارا کوئی جھگڑا ہے نہ انگریزوں سے ولایت کی بنیاد پر ہماری لڑائی ہے نہ اقلیت کے تحفظ کی ہمیں ضرورت ہے نہ اکثریت کی بنیاد پر ہمیں قومی حکومت مطلوب ہے۔" (کتاب مذکور ص ۱۱۰/۳)

بہر حال مودودی صاحب کی اس نرالی منطق کو قوم نے لائق توجہ نہ سمجھ کر تحریک آزادی کو تیز کر دیا، ملک کے گوشہ گوشہ سے مسلم لیگ زندہ آباد قائد اعظم زندہ باد اور لے کے رہیں گے پاکستان، میں کے رہے گا پاکستان کے نعرے کو بچنے لگے تو آزادی کی راہ میں روڑے دکھانے والے یہی مودودی صاحب اس بات پر چل بھٹن گئے کہ قوم نے محمد علی جناح کی قیادت کا تاج پہنا کر اپنا قائد اعظم کیوں بنالیا، بس پھر کیا تھا فوراً مینٹر ایدل کراچی حکمت عملی کی تمام تر قوت کے ساتھ مسلم لیگ اور قائد اعظم پر حملہ آور ہو گئے۔

اور جو شب رقابت میں بے قابو ہو کر تحریک پاکستان اور قائد جن تحریک کے خلاف ایسی تحریکیں لکھنا شروع کر دیں، جو اسلامی اخلاق کو بڑی چیز ہے عام شرافت کے معیار سے بھی گری ہوئی تھیں، چند نمونے ملاحظہ فرمائیے

۱۔ "مفسوس کہ مسلم لیگ کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلام و ہیت اور اسلامی نظریہ و فکر رکھتا ہو اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو، یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی خصوصیات حیثیت کو بالکل نہیں جانتے۔" (ترجمان القرآن، ۱۳۵۹ھ، ص ۶۶، سیاسی کنگلش ص ۳۷/۳)

۲۔ "تھک الحقاً میں رہنے والے لوگ اپنے خوابوں میں کتنے ہی سیر باغ اسیعہ رہے ہوں لیکن آزاد پاکستان (اگر فی الواقع وہ بنا بھی نہیں تو) لارنا جمہوری اور لارنی سٹیٹ کے نظریہ پر بنے گا۔" (ترجمان القرآن فروری ۱۹۳۶ء، ص ۱۵۳)

۳۔ "جب میں مسلم لیگ کی ریریشن (قرار داد پاکستان) کو دیکھتا ہوں تو میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے۔" (حوالہ سیاسی کنگلش ص ۳۷/۳) (انگریز اور پاکستان کے حامی اور مخالف علماء مکیان، ص ۱۷)

مخالفت کی اس سے بڑی بے شرمی کیا ہوگی کہ جب پاکستان بنا تو سب یہاں آ گئے۔

۴۔ اس نام نہاد مسلم حکومت (پاکستان) کا نقطہ نظر میں اپنا وقت یا اس کے قیام کی کوشش میں اپنی قوت ضائع کرنے کی حماقت آخر ہم کیوں کریں، جس کے متعلق ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہمارے مقاصد کے لئے نہ صرف غیر مفید ہوگی بلکہ کچھ زیادہ ہی سدا راہ ثابت ہوگی۔" (سیاسی کنگلش ص ۱۱۰/۳)

۵۔ باقی رہا نظام حکومت وہ پاکستان میں بھی ویسا ہی ہوگا جیسا ہندوستان میں ہوگا۔ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلہ میں کچھ بھی قابل ترجیح نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل نفرت ہے۔" (کتاب مذکور ص ۱۳۱، حاشیہ)

۶۔ "مسلم لیگ کی حمایت میں اگر کوئی مفاد میں (مودودی) نے کبھی ہو تو اس کا خوف دیکھ جائے۔" (بحوالہ ترجمان القرآن، جولائی ۱۹۳۸ء) (انگریز اور پاکستان کے حامی مخالف علماء مکیان، ص ۲۶) (خانین پاکستان، ص ۳۲)

۷۔ "ہم کھلے بندوں اعتراف کرتے ہیں کہ تقسیم ملک کی جنگ میں ہم غیر متعلق رہے۔" (بحوالہ ترجمان القرآن، نومبر ۱۹۳۳ء) (انگریز اور پاکستان کے حامی مخالف علماء مکیان، ص ۲۶/۲۷)

۸۔ معمر لنگی رہنما سردار شوکت حیثیت نے کہا کہ "قائد اعظم کے حکم پر میں اور راجہ حفیظ علی خان

۱۹۳۶ء میں جب قائد اعظم کا پیغام لے کر مورخہ مودودی کے پاس گئے اور کہا کہ آپ پاکستان کے لئے دعا بھی کریں تو مولانا نے کہا "آپ میرے پاس "پاکستان" کے لئے دعا کروانے آئے ہیں۔" (بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور، ۱۷ دسمبر ۱۹۸۲ء) (انگریز اور پاکستان کے حامی و مخالف علماء مکیان، ص ۲۷)

العرض مودودی صاحب نے اسلامیات ہند کو مسلم لیگ تحریک پاکستان اور قائد اعظم سے متفرق کرنے کی خاطر اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر دیں، اس سلسلہ میں بھی ان کی بغاوت اس قدر ہے کہ اگر انہیں جمع کیا جائے تو ایک مبسوط فتر تیار ہو جائے۔ تاہم اس وقت جب کہ حالات یکسر بدل چکے ہیں، جماعت اسلامی اور اس کے پیشوا مودودی صاحب اپنی حکمت عملی کے تحت مسلم عوام اور خصوصاً قوم کے نوجوان طلباء کا تھوون حاصل کرنے کی خاطر تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں، چنانچہ میاں محمد طفیل صاحب اب دھوئی کرتے ہیں کہ اس

پاکستان کو ”پیدستان“ کہنے والے یہاں آگئے۔ ”نمبر دو کی جوتی پر دس ہزار جناح قربان“ سبب میں مودودی صاحب کی خدمات دوسرے تمام رہنماؤں کی خدمات پر بھاری ہیں، اور خوبہ رشتی حیدر نے اس قسم کے بیان کے بارے میں پاکستان کے اہم رکن اور ممتاز مؤرخ، کٹر اشتیاق حسین قریشی سے پوچھا تھا چنانچہ خوبہ صاحب لکھتے ہیں ”سیاں طفیل (جماعت اسلامی کے اہم رکن) کے ٹی وی انٹرویو کے بارے میں جس میں انہوں نے کہا تھا کہ مولانا مودودی نے تحریک پاکستان اور قائد اعظم کی کبھی مخالفت نہیں کی، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں تو مولانا مودودی سے بہت عرصے سے واقف ہوں، میرے اور ان کے بہت اچھے تعلقات ہیں، ان کی بہت سے چیزوں کی میں قدر کرتا ہوں لیکن یہ کہ انہوں نے پاکستان کی مخالفت نہیں کی، اس کے کچھ اسباب تھے، یہ خیال غلط ہے کہ مودودی صاحب نے تحریک پاکستان کی مخالفت نہیں کی، پاکستان کی تو انہوں نے کھل کر مخالفت کی تھی۔“ (دقیقی نظریہ کے حامی علامہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، انٹرویو۔ م ۲۵) یہاں تک کہ خود مودودی صاحب نے بھی چیلنج دے دیا ہے کہ کسی کی ہمت ہے تو ثابت کرے کہ میں نے کبھی تحریک پاکستان کی مخالفت کی ہے، اگرچہ ان کی پاکستان دشمنی اظہار من اظہر ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اس صریح جھوٹ کی قطعی کھولنے کے لئے جماعت اسلامی کی پاکستان دشمنی کے ثبوت میں ہائیکورٹ کا فیصلہ پیش خدمت کر دیا جائے۔

واضح رہے عدالت عالیہ نے یہ فیصلہ ۹۵ء میں سنایا تھا، مگر جماعت اسلامی کو آج تک اس کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کرنے کی جرأت نہیں ہو سکتی ہے، عدالت عالیہ کا یہ بیچ چیف جسٹس محمد منیر، مسٹر جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تھا، قاضی ججوں نے اپنے فیصلے میں لکھا تھا ”جماعت ”مسلم لیگ“ کے تصور پر پاکستان کے علی الاعلان مخالف تھی اور جب پاکستان قائم ہوا ہے جس کو ”پاکستان“ کہہ کر یاد کیا جاتا ہے، یہ جماعت موجودہ نظام حکومت اور اس کے چلانے والوں کی مخالفت کر رہی ہے، ہمارے سامنے جماعت کی جو تحریریں پیش کی گئی ہیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جس میں مطالبہ پاکستان کی حمایت کا بعد سارا اشارہ بھی موجود ہو، اس کے برعکس یہ تحریریں جن میں کئی مغروٹے بھی شامل ہیں تمام کی تمام اس شکل کی مخالف ہیں جس میں پاکستان وجود میں آیا اور جس میں اب تک موجود ہے۔“ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت، م ۲۶)

اور اگر کوئی شخص یا جماعت کسی عدالت کے فیصلے سے مطمئن نہ ہو تو اس کے لئے راستہ یہ ہے کہ

کرنے والے ”یہاں رہ رہے ہیں اور باوجود مخالفت، اب پاکستان کے ٹھیکیدار بن گئے کہ پاکستان ہم نے بنایا ہے، تحریک پاکستان کو ہم نے چلایا ہے۔“ (۸۰) اور اب تو جناب جھوٹ = وہ اس عدالت کے فیصلے کے خلاف اس عدالت سے بڑی عدالت میں اپیل دائر کرے اور اپنے دفاع میں محتسب دلائل و شواہد پیش کر کے انصاف طلب کرے، لیکن جج تک مودودی صاحب اور اس کی جماعت کے اراکین بخوبی جانتے تھے کہ ان کے بارے میں ”ہائیکورٹ“ کا فیصلہ صحیح ہے، تحریک پاکستان میں انہوں نے واقعی کوئی حصہ نہیں لیا تھا، بلکہ انہوں نے پاکستان، بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور ان کے ساتھی مسلم لیگیوں کی کھل کر مخالفت کی تھی، اس لئے طویل وقت گزر جانے کے باوجود انہیں ”سپریم کورٹ“ میں اپیل دائر کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی مطلقاً۔ (کمل تاریخ دہلیہ، م ۸۴ تا ۱۹۱)

۵۰ جو کل پاکستان کے مخالف تھے حقیقت بھی یہی ہے کہ جو کل پاکستان کے مخالف تھے، آج دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم اور ہمارے بزرگوں نے پاکستان بنایا ہے، جب کہ نہ وہ خود جہد و جہاد آزادی کا کبھی حصہ رہے اور اپنے جن بزرگوں کا وہ ذکر کرتے ہیں ان کی اکثریت تو ایسی ہے جو قیام پاکستان کی راہ میں روڑے اٹکانے کا کام کرتے رہے، اور پاکستان مخالف جماعتوں کا حصہ رہے جیسے مودودی صاحب جو بذات خود پاکستان کے مخالف تھے، اور انہوں نے تقریر، تحریر، اقوال، عملاً اس کی مخالفت کی، اور مولانا فضل الرحمن کے وائس مفتی محمود صاحب جس جماعت کے اہم رکن تھے، وہ جماعت ”احرار“ کے نام سے معروف ہے اور اس جماعت کے لوگوں نے پاکستان اور پاکستان بنانے والوں، مسلم لیگ اور لیگ کے رہنماؤں کو جس قدر رگیاں بکسیں، لکھیں، چھاپیں اس قدر رگیاں بکسیں تو شاید ہندوؤں نے بھی نہ دی ہوں گی، اسی طرح خان عبدالغفار خان جو قیام پاکستان سے قبل ہی اپنی کانگریس نواری اور گاندھی کی انعت شعاری کی وجہ سے ”سرحدی گاندھی“ کے نام جانے جاتے ہیں، اسی طرح نوانہ خاندان کے فرد فرید خضر حیات نوانہ کی اسلام و پاکستان دشمنی کسی سے چھپی نہیں، اور پھر سندھ میں عبید اللہ سندھی، مولانا ناز محمد امروٹی، مولوی صادق (کھڑا، کراچی) وغیرہم عقائد و ہابیہ رکھنے والے وہ لوگ تھے جو اسلام کے نام پر لوگوں کو کانگریس کا حامی بنانے میں دن رات کوشاں رہے اور اسی طرح سندھ کی معروف سیاسی شخصیت جی ایم سید صاحب جو شروع میں مسلم لیگ میں تھے، الیکشن میں ٹکٹ نہ ملنے پر مخالف ہو گئے اور مخالفت کو خوب نبھایا، آخر تک کبھی حمایت کا خیال بھی نہ آیا جیسا کہ معروف صحافی رشید احمد لاشاری مرحوم کی

اور ڈھنڈلی کا عام یہ ہے اب تو اخبارات میں ان کے مضامین تک بھی آ جاتے ہیں کہ تحریک = کتاب ”ادب کی آڑ میں“ اور حضرت پیر محمد ابراہیم جان سرہندی کی کتاب ”سندھ سونہاری“ میں موصوف کے اسلام و پاکستان دشمن گانا سے تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور وہ ۳۶-۱۹۳۵ء کے انتخابات تھے کہ جس میں ”حی ایم سید (ف ۹۹۵ء) کی سیٹ پر ٹکسٹن کارن پڑا، مولانا ابوالکلام آزاد (ف ۹۵۸ء) (کانگریسی) حی ایم کی پیٹھ ٹھونکنے کے لئے سندھ میں آئے، قائد اعظم نے حی ایم کے مقابلے میں قاضی محمد اکبر کو مسلم لیگ کا ٹکٹ دیا اور اہر قیامت پر اپنے اس امیدوار کی کامیابی کے خواہاں تھے، مسلم لیگ نے اس حلقہ پر خصوصی توجہ دی سندھ کے بڑے بڑے مشائخ، علماء نے دن رات ایک کر کے اس حلقہ میں بہت سے جلسوں میں خطاب کیا، حضرت خواجہ محمد حسن جان سرہندی نے بھی اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ مسلم لیگ کی کامیابی و کامرانی کے لئے بھرپور جدوجہد کی، نتیجتاً حی ایم بڑی طرح ہار گئے“، ملاحظہ (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص ۳۶)

اسی کا ذکر مشہور مؤرخ ڈاکٹر قریشی نے اپنے نکتہ میں فرمایا کہ ”سیاست دانوں کے دواور وہ تھے سواد اعظم قائد اعظم کے ساتھ اور ہائی لوگ کانگریسی تھے“۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ص ۳۱)

بہر حال پاکستان کی مذہبی و سیاسی جماعتوں میں سے بعض جماعتیں جن لوگوں کو پاکستان کا حامی بتاتی ہیں، اسلام کا شیعہائی بتاتی ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جنہوں نے کبھی پاکستان کی حمایت نہ کی بلکہ مخالفت میں انہوں نے اپنی ساری قوتیں صرف کر دیں، چنانچہ اسی حقیقت کو تحریک پاکستان کے ممتاز رکن اور عالمی شہرت یافتہ مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ایک امر ویو میں ان غفلتوں میں بیاں کیا ”در اصل ہم، ماضی کی بجائے حال کو دیکھتے ہیں جو لوگ اس وقت کہتے ہیں ہم پاکستان کے حامی ہیں وہ خود سوچیں اور اپنی فکر کے تشدد پر غور کریں“ ”چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد کی تعریف میں صفحے کے صفحے سیاہ کر رہا ہے، ان میں سے بعض جماعتیں ایسے افراد کی وکالت کرتی ہیں جو مرتے دم تک پاکستان کے حامی نہیں ہوئے، اس طرح حکومت کہتی کچھ ہے اور کرتی کچھ ہے ان کے قول و فعل کے تشا کا کیا جائے“۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، امر ویو ۱، ص ۱۹) یہ لوگ آج دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پاکستان کے حامی تھے اور حامی ہیں اگر یہ سچ ہے تو یہ لوگ آج تک ان کو اپنے پیشوا

پاکستان میں علمائے دیوبند کا کردار۔ مؤرخ پاکستان علماء دیوبند مثلاً شبیر احمد عثمانی، ظفر احمد عثمانی اور دیگر کے متعلق کہتا ہے:

”ان کی اکثریت پاکستان کے مخالف تھی۔ وہ تو سرے سے دوقومی نظریہ کو مانتی ہی نہیں تھی۔“ (۸۰)

اب مجھے بتائیے کہ پاکستان کا بنانے والا کون؟ حقائق سے معلوم ہوا کہ پاکستان کو اہلسنت = اور رہنما کیوں قرار دے رہے ہیں جو تحریک پاکستان کے مخالف اور کانگریسی اور ہندوؤں کے حامی، مسلمانوں کے غدار اور کانگریسوں کے دوست تھے، یہی نہیں بلکہ ان کی تعریف میں ہزاروں، لاکھوں صفحات سیاہ کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں، محض عوام الناس کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

۹۔ ”وچار کے علاوہ ہائی دیوبندی ہندوؤں میں مدغم ہو گئے اسی حقیقت کو تحریک پاکستان کے ایک اہم رکن محمد علی جناح کے قریبی ساتھی اور بین الاقوامی شہرت یافتہ مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے اپنے ایک امر ویو میں بیان کیا، یہ در ہے یہ امر ویو روزنامہ ”حصہ“ کے سابق سب ایڈیٹر خواجہ رمزی حیدر نے ۲۶ دسمبر ۱۹۷۸ء کو کیا تھا اور ۸ جنوری ۱۹۷۹ء کو پبلشٹ ردورہ ”افق“ کراچی میں شائع ہوا، چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ”وچار علماء کے علاوہ دیوبندیوں کا ہائی حصہ تو ہندوؤں میں بدل گئے مدغم ہو چکا تھا“۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، امر ویو ۱، ص ۲۰)

اور ای امر ویو میں ڈاکٹر صاحب نے مزید کہا کہ دیوبندی علماء میں شبیر احمد عثمانی پاکستان کی تحریک میں شامل تھے، جب کہ اہلسنت کے بیشتر علماء نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ان میں مولانا عبدالغادر بدایونی، علامہ شاہ عبدالعظیم صدیقی، مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، سید محمد بخش کچھوچھوی، پیر صاحب، مکی شریف، مولانا ابوالکلام قادری وغیرہ پیش پیش تھے ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے ایک سوال کے جواب میں کہا مولانا عبدالستار خان نیاری اور خواجہ قمر الدین سیالوی احراری ہرگز نہیں تھے، بلکہ انہوں نے تحریک پاکستان میں بہت کام کیا اور یہ حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، امر ویو ۱، ص ۳۰-۳۱)

نے بتایا (۸۱)۔

۸۱۔ پاکستان تہی علماء و مشائخ نے بنایا پاکستان تہی علماء و مشائخ نے بنایا اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دی، خود بھی اس جدوجہد میں شریک رہے اور اپنے متعلقین اور عوام المسلمین کو اس تحریک کا حامی بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا، اس میں ”آل انڈیا تہی کانفرنس“ کا کردار ناقابل فرہوش ہے، خصوصاً بتاریخی کانفرنس کے اہل فیعلے باقیات تاریخ کا ایک باب بن کر تاریخ کے اوراق کو زینت بخشنے رہیں گے، یہاں ہم بطور نمونہ علماء و مشائخ کے چند فرمودات ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اوائل دسمبر ۱۹۴۵ء میں پنجاب کے نامور صوفیاء کرام نے مسلم لیگ کی حمایت میں ایک اعلان جاری فرمایا جس میں مریدین کے علاوہ تمام مسلمانوں کو ہدایت اور تائید کی گئی کہ وہ مسلم لیگ کی حمایت کریں، حضرت امیر مملکت (سید جماعت علی شاہ) نے اس موقع پر بھی یہی فرمایا کہ ”جو مسلم لیگ میں شامل نہ ہوا اور مر جائے تو ان کے مرید اپنے شخص کا جنازہ نہ پڑھیں۔“ (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص ۶۷-۷۷)

امیر مملکت علیہ الرحمہ نے وائسرائے ہند لارڈ ویل کواک ایک تاریخ سال کیا جس میں آپ نے فرمایا ”مسلم لیگ مسلمانان ہند کی واحد نمائندہ اور قائد اعظم محمد علی جناح ان کے واحد لیڈر ہیں۔ طول و عرض ہندوستان میں میرے لاکھوں مرید مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔“ بحوالہ ہفت روزہ سجادہ لائل پورہ، مجریہ ۸ جولائی ۱۹۴۵ء، ص ۴ (تاریخ آل انڈیا تہی کانفرنس، ص ۶۷)

(۲) ۳ مئی ۱۹۴۶ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں مرکزی انجمن نعمانیہ ہند لاہور میں ”آل انڈیا تہی کانفرنس“ کے باہم نشر و اشاعت نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا ”ہندوستان کے مسلمانوں کی تمام قربانیوں کا واحد حل قیام پاکستان میں مضمر ہے، پاکستان جس کروڑ مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال بن چکا ہے، ہم ”رادا نہ زندگی بسر کرنے کے لئے یا تو پاکستان حاصل کر کے رہیں گے یا مٹ جائیں گے۔ دو ٹوک فیصلہ کی کھڑی آن پہنچی ہے ہم پاکستان کی راہ میں ہر روڑے کو ہٹانے کا عزم بالجزم کر چکے ہیں۔ بحوالہ بہت روزہ دہلیہ سکندری، رامپور، مجریہ ۹ مئی ۱۹۴۶ء، ص ۵ (تاریخ آل انڈیا تہی کانفرنس، ص ۱۳۶)

۹ اپریل ۱۹۴۶ء کو تہی کانفرنس سہرام میں مولانا سید خیر الدین احمد نے ذکر کیا کہ وزارت و فنڈ کو قرار دیا وادائیگی گئی ہے اور وہ قرار دایہ ہے کہ ”ہم لوگوں کو کانگریس پر اعتماد نہیں ہے اور ہم پاکستان

جسے کم کوئی چیز قبول نہیں کریں گے“ بحوالہ ہفت روزہ دہلیہ سکندری، رامپور، مجریہ ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء، ص ۳ (تاریخ آل انڈیا تہی کانفرنس، ص ۱۳۱)

(۳) حضرت خواجہ معین الدین احمد فریدی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت فرید الدین محمود گنج شکر نے ۵ محرم الحرام ۱۳۶۵ھ ۱۱ دسمبر ۱۹۴۵ء میں شریف کی محفل میں آپ تم تمبین و متوسلین کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے آپ کے ارشاد کے موافق مرکزی قومی اسمبلی میں دوٹو مسلم قوم کی واحد نمائندہ جماعت مسلم لیگ کے امیدواروں کو دیئے۔ آخر میں آپ نے فرمایا ”آئندہ صوبہ بھارتی الیکشن میں سب حضرات اپنے پورے اثر سے کام لے کر مسلم لیگ ہی کے امیدوار کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔“ (اخبار دہلیہ سکندری، رامپور، مجریہ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۵ء، ص ۶)

(۴) سجادہ نشین درگاہ خواجہ نظام الدین اولیاء خواجہ حسن نظامی نے تحریک پاکستان میں مسلم لیگ کی بھرپور تائید و حمایت کی، ۱۹۴۵ء میں آپ نے بحیثیت صدر اول ”آل انڈیا چشتی پارتی“ اعلان کیا ”چشتیہ خاندان کے ماننے والے کروڑوں مسلمان مسلم لیگ کے ساتھ ہیں۔“ (تحریک پاکستان اور مشائخ عظام، ص ۱۰۱)

(۵) پیر امین الحسنات آف ماگی شریف نے فرمایا ”اس وقت مسلمانوں کو ہر امتیاز کی سخت ضرورت ہے، ہر مسلمان کو حسب پاکستان کے لئے پوری جدوجہد کرنی چاہئے، جب وہ مرے و آزادی سے رہ سکیں، حسب پاکستان کا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا کہ ہر مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہو کیونکہ مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو صرف اسلام اور مسلمانوں کی سرپرستی اور آزادی کے لئے کوشاں ہے۔“ بحوالہ ہفت روزہ احواس کراچی، ۳-۱۹ اگست ۱۹۹۲ء، ص ۳۳ (تکبیر اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۲)

(۶) علی حضرت امام احمد رضا کے شاگرد حضرت مولانا سید محمد حیدر چکھوچھوی نے آل انڈیا تہی کانفرنس میں فرمایا ”ہم سے مسلم لیگ کو اس کی امید رکھنی چاہئے کہ اس کا جو قدم سیوں کے سبھے ہوئے پاکستان کے حق میں ہو گا (یعنی اسلام اور قرآن کی آزاد حکومت) اور اس کے جس پیغام میں اسلام و مسلمین کا نفع ہو گا، آل انڈیا تہی کانفرنس کی تائید اس کو بے دریغ حاصل ہوگی اور دینی امور میں ہاتھ لگانے سے پہلے اس آل انڈیا تہی کانفرنس کی رہنمائی اس کو قبول کرنی ہوگی اور ضرور کرنی پڑے گی۔“

اس کے بعد اجیر شریف میں ہونے والے آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس ۱۹۳۶ء میں سید محمد عیڈٹ کچھوچھوی نے فرمایا: ”اب غفلت کے حرم سے باز آ جاؤ، ہاتھ پڑو، کھڑے ہو جاؤ، چلے چلو، ایک منٹ بھی نہ ڈکو پاکستان بناؤ جو حاکم ہو، یہ کام اے سینواتسن ہو کہ صرف تمہارا ہے۔“ اس کے بعد فرمایا: ”اگر ایک دم سارے سنی مسلم لیگ سے نکل جائیں تو کوئی مجھے بتا دے کہ مسلم لیگ کس کو کہا جائے گا، اس کا دفتر کہاں رہے گا اس کا جینڈا سا رہے ملک میں کون اٹھائے گا۔“ (ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۱۶۵)

(۷) ضیاء اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور مسلم لیگ جس پر کے صدر مفتی ربان الحق نے فرمایا: ”اے حضرات! اخوان ملت، مسلمان بھائیو! کل جس مسلم لیگ کے لئے کوئی جگہ نہ تھی، آج کانگریس اور رہبر حاشیہ دونوں کی انگریں اس کی چلیسی کی طرف لگی ہوئی ہے، اس لئے اب جس قدر جہد ممکن ہو ۱۹۴۰ء کے لئے زید و بھیر بن جائیں، جس محلوں، دیہاتوں، تحصیلوں میں مسلم لیگ قائم نہ ہو وہاں قائم کر کے اپنے ضلع سے الحاق کیجئے اور جہد بنا دیجئے کہ آپ اسلام کے لئے سینہ سپر ہونے اور اپنے محترم صدر قائد اعظم مسٹر جناح کے ارشاد کی تعمیل پر ہر وقت تیار رہیں۔“ بحوالہ تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز، مفتی محمد ربان الحق جبل پوری، مطبوعہ مکتبہ ضویہ، لاہور ۱۹۸۶ء، (تحکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۳)

(۸) استاد العبد مولانا یار محمد بند پالوی نے فرمایا: ”ایک طرف اسلام کا جینڈا ہے دوسری طرف کفر کا، چونکہ مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے اس لئے اس سے کٹنا اسلام سے کٹنا ہے۔“ (باغی ہندوستان (ضمیمہ)، ص ۳۳۶)

(۹) شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی نے فرمایا: ”علماء احناف کا متفقہ فیصلہ ہے کہ مسلمانوں کو مسلم لیگ میں شامل ہونا چاہئے۔“ بحوالہ اقبال، قائد اعظم اور پاکستان، ص ۱۳۰ (تحکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۳)

(۱۰) شیخ طریقت علی فضل شاہ نے فرمایا: ”مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مسلم لیگ کے جینڈے سے تلے جمع ہو جائیں کیونکہ وہی ان کو نجات دلا سکتی ہے۔“ بحوالہ قائد اعظم، اہل ان کا عہد، ص ۲۳۰ (تحکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۸۳)

(۱۱) گل محمد فیضی نقل کرتے ہیں کہ ”۲ نومبر ۱۹۳۵ء کو مسلم لیگ کی انتخابی مہم کے دوران حضرت میر جلال پوری نے فرمایا: ”نہ صرف اپنے حلقہ نیابت میں اس امید داری کو ووٹ دینے چاہئیں جسے مسلم لیگ نے ٹکٹ دے کر کھڑا کیا ہو بلکہ اپنے حلقہ اثر میں اسے کامیاب بنانے کے لئے اپنی تمام کوششیں وقف کر دیں، اسرار قومی تعلقات، راشتہ داریوں اور ہزار ہندویوں کے قصے سنائے نہیں آنے چاہئیں۔“ (ماہنامہ ضیاء حرم لاہور، مجریہ اکتوبر ۱۹۸۹ء، تحریک پاکستان اور علماء و مشائخ اہلسنت، ص ۱۲۳)

(۱۲) حکیم محمد موسیٰ امرتسری فرماتے ہیں کہ ”حضرت میاں (علی محمد خان چشتی) صاحب قبلہ خاموشی سے کام کرنے کے عادی تھے، اخبارات میں بیان چھپوانے کو ناپسند فرماتے، لہذا تحریک پاکستان میں اپنے نمائندوں کے ذریعے اپنے مریدوں کو پاکستان کی مکمل حمایت کے پیغامات بھیجتے رہے۔“ (حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۷۲-۷۳)

(۱۳) حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری فرماتے ہیں: ”مولانا محمد بخش مسلم نے لاہور میں بیٹھ کر پاکستان کے لئے بہت کام کیا، ہمارے امرتسر کے نوجوان لاہور میں مسلم صاحب کے پیچھے جمع ہونے کے لئے خصوصی طور پر آتے تھے، مسلم صاحب جمعہ کے خطاب میں قیام پاکستان کے لئے مدلل دلائل دیا کرتے تھے، انہوں نے عام دیہاتیوں کو مسلم لیگ کا حامی بنانے کے لئے بڑی سادہ سی بات کہی کہ مسلم لیگ نہیں بلکہ کفر و اسلام میں ’لیگ‘ ہے (پنجابی زبان میں لیکن خطا کو کہتے ہیں) تو ایک عام دیہاتی کی سمجھ میں مسلم لیگ کا منشور واضح ہو جاتا۔“ بحوالہ ماہنامہ ساحل، کراچی، ۱۰ ستمبر ۱۹۹۳ء، (تحکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان، ص ۷۲)

مشائخ و علماء اہلسنت نے تقریر، تحریر اور طرح اہل اسلام کو کانگریس کا ساتھ دینے سے روکا اور مسلم لیگ کی حمایت کے لئے آمادہ کیا حتیٰ کہ فتاویٰ کے ذریعے بھی چنانچہ مفتی عبدالمتین سے مکے گئے دو سوالات اور ان کے جوابات اور امیر ملت کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں

(۱۴) سوال: ہمارے یہاں کانگریس کا زیادہ زور ہے، یہاں پر کانگریس کی طرف سے بڑے بڑے لوگ آتے ہیں، وعدہ و تقریر کرتے ہیں تقریر ختم ہونے کے بعد عام لوگوں سے کانگریہ لگواتے ہیں، ایسی محفل میں ہم مسلمان شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

علماء اہلسنت کی کوششوں سے پاکستان بنا (۸۲)۔ ریفرنڈم Refferendum کے وقت علماء اہلسنت کی کاوشوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ انگریس اپنے علاقوں میں صرف 2% ووٹ

= جواب کا انگریسی مسلمان ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں اور ہندو سے وکیلہ پاتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو ان کے جلسے میں شریک نہ ہونا چاہئے چونکہ فاسد خیالات پیدا ہوتے ہیں، خاص لوگ یہ پانکا کر شریک ہو سکتے ہیں کہ انگریس کیا تفریہ کرتے ہیں اور کیا پاس کرتے ہیں تاکہ اس کا جواب دے سکیں (۵) عارف کامل پیر سید مہر شاہ صاحب مدبر احمد آف کلٹر و شریف سے کسی نے کانگریس میں شامل ہونے کے متعلق فتویٰ پوچھا، اس کا جواب جو آپ نے تحریر فرمایا وہ ”فتویٰ مہر یہ“ میں درج ہے۔

سوال: کیا مسلمان کو کانگریس میں شامل ہونا چاہئے یا نہ؟

جواب: سکری شاہ صاحب۔ میری رائے میں یہ شمولیت اسلام کے برخلاف اور ناجائز ہے۔

(حقانین پاکستان، ص ۲۷)

ملتی عہد امتین کا مسلم لیگ کے بارے میں فتویٰ درج ذیل ہے

(۱۶) سوال: مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہئے کہ نہیں؟

جواب: مسلمانوں کو مسلم لیگ کا ساتھ دینا اس ضروری ہے۔ (ملت روزہ اظہار امر، ۱۹۴۷ء، ص ۷)

تا ۱۴ جون ۱۹۴۷ء، ص ۱۰)

(۷) امیر ملت سید جہت علی شاہ کا فتویٰ دسمبر ۱۹۴۷ء کو درامہ ”وحدت“ دہلی میں حضرت

امیر ملت قدس سرہ نے اپنے فتوے کا اعادہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”میں فتویٰ دے چکا ہوں کہ جو مسلمان مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کا جنازہ نہ پڑھو اور مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہ کرو فقیر اپنے فتوے کا پھر اعادہ کرتا ہے کہ جو مسلم لیگ کا مخالف ہے خواہ کوئی ہو اگر وہ مر جائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے، نہ مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔“

۸۲ ایک غیر جانبدار مؤرخ ڈاکٹر قریشی نے بھی اس کا اقرار کیا کہ ”جب کہ اہلسنت کے بیشتر

علمائے تحریک پاکستان میں مذہب چڑھ کر حصہ لیا ان میں مولانا عبدالحامد بدایونی اور شاہ عبدالحلیم صدیقی،

مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی، سید محمد مجتبیٰ کچھوچھوی، پیر صاحب، مکی مولانا ابو الحسنات قادری

پیش پیش تھے۔“ (دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر قریشی، ص ۳۰)

حاصل کر پائی۔ دوسری طرف سرحد میں حضرت پیر آف، مکی شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت علامہ پیر شاکستہ گل رحمۃ اللہ علیہ، پیر صاحب زکوڑی شریف نے بھرپور کام کیا اور یہ

تحریک اپنے منطقی نتیجے پر پہنچی۔ اور 13 August 12 00 بجے اعلان ہوا کہ یہ

ریڈیو پاکستان ہے (Radio Pakistan) اور یوں پاکستان بن گیا۔ چودہ اگست

انگریزی تاریخ تھی اور کیا آپ جانتے ہیں کہ چاند کی کیا تاریخ تھی؟ اللہ اللہ! جس رات

پاکستان بننے کا اعلان ہوا برصغیر میں اس وقت شب قدر منائی جا رہی تھی۔ رمضان کی

۲۷ ویں شب تھی اور برصغیر ہندوستان کی تقسیم اس شب میں ہوئی۔ اصل میں شب قدر

پاکستان ملنے کی رات ہے، لیکن کیا کیا جائے۔ ہمارے یہاں اچھے بھسے پڑھے لکھے آدمی کو

چاند کے بارہ مہینے یاد نہیں۔ کیونکہ سارا نظام انگریزی معاملات کے تحت چل رہا ہے۔ ہمیں

صرف 14 اگست ہی یاد رہی۔

اب یہ سوال کہ پاکستان بننے کے بعد بانی پاکستان نے سب سے پہلی نماز عید

کہاں ادا کی؟ مسجد قصابان اہم، اے جناح روڈ جامع کلاتھ، مارکیٹ کے سامنے عید گاہ میں

بانی پاکستان نے عید کی نماز پڑھی۔

نماز کس نے پڑھائی؟ کسی دیوبندی نے؟ شہیر احمد عثمانی نے؟ مولانا مودودی

نے؟ مفتی محمود نے؟ یہ مولوی فضل الرحمن نے؟ نماز عید علامہ عبدالحلیم صدیقی علیہ الرحمہ

نے پڑھائی اس کے دستاویز اور فتوے ہمارے ریکارڈ میں موجود ہیں۔ جناح صاحب، یہ وقت

علی خان بڑے بڑے قومی ہیڈریشٹھے ہوئے ہیں اور خدیفہ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ عبدالحلیم

صدیقی خطبہ فرما رہے ہیں۔ عزیزان گرامی غور کریں پاکستان بننے کے تین دن کے بعد

بھی بانی پاکستان نے نماز عید اہلسنت کے امام کے پیچھے پڑھی۔ (۸۳)

۸۳ اس کے علاوہ ہمیں تاریخ سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ محمد علی جناح نے مولانا عبدالحلیم

صدیقی کے بڑے بھائی کی اقتداء میں بھی نماز ادا کی، چنانچہ گل محمد فیضی لکھتے ہیں ”۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ

کے اجلاس پٹنہ میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ ایک اسلامی ملک کا آئین اسلامی ہو گا اور جب اجلاس نماز کے

لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان بنانا ایک معاشی مسئلہ تھا اسلام کی خاطر پاکستان نہیں بنا (۸۳) جیسا کہ 70ء میں کسی نے اخبار میں یہ بیان دیا کہ جناح صاحب نے پاکستان اس لئے بنایا تھا کہ حضرت قائد اعظم نے کل ارکان مسلم لیگ کی معیت میں مقامی مسجد کے خطیب (جوسی بریوی تھے) کی اقتداء میں نماز ظہر ادا کی، اسی طرح بمبئی میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازیں مولانا نذیر احمد فحیدی کی اقتداء میں ادا کیں مولانا فحیدی مرحوم مولانا عبدالعظیم میرٹھی کے بڑے بھائی تھے اور دونوں بھائی اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں کے مریدانہ و صفا تھے۔ (ابنماضیہ جیم، لاہور، تحریک پاکستان اور مولانا دہشت گاہ اہلسنت، بمبئی، اگست ۱۹۸۹ء، ص ۱۲۳)

۸۴۔ اسی بات کا جواب دیتے ہوئے پروفیسر رحیم بخش شاہین لکھتے ہیں۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ تحریک پاکستان کے محرکات میں معاشی و سیاسی مسائل کو اہمیت حاصل تھی اس میں کوئی شک نہیں معاشی میدان میں ہندو اور مسلمان اقوام میں بعد امشر فیس تھا، ہندو اپنی ساہوکاری اور کاروباری ذہنیت کی بناء پر ملک کی تجارت پر چھٹے ہوئے تھے۔ تعلیمی لحاظ سے ترقی یافتہ ہونے کی بناء پر سرکاری ملازمتوں پر بھی ان کا ہی قبضہ تھا اور یہ لوگ بڑے منظم طریقے سے مسلمانوں کو معاشی لحاظ سے تباہ کرنا چاہتے تھے، اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے وجود کو ہندوستان کی سر زمین پر برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے۔

اسلام کے سیدھے سادھے، عام فہم اور قابل عمل اصول، ہندو مت کے گورکھ دھندے اور ازکار رفتہ سماج کے لئے ایک مستقل چیلنج کی حیثیت رکھتے تھے، گویا معاشی، اور سیاسی، اختلافات دراصل سطحی ہیں جو مذہبی اور نظریاتی اختلافات کا نتیجہ ہیں، ہندوؤں کا مقصد مسلمانوں کو محض معاشی اور سیاسی لحاظ سے مغلوب کرنا نہیں تھا بلکہ مذہبی لحاظ سے ان کے وجود کو ہمیشہ کے لئے تحلیل کرنا تھا، اور وہی عمل دہرا رہا تھا جس کی مدد سے ہندوؤں نے مسلمانوں کی آمد سے قبل یہاں آنے والے غیر ملکی حملہ آوروں اور مقامی آبادی کو اپنے اندر جذب کر لیا تھا، لیکن اس مرتبہ ہندوؤں کو ایسے نظام زندگی سے پالا پڑا جو بہت سخت جات ہے جو دنیا کے تمام نظاموں سے بالاتر ہے جو ہر اعتبار سے کامل ہے، جو دیرپہ و عظیم الشان حقائق و مسائل پر پوری جامعیت سے حاوی ہے، جو دوسرے مذہبوں اور تہذیبوں کو اپنے اندر جذب تو کر سکتا ہے لیکن اس کے اندر جذب ہو کر اپنے عقیدہ و وجود سے دستبردار نہیں ہو سکتا (یہی وجہ ہے کہ پاکستان بننے

لئے بنایا کہ یہاں سوشلزم Socialism نافذ ہو، کوئی کہتا ہے جناح صاحب سیکولر ازم کے حامی تھے۔ (۸۵) یہ ساری باتیں غلط ہیں۔ حقیقت یہ ہے پاکستان مسلمانوں کے لئے بنا۔ اسلامی نفاذ کے لئے بنا، اور تاریخ گواہ ہے خود جناح صاحب نے بھی بارہا اس عزم کا اعادہ کیا (۸۶) مگر مجھے کہنے دیجئے کہ اس پاکستان میں اسلام کا جتن مذاق اڑایا گیا کسی اور کے بعد بھارت نے اپنی مسلمان باشندوں کو جذب کرنے کی کوشش کی وہ حسب سابق پاکستانی سے دوچار ہوئی) حقیقت یہ ہے کہ مسلمان جس مذہب کے پیروکار ہیں، وہ کوئی قومی، وطنی یا نسلی مذہب نہیں ہے بلکہ جملہ مادی امتیازات سے موری تمام نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کا داعی ہے، اس لئے جو شخص اس کا حلقہ گوش ہو جاتا ہے خواہ وہ کسی خطہ ارض سے تعلق رکھتا ہو، کوئی زبان بولتا ہو، کسی نسل سے ہو وہ ایک نئی قوم یا ملت کا فرد بن جاتا ہے، جو اللہ کی حاکمیت اور انسانی اخوت و مساوات پر یقین رکھتی ہے، جب برصغیر میں پہلا مسلمان وارد ہوا تو اپنے ساتھ یہی انقلابی اصول لے کر آیا اور جب پہلا ہندو مسلمان ہوا تو اس کی ذات میں یہی انقلاب نہ پڑا ہوا۔ ایک آزاد مسلم مملکت کے قیام کا مطالبہ، اجلاس لاہور میں قرارداد کی منظوری اور پاکستان کے حصول کی جدوجہد اس انقلاب کا منطقی نتیجہ ہے۔ (ابنماضیہ جیم، لاہور، قیام پاکستان کی جدوجہد، بمبئی، ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ، اگست ۱۹۸۷ء، ص ۶۶-۶۷)

۸۵۔ محمد علی جناح سیکولر ازم کی حامی نہ تھے قائد اعظم کے معتقد ساتھی اور مشہور مؤرخ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی نے بھی اس کی تردید کی ہے چنانچہ مفت ردورہ "افتح" کے سابق ایڈیٹر حاجی احمد مجاہد کو ڈاکٹر صاحب نے ایک ایمر دیو دیہ مفت ردورہ "افتح" کی اشاعت ۱۹، مارچ ۱۹۷۸ء میں شائع ہوا، اس میں ہے کہ "ڈاکٹر صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ قائد اعظم کبھی سیکولر ازم کے حامی نہیں رہے، اور قیام پاکستان کے بعد ان کی جس تقریر کا حوالہ دیا جاتا ہے وہ دستور سازی سبلی میں ہوئی اور میں خود اس میں موجود تھا، انہوں نے کہا تھا کہ آزاد ملک کے شہری کی حیثیت سے آپ اس ملک میں موجود ہیں تو شہری کی حیثیت سے ہر ایک کے حقوق برابر ہیں، چاہے آپ کسی بھی مذہب کے پیروکار کیوں نہ ہوں اور اس بنیاد پر دستور میں کوئی مشق ایسی نہیں ہوگی جس سے کسی کو نقصان پہنچے" (دیوقی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ایمر دیو، ۲۰۰۷ء، ص ۲۹)

۸۶۔ محمد علی جناح اور مذاق شریعت کا عزم: اس کے بارے میں ہم سب سے پہلے

مذہب کا نہیں اڑایا گیا۔ پاکستان جب بن گیا بننے کے بعد اپنے وعدے کے مطابق یہ مسلم لیگ کو رکھ دھندا کرنے والوں کا ٹولہ بن گئی۔ مسلم لیگ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا کہ پاکستان میں اسلام کا نفاذ ہو (۸۷) اور بڑے بڑے لیڈروں نے کیا کہا؟ وہ یہ کہ پیر آف اس شخص کی گواہی پیش کرتے ہیں قائد اعظم کے معتمد سابق اور عالمی شہرت رکھنے والا مؤرخ ہے یعنی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی شہادت اور وہ یہ ہے کہ ”انہوں نے کہا قائد اعظم ہمیشہ اسلام کا نام لیتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ پاکستان ہم اس لئے چاہتے ہیں کہ اس کو ہم اسلام کی تجربہ گاہ بنائیں گے اور یہ ثابت کر سکیں گے کہ اسلام کے اصول اس بیسویں صدی میں بھی ایسے قائل عمل ہیں جیسے ابتداء میں تھے۔“ (دو قومی نظریہ کے حامی علامہ اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، مئی ۲۰۰۲ء ص ۳۹)

۲۔ اور پھر ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء کو محمد علی جناح نے خانقاہ انگلی شریف (صوبہ سرحد) میں علماء کرام اور مشائخ عظام کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”آپ نے پاس مائے میں مجھ سے پوچھا ہے کہ پاکستان کا قانون کون ہوگا؟ مجھے آپ کے اس سوال پر سخت الجھوس ہے (وہ رہے کہ یہ پاس مائے میں عبد الکریم نے علماء و مشائخ اہلسنت کی جانب سے پیش کیا تھا) کہ آپ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں کہ پاکستان میں کونسا قانون ہوگا، میں آپ کو بتا دیتا چاہتا ہوں کہ مسلمان کا ایک خدا، ایک رسول اور ایک قرآن ہے، یہی قرآن مسلمان کا قانون ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہمیں مل رہا ہے، یہی قرآن ہمارا قانون ہے اور بس (معزز بکسیر اللہ اکبر، پاکستان زندہ باد) (پیر صاحب، انگلی شریف اور ان کی سیاسی جدوجہد، ص ۳۶) (قائد اعظم اور سرحد، ص ۱۲۵)

۳۔ پاکستان بننے کے بعد بانی پاکستان کے ایک قول کو بھی ملاحظہ فرمائیے، چنانچہ محمد صادق قصبوری لکھتے ہیں ”۱۹۴۸ء میں اسی دوران میں اقتدار الدین (ف ۱۹۶۲ء) نے اسلامی شوٹزم کا نعرہ لگایا تو آپ نے (یعنی مولانا عبد الستار نیازی نے) ڈٹ کر مقابلہ کیا حتیٰ کہ حضرت قائد اعظم و اشکاف الفاظ میں اعدائے فرمایا کہ ”کیونست، ملک میں انتشار پیدا کر رہے ہیں، یاد رکھئے پاکستان میں اسلامی شریعت نافذ ہوگی۔“ (حیات خدامت تعمیرات مجاہد ملک مولانا عبد الستار خان نیازی، ص ۱۰۴)

۷۔ حالانکہ ۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ کے اجلاس میں پٹنہ میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ الگ اسلامی ملک کا آئین اسلامی ہوگا“ (ماہنامہ ضیاء حرم، لاہور، مئی ۱۹۸۹ء ص ۱۲۶) اور بانی پاکستان

انگلی شریف، پیر شائستہ گل، پیر سید جماعت علی شاہ، نجدت علی پوری رحمہم اللہ تعالیٰ جب لیڈران کے پاس آئے کہ پوچھیں پاکستان تو بن گیا اسلام کہاں ہے؟ تم تو یہ کہتے تھے کہ پاکستان اسلام کے لئے بنا ہے، اسلامی نظام آئے گا، لیکن اسلامی نظام کہاں ہے؟ لیڈروں نے جواب دیا:

”مولانا اسبلی موجود ہے، اسبلی جو پاس کرے گی وہی نظام بنے گا۔“

ہمیں بے وقوف بنایا گیا کہ اسلامی نظام ہوگا، لوگوں کو اسلامی نفاذ کی خاطر کٹوا دی گیا۔ ایک دو نہیں بلکہ عزیزان گرامی پاکستان بننے پر 30 لاکھ جانیں ضائع ہوئیں کیا اس کا ثمر یہ ہے کہ یہاں اسلام کا مذاق اڑایا جائے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں یہ بتائیے کہ یہاں ایک گھنٹے کے لئے بھی اسلامی قانون آیا؟ نہیں آیا۔ صدر ایوب رہے، اسلام آیا؟ نہیں آیا۔ نے متعدد بار اس ارادے کو مزمل کا اظہار بھی کیا تھا۔

اور پھر کثیر تعداد میں علماء و مشائخ اہلسنت اور عوام اہلسنت نے لیگ کے شانہ بشانہ کام بھی اسی لئے کیا تھا قربانیاں صرف اس لئے دی تھیں کہ ہمیں ایک ایسا وطن حاصل ہو جائے کہ جس میں قرآن و سنت کا نظام ہو، اس جدوجہد میں شامل صرف علماء اہلسنت کی تعداد انیس ہزار (۲۲،۰۰۰) سے زائد تھی کہ جن کے ناموں کا ریکارڈ آس انڈیا تلی کانفرنس کے مرکزی دفتر مراد آباد میں موجود تھا جو تقسیم کے وقت نہ جانے کیسے ضائع ہو گیا یہ تعداد تو وہ ہے جن کے صرف نام محفوظ تھے، ان کے علاوہ نہ جانے کتنے علماء و مشائخ اہلسنت ہوں گے جن کے نام اس میں درج نہ ہو سکے جو اس جدوجہد کا حصہ تھے۔

قارئین کرام اس سے یہ بھی سوچئے کہ دیوبند مسلک کے دو چار رسولوی آگئے ان کی بنا پر یہ لوگ وحش و راپٹے ہیں کہ پاکستان ہم نے بنایا اور وہ جن کی اتنی بڑی تعداد تحریک پاکستان میں شامل تھی ان کا نام تک نہیں بچا، یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ ۲۲، ۲۳ جولائی ۲۰۰۷ء کو مولانا رفیع عثمانی نے اسے آروائی دی ورنہ پر غصہ کرتے ہوئے تحریک پاکستان کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے پاکستان بنانے میں صرف مسلم لیگ اور جمعیت علمائے اسلام کا نام لیا اور ان میں بھی صرف مولانا شمس احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد انصاری اور اپنے داماد مفتی شفیع دیوبندی کا نام لیا، بتائیے یہ ظلم ہے یا نہیں، یہ حق کو چھپانا ہے یا نہیں، یقیناً کو گمراہ کرنا ہے یا نہیں، یہ تاریخی حیات نہیں تو اور کیا ہے؟

سکندر مرزا رہے اسلام آیا؟ نہیں آیا۔ صدر ایوب صاحب کو جب لوگوں نے کہا ”ایوب کتا ہائے ہائے، ایوب کتا ہائے ہائے“ تو ایوب صاحب نے اپنا اقتدار چھوڑ کر دنیا کے بدترین پاگل کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا۔ اس بیوقوف کا نام تھا جنرل یحییٰ۔ بقول شاعر

نام محمود ہے اور کام ہیں آزر جیسے

اس کی یہ مثال تھی۔ یوں کہتے کہ ایوب خان نے اپنی قوم سے بدلہ لیا۔ جب اقتدار کی خان کے حوالے کیا تو اتنا بڑا مشرقی پاکستان جو اسلام کے نام پر بچ سکتا تھا نہیں بچا، لیڈروں نے اسلام کے نام پر گفتگو نہیں کی۔ عصبیت پھیل گئی۔ قسم خدا کہ وہ قتل عام ہوا کہ پاکستان بننے وقت اتنا قتل عام نہیں ہوا جتنا قتل عام بنگالیوں کا بنگلہ دیش میں ہوا اور یقیناً ان پر بے انتہاء ظلم کئے گئے۔ ہینلز پارٹی کے کورنر پنجاب تکہ خان وہ کہتے تھے کہ بنگال میں ہمیں آدمی نہیں زمین چاہیے۔ نہ آدمی رہا نہ زمین رہی۔ آپ نے دیکھا نہ وہاں پاکستانی رہا نہ وہ زمین رہی۔ اس فوجی ایکشن کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اسلام سے غداری کی تو جیالے اور جوانمر د 93,000 ترافوے ہزار فوج ہندوؤں کے شکنجے میں آ گئی۔ ہندو جسے خدا کہے یعنی گائے اسے تو ہم کھا جائیں تو ہندو کا کیا حال کریں گے؟ لیکن اسلام کی دوری نے ہمیں یہ دکھا دیا کہ 93,000 فوج ہندوؤں کے زرخے میں آ گئی اور انہیں قید کر دیا گیا اور مشرقی پاکستان دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھ سے نکل گیا۔

پاکستان کٹنے کے بعد کیا ہم نے اپنی حالت سدھاری؟ نہیں نہیں!! بلکہ ہم اپنا قیاس کرتے ہیں کہ جس وقت مشرقی پاکستان گیا اور مکی خان جب قوم سے خطاب کر رہے تھے کیا وہ تقریر آپ نے سنی؟ وہ شراب کے نشہ میں دھت تھا اور کہتا تھا کہ ایک بارڈر Border سے ہٹنے کا نام یہ نہیں کہ ہم نے جنگ ہار لی۔ نشے میں اس سے بولا نہیں جا رہا تھا بلکہ بکرے کی طرح چیخ رہا تھا ”جنگ جاری ہے، جنگ جاری ہے“ جس طرح بکرے کا گلہ پکڑا جائے تو جیسے وہ ٹیس ٹیس کرتا ہے ہمارا پاکستان کا صدر شراب کے نشہ میں

دھت پورے بنگال کے سقوط کا اعلان کر رہا تھا۔ اور کوئی شخص اسے شرم اور غیرت دلانے پر آمادہ نہ تھا۔ مجھے بتاؤ یہ کس کے ثمرات ہیں کہ ہم نے اسلام کو چھوڑ دیا تو یہ ساری چیزیں ہمارے حصہ میں آ گئیں۔

اب کان کھول کر سن لو! تمہارے گھروں میں VCR چلا رہا، انڈین فلمیں چلتی رہیں، پلو پرنٹ کی دکانیں اسی طرح مرقع اور مسجع رہیں بے ایمانی کا رواج اسی طرح رہا۔ رشوت کا رواج اسی طرح رہا۔ دین کو اسی طرح پامال کیا گیا۔ شریعت کو اسی طرح پس پشت ڈال دیا گیا۔ حق اور صداقت منقود ہو کر رہ جائے۔ ایمان داری، دیانت داری، اپنا سر پکڑ کر رہ جائے۔ لیڈروں کو سوائے اپنے مفاد کے کوئی اور فکر نہ ہو۔ لیڈروں کو اسلام سے زیادہ اپنی کرسی کی فکر ہو جائے۔ اور اسلام نافذ کرنے کی حکمت عملی ہی کی تلاش رہے۔ اب انتظار کرو کہ رب کا عذاب کب آتا ہے؟ اب انتظار کرو پاکستان کب ٹوٹتا ہے۔ اب انتظار کرو کہ پاکستان کیسے جائے گا؟۔ آپ پولیٹیکل براچ، CIA، پولیس افسران سے معلومات کر لیں کہ کیا اس مملکت میں بانی پاکستان کے مزار کے سامنے کیا پاکستان کا جھنڈا نہیں چلایا گیا؟ سکھرائٹر پورٹ پر کیا پاکستان کے جھنڈے کو آگ نہیں لگائی گئی؟ کیا پاکستان کے جھنڈے کو بیروں تلے روندنا نہیں گیا؟ کیا اس پاکستان میں پاکستان مرہ آباد کے نعرے نہیں گئے؟ کیا سندھ کو الگ کرنے کا نعرہ نہیں لگا؟ ہندوستان کا وہ حصہ جو پاکستان سے ملا ہوا ہے کیا وہاں بھارتی سکھ نہیں چل رہا؟ کیا ہندو جو اپنی جائیداد چھوڑ کر گئے کیا وہ سندھ کے راستے پاکستان داخل نہیں ہو رہے؟

اس ملک میں جو وزیراعظم یا صدر کے عہدے پر رہے ان سے پوچھو تم نے اسلام کی خدمت کیا کی؟ ایک دور میں جب شریعت بل کا نفاذ ہوا تو کون سی انقلابی تبدیلی پاکستان میں آ گئی؟ کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ معلوم ہوا کہ دین اور شریعت کے ساتھ ایک ٹھٹھہ اور تمسخر ہو رہا ہے۔ سنو! ہم علماء اس بات کے متنبی ہیں کہ ہم اقتدار کی کرسی پر صرف نظام

مصطفیٰ ﷺ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ مسلم لیگ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس نے پاکستان بنایا ہے، اگر آپ نے پاکستان بنایا تو یہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو آخری موقع دیا ہے۔ خدا کے واسطے اس مملکت میں اسلام کا نفاذ کرو۔ خدا کے لئے شریعت محمدی یہاں لے آؤ۔ خدا کے لئے جو وعدہ قوم سے کیا ہے۔ اس کو پورا کرو ورنہ اللہ کی لاشی بے آواز ہے اور کہیں ملک کا حال وہ نہ بن جائے جو اکبر الہ آبادی نے کہا کہ:

رقیبوں نے رہٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں

اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

اگر یہی معاملہ عروج پر پہنچے تو لوگ کہیں گے کہ تھانیدار صاحب ایف، آئی، آر

درج کرانی ہے۔ ایف، آئی، آر یہ ہے کہ یہ ہیں وہ تین محلہ کے آدمی جو مسجد میں جا کر نماز

پڑھتے ہیں، اب تو اللہ کو یاد کرنے والے کی رہٹ درج ہوگی۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نفاذ کے لئے بنا۔ لیکن ہم نے، ہمارے لیڈروں نے

اس سے غداری کی ہے۔ اگر اس کو بچانا چاہتے ہو تو اس کا واحد حل یہ ہے کہ یہاں نظام

مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہو، حکمرانوں کی نیتیں صحیح ہوں۔ ارباب حل و عقد خلوص کے ساتھ اس

مملکت کی خدمت کریں اور ہمارا ملک ایسے قانون کا گہوارہ بن جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ

عنه فرماتے کہ "نہر کے کنارے کوئی کتابیا سامر گیا تو عمر کو یہ فکر ہے کہ کل اللہ تعالیٰ قیامت

میں مجھ سے پوچھے گا کہ عمر تیری حکومت میں کتابیا سامر گیا" اور حکومت کی گرفت لوگوں پر

ایسی مضبوط ہو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت میں ایک ناکر و عورت

سونے کا ڈیلا ہاتھ میں اچھالتی ہوئی حضرت عمر کی حکومت میں حکومت کے ایک سرے سے

حکومت کے دوسرے سرے تک چلی جائے تو اس کے ہاتھ کو پکڑنے والا کوئی نہ تھا۔ ایسا

قانون کا دبدبہ ہو تو جناب پھر پاکستان چل سکتا ہے اور اس کے بغیر پاکستان نہیں چل سکتا۔

اور آپ کو بھی خطرے کی گھنٹی بجا رہا ہوں اگر ہم نے اپنی روش تبدیل نہیں کی اور ہماری روش

تبدیل کرنے میں حکومت کا کوئی دخل نہیں، مجھے بتائیے کہ ہم حکومت سے تو کہتے ہیں نظام اسلام لاؤ لیکن آپ کو جب حکومت کہے گی تب آپ نماز پڑھیں گے۔ جب حکومت بولے گی تب آپ سچ بولیں گے۔ حکومت کہے گی تب آپ روزہ رکھیں گے۔ جب حکومت کہے گی تب آپ عید کی نماز پڑھیں گے۔ ارے 95 اسلامی وفحات ایسی ہیں جو خود آپ اپنے اوپر نافذ کر سکتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہمارے حال کی اصلاح فرمائے اور وہ پاکستان جس کا سنگ

بنیاد 30 لاکھ مسلمانوں کی قربانیوں پر رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پاکستان کی حفاظت فرمائے

اور اس کو اسلام کا گہوارہ بنائے۔ آمین وما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆

مآخذ و مراجع

- ۱۔ ادب کی آڑ میں رشید احمد لاشاری (صحافی) انجمن محافظان پاکستان، کراچی
- ۲۔ اقبال، قائد اعظم اور پاکستان راجا رشید محمود بزمِ سترۂ بلشرزہ لاہور
- ۳۔ امام احمد رضا اور احیائے دین کمپنیشن فکیل احمد اہوان رضا اکیڈمی رحشہ لاہور
- ۴۔ انگریز اور پاکستان کے حامی و مولانا ابو داؤد صادق مکتبہ رضائے مصطفیٰ گوجرانولہ ۱۳۳۳ھ
- ۵۔ انوار طالع اہلسنت سید محمد زین العابدین راشدی زاویہ بلشرزہ لاہور ۲۰۰۶ء
- ۶۔ ایسٹ انڈیا کمپنی اور باقی علماء انتظام اللہ شہابی مکتبہ رضوان لاہور
- ۷۔ ایضاح الحق مولوی اسماعیل دہلوی محمدی پریس، دیوبند ۱۳۵۶ھ
- ۸۔ باقی ہندوستان (ترجمہ الثورۃ مترجم عبدالرشاد شیرانی ممتاز پبلی کیشنز، لاہور ۱۳۱۸ھ-۱۹۹۷ء
- ۹۔ برطانوی مطالبہ کی کہانی عبدالعظیم اختر شاہ جہانپوری لریبک انشال، لاہور
- ۱۰۔ برہنہ صداقت مولانا حسن علی سیلی انجمن انوار القادریہ، کراچی
- ۱۱۔ پاکستان بنانے والے علماء و مشائخ محمد جلال الدین قادری عالمی دھوم اسلامیہ لاہور ۱۳۱۸ھ-۱۹۹۷ء
- ۱۲۔ پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں علامہ فکیل اشرف عظمیٰ مکتبہ قریبیہ، ساہوار
- ۱۳۔ پیر صاحب مانگی شریف اور ان کی سیدہ قادری شاہ (کا کاشیل) قوی انار و ہر ائے تحقیق تاریخ و سیاسی جدوجہد ثقافت، اسلام آباد ۱۹۹۰ء
- ۱۴۔ تاریخ آل انڈیا نئی کانفرنس محمد جلال الدین قادری سعید دوران، کھاریاں، کھرات ۱۳۳۰ھ-۱۹۹۹ء
- ۱۵۔ تاریخ ساز شخصیات محمد صدیق ہزاروی مرکزی دفتر تنظیم المدارس لاہور ۱۳۱۲ھ-۱۹۹۲ء

- ۱۶۔ تاریخ کی ایک عظیم شخصیت صدر نور محمد نعیم القادری و محمد رضوان تنظیم افکار و مدد الافاضل، بمبئی الافاضل القادری نعیمی
- ۱۷۔ تاریخ مشائخ نقشبندیہ پروفیسر عبدالرسول لٹمی مکتبہ ادبیہ لاہور ۲۰۰۳ء
- ۱۸۔ تاریخ و ہلچہ ابو الحسن محمد رمضان قادری شرکت قادریہ محمود و سندھ ۱۹۸۳ء
- ۱۹۔ تحریک آزادی ہند او مالسواد پروفیسر محمد مسعود احمد ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۷۸ء
- ۲۰۔ تحریک پاکستان اور علماء حق انجمن عبدالعظیم قادری بزم قادریہ اسلام آباد کراچی
- ۲۱۔ تحریک پاکستان اور علماء کرام محمد صادق قصوری زاویہ بلشرزہ لاہور
- ۲۲۔ تحریک پاکستان اور مشائخ عظام محمد صادق قصوری زاویہ بلشرزہ لاہور
- ۲۳۔ تحریک پاکستان کی ایک اہم دستاویز مفتی محمد رفیع الحق جیل پوری مکتبہ رضویہ لاہور ۱۹۸۶ء
- ۲۴۔ تذکرہ علماء اہلسنت و جماعت لاہور اقبال احمد فاروقی مکتبہ نبویہ لاہور ۱۹۸۷ء
- ۲۵۔ تذکرہ علماء ہند (فارسی) مولوی رحمان علی نول کشور، لکھنؤ ۱۹۱۳ء
- ۲۶۔ جماعت اسلامی صوفیت کی نظر میں سید محمد زین العابدین راشدی تحریک اتحاد اہلسنت پاکستان، کراچی ۱۳۳۲ھ/۲۰۰۲ء
- ۲۷۔ حقائق تحریک بالاکوٹ شاہ حسین گردیزی مجلس اتحاد اسلامی، کراچی ۱۳۱۰ھ/۱۹۸۹ء
- ۲۸۔ حقائق نامہ دار معلوم دیوبند ڈاکٹر کوکب ادکاڑوی صحیفہ اشاعت اہلسنت پاکستان ۱۳۳۳ھ/۲۰۰۲ء
- ۲۹۔ حکیم اہلسنت اور تحریک پاکستان جلال الدین ڈیروی دار الفیض سنخ پبلی، لاہور ۱۳۳۱ھ/۲۰۰۰ء
- ۳۰۔ حاشی کتاب علامہ فضل حق خیر آبادی سلمہ رسول ممتاز پبلی کیشنز، لاہور ۱۳۳۲ھ
- ۳۱۔ دوقومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر خواجہ رضی حیدر سورتی اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۲ء
- ۳۲۔ دیوبندی مذہب مولانا غلام مہر علی مکتبہ حامدیہ لاہور
- ۳۳۔ راجہ صاحب محمود آباد حیات و خدمات خواجہ رضی حیدر (مؤرخ) قائد اعظم اکادمی، کراچی ۲۰۰۵ء

اخبار و جرائد

- ۱۔ ماہنامہ ”ترجمان اہلسنت“ کراچی، مجریہ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ / دسمبر ۱۹۷۸ء، جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۵
- ۲۔ ماہنامہ ”ترجمان اہلسنت“ ذی قعدہ، ذی الحجہ ۱۳۹۷ھ / اکتوبر، نومبر ۱۹۷۸ء، جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۶
- ۳۔ ماہنامہ ”نبیائے حرم“ لاہور مجریہ ذوالحجہ ۱۳۹۷ھ / اگست ۱۹۷۸ء
- ۴۔ ماہنامہ ”نبیائے حرم“ لاہور مجریہ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ / اگست ۱۹۸۹ء، جلد نمبر ۱۹، شمارہ نمبر ۱۱
- ۵۔ ماہنامہ ”نبیائے حرم“ لاہور مجریہ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ / اگست ۱۹۹۰ء، جلد نمبر ۲۰، شمارہ نمبر ۱۱
- ۶۔ ماہنامہ ”نبیائے حرم“ لاہور مجریہ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ / اگست ۱۹۹۷ء، جلد نمبر ۲۷، شمارہ نمبر ۱۰
- ۷۔ ماہنامہ ”کچھو کچھو“ مجریہ شوال المکرم ۱۳۳۳ھ / مئی ۱۹۲۵ء، جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۵
- ۸۔ ماہنامہ ”انقر کان“ لکھنؤ، شہید نمبر، ۱۹۵۵ء
- ۹۔ ہفت روزہ ”دب پہ سکندری“ ناپور، مجریہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۷ء
- ۱۰۔ ہفت روزہ ”دب پہ سکندری“ ناپور، مجریہ ۷ فروری ۱۹۳۷ء
- ۱۱۔ ہفت روزہ ”دب پہ سکندری“ ناپور، مجریہ ۲۱ فروری ۱۹۳۷ء
- ۱۲۔ ہفت روزہ ”دب پہ سکندری“ ناپور، مجریہ ۹ جون ۱۹۳۷ء
- ۱۳۔ ہفت روزہ ”الکھب“ امرتسر، مجریہ ۷ تا ۱۳ جون ۱۹۳۶ء
- ۱۴۔ ہفت روزہ ”چٹان“ لاہور، ۱۳ تا ۱۷ اگست ۱۹۸۳ء
- ۱۵۔ ہفت روزہ ”کھکشان“ کراچی، مجریہ ۱۷ جون ۱۹۷۸ء
- ۱۶۔ ترجمان انقرآن، ربیع ۳۳، حدود ۶ ماہات، آزادی ۱۳۷۲ھ
- ۱۷۔ اخبار ”انقلاب“ لاہور، ۱۵ مارچ ۱۹۳۹ء
- ۱۸۔ رسالہ ”جنگ“ لاہور، ۷ دسمبر ۱۹۸۳ء
- ۱۹۔ اردو انجمن آزادی نمبر ۱، اگست ۲۰۰۲ء

- ۲۳۔ سندھ سوہاری (سندھی) بحر محمد امیر ایم جان مرہندی گلزار خلیل سامرو میر پور خاص
- ۲۵۔ سنی کانفرنس کا تاریخی تسلسل علامہ نسیم احمد صدیقی قوری انجمن ضیاء طیبہ، کراچی ۲۰۰۶ء
- ۳۶۔ سوانح حیات خواجہ غلام کمال الدین محمد زید الحسنین کاظمی مکتبہ کاظمیہ قمر العلوم خریہ شاہ کراچی
- ۲۷۔ سیرت فضل حق خیر آبادی علامہ مشتاق احمد نظامی جمعیت اشاعت اہلسنت، پاکستان
- ۳۸۔ غصیرہ باغی ہندوستان عبداللہ شیرانی مکتبہ رضویہ، لاہور ۱۹۷۸ء
- ۳۹۔ علامہ فضل حق خیر آبادی (سیرت) سلمہ رسول امتیاز پبلی کیشنز، لاہور ۱۳۲۲ھ ۲۰۰۱ء
- ۴۰۔ علامہ ابن بابکس (مترجم ایکس) تصنیف اکبر شہید حسین قریشی سورتی اکیڈمی، کراچی
- ۴۱۔ فارح سرحد (کتابچہ) سید رفیع شاہ سحر فاؤنڈیشن، کراچی
- ۴۲۔ قائد اعظم اور ان کا عہد رئیس احمد جعفری مقبول اکیڈمی، لاہور
- ۴۳۔ قائد اعظم اور سرحد عزیز چاودہ انارہ تحقیق و تصنیف پشاور ۱۹۸۸ء
- ۴۴۔ قائد اعظم حیات و خدمات شریف الہیاد (ترجمہ از رضی قائد اعظم اکادمی، کراچی حیدر) ۱۹۸۸ء
- ۴۵۔ قائد اعظم کے ۷۲ سال خواجہ رضی حید (مؤرخ) پاکستان میرالینڈ پریس، کراچی ۱۹۷۶ء
- ۴۶۔ خطائیں پاکستان مولانا ابوالخاں ضیاء اللہ قادری قادی کتب خانہ سیالکوٹ
- ۴۷۔ مسلمانوں کی ڈیڑھ سو سالہ عزیز الرحمن جاسمی دہلی
- ۴۸۔ قربانیوں کا جائزہ مقدمہ ”ایسے اٹھ یا کہنی اور باغی“ رائے کمال مکتبہ ضوان، لاہور
- ۴۹۔ مکتبہ شیخ الاسلام نجم الدین اصلاحی مکتبہ رضویہ، دیوبند
- ۵۰۔ ایضات امیر (عربی) مولانا غلام مرثی مکتبہ امیر، پشپتیاں